محمدؐ
رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ

(الجن : ۲۶ - ۲۷)

"غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے
پسندیدہ رسولوں کے۔" (کنز الایمان)

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم
کا
علمِ غیب

○

تالیف :
محمد انور قمر شرقپوری، نقشبندی مجددی

○

ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ لاہور

حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	رسالت مآب ﷺ کا علمِ غیب
مصنف	محمد انور قمر شرقپوری
کمپوزنگ	الفاروق کمپیوٹرز، لاہور
تاریخ اشاعت	دسمبر 1998ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
طابع	ایل جی۔ پرنٹرز، لاہور۔
قیمت	-/90روپے

ملنے کے پتہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ فون:۔ 7220479

9۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور۔ فون:۔ 7225085-7247350

فہرست

الانتساب 7
عرض ناشر 9
گفتگو 11
مکی زندگی 45
رضاعت 45
حرام گوشت 48
دیمک 49
حضرت عبداللہ ابن مسعود کا ایمان 53
ہلاکتیں 55
رکانہ پہلوان 58
کنکریاں 61
فعل ابو جہل 63
معجزہ شق القمر 68
ابوالخلفاء 71
معراج النبی ﷺ 73
ہجرت 77
خرید و فروخت 84
جائے وفات 86
مدنی زندگی 89
طیب والمطیب 89
حدیث جبریل 91
جنت اور دوزخ 97
رویت پشت 98
نماز 99
مناکحت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا 100
غزوۂ بدر 104
تمنائے شہادت 111
خفیہ معاہدہ 112
غزوۂ احد 116
تلوار 123
ہلاکت 125
غزوۂ خندق 128
غزوۂ خیبر 133
پانی 147
ملک کے دو ٹکڑے 148
طویل زندگی 154
عبادت وریاضت 156
صدقہ 157
نجاشی 159
فتح مکہ 161
شہید 170

موت 173

عزت کا صدقہ 175

اونٹنی کی گمشدگی 177

کھجوریں 179

شکار 180

محفل منافقاں 182

غزوۂ موتہ 185

اکیلا پن 189

استن حنانہ 192

انتظار 194

مقتول کا سامان جنگ 197

جھوٹا قیدی 200

فریب 203

مقام صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ 204

شوق حدیث 205

یادداشت 207

قرضہ سے فراغت 208

مہمان نواز کو بشارت 209

نیکیاں 212

خبر شہادت 214

کیفیت شیطان 215

مغفرت 216

روح 218

سوالات 219

سائل 223

کتاب اللہ 225

سزا 226

عذاب قبر 228

فضیلت جہاد 229

دست برداری 232

خیانت 234

تردید شہادت عثمان 235

رفاقت 238

معذرت 239

فتنہ 241

جائے فیصلہ 242

حضرت اویس قرنی 244

خلفائے رسول ﷺ 246

وصال 249

اعتراضات وجوابات 252

گیت 253

تلقیح 254

دھوکہ 255

ہار 256

بہتان 257

خبر ناقص 259

تحریم شہد 260

الانتساب

کتاب "رسالت مآب ﷺ کا علمِ غیب" کا انتساب اپنے پیر و مرشد فخر المشائخ

حضرت صاحبزادہ میاں **جمیل احمد** صاحب شرقپوری

نقشبندی مجددی مد ظلہ العالی (سجادہ نشین آستانہ عالیہ

اعلیٰ حضرت میاں **شیر محمد** رحمۃ اللہ علیہ شرقپوری) کی ذات

والا صفات کے نام ہے۔ جن کی نظر فیض نے بندہ کو تحریر کے

میدان میں متعارف کرایا ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد انور قمر شرقپوری

يُخْبِرُنَا بِظَهْرِ الْغَيْبِ عَمَّا
يَكُوْنُ فَلاَ يَحُوْنُ وَلاَ يَحُوْلُ

حضرت ابوسفیان بن الحارث ابن عم النبی (رضی اللہ عنہ) المتوفی ۲۰ھ

وہ (محمد ﷺ) ہمیں غیب کی خبریں بھی سنا دیتے ہیں اور اس خبر میں نہ کوئی خامی ہوتی ہے نہ ہیر پھیر۔

تلخیص المشکوٰۃ
پروفیسر عبدالرشید فاروقی
فرید ٹاؤن ساہیوال

عرض ناشر

جن لوگوں نے حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ جس حیثیت و نیت سے کیا ہے انہوں نے اس حیثیت سے اثر قبول کیا ہے۔ عشق والوں کو حضور ﷺ کی حیات مقدسہ میں سراپا عشق (اللہ تعالیٰ کی ذات سے) دکھائی دیا ہے۔ صداقت والوں کو صداقت کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیا۔ رحمت دیکھنے والوں کو اول تا آخر رحمت ہی رحمت نظر آتی ہے۔ شجاعت کی صفت ڈھونڈنے والے شجاعت ہی دیکھ پاتے ہیں۔ عفو و کرم تلاش کرنے والے بھی مایوس نہیں ہوئے اور علوم غیبیہ کی مثالیں دیکھنے والے اس موضوع پر ہزاروں مثالیں پیش کرنے کے قابل ہو گئے اور وہ حضور ﷺ کے علم غیب کے عقیدۂ حقہ کو مزید پختہ کرنے میں کامیاب ہوئے۔

میں سمجھتا ہوں ایسے ہی متلاشیان میں ایک نام محمد انور قمر شرقپوری کا ہے۔ وہ واقعات سیرت مصطفےٰ ﷺ سے ایسے ایسے نکتے ڈھونڈ لائے ہیں جن کی روشنی میں حضور ﷺ کے علم غیب سے انکار کی جرات نہیں ہوتی۔

تنقید کرنے والوں کے اپنے اپنے معیار ہیں اور تسلیم کرنے والوں کے اپنے اپنے انداز۔ تنقید کرنے والا اپنے آپ کو صاحب کمال سے زیادہ قد آور سمجھتا ہے اور تسلیم کرنے والا تو اپنے سر کو جھکا کر اپنے آپ کو مزید چھوٹا بنا لیتا ہے اور پھر یہی چھوٹا صاحب کمال کی نگاہ میں بڑا ہوتا ہے۔ واقعہ معراج کو تسلیم کرنے والا ہی صدیق بن گیا اور تنقید اور تضحیک کرنے والے خاب و خاسر ہوئے۔

انبیاء و رسل کی عزت و ناموس پر حرف گیری اور فضل و کمال پر نکتہ چینی اس دور میں ہی نہیں ہو رہی بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کے یوم تخلیق سے ہوتی چلی آ رہی ہے اور سب سے پہلا حرف گیر اور نکتہ چین ابلیس تھا۔ جس نے عظمت آدم علیہ السلام کو تسلیم نہ کرتے ہوئے سجدہ ریز ہونے سے انکار کیا۔ اور راندہ درگاہ ہوا۔ پھر مخالفت کا

ایک سلسلہ چل نکلا اور حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں داخل ہو گیا۔ مخالفین کی زبانوں پر بیباکیاں آگئیں اور یہ بے باک زبانیں آج بھی ان کے مونہوں میں متحرک ہیں جنہوں نے عظمت مصطفیٰ ﷺ کو تسلیم نہ کرنے میں اپنا الگ رستہ بنایا ہوا ہے۔

جس طرح عظمت مصطفیٰ ﷺ کے مخالفین پیدا ہوتے رہے اسی طرح حفاظت عظمت مصطفیٰ ﷺ کے لئے لوگ پیدا ہوتے رہے۔ جنہوں نے ہر مخالفت کا مقابلہ کیا اور اپنے تیشہ قلم سے عقائد باطلہ کے بت کو توڑتے رہے۔ پیش نظر کتاب

رسالت مآب ﷺ کا علم غیب

حضور ﷺ کے علم غیب پر لکھی جانے والی کتب میں اضافہ کرتی ہے مگر اس کتاب کا انداز اور اسلوب ان سب کتابوں سے مختلف ہے۔ ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے ایک سینئر رکن کا تاثر یہ ہے کہ اس کتاب کا ایک ایک ورق سرور و کیف اور لطف کی دولت سے مالا مال کرنے والا ہے۔ کتاب شائع ہونے سے قبل جو مختلف مراحل سے گزری تو ہر آنکھ نے اسے پسند کیا، اتنا پسند کہ اس کی جلدی اشاعت کی منتظر بن گئی۔

محمد انور قمر شرقپوری نے قلم کو پکڑنے اور سنبھالنے کا خوب حق ادا کیا ہے ایک ایک فقرہ میں جان پیدا کر دی ہے اور عقیدت و محبت کا سامان بہم پہنچانے کی کوشش کی ہے، اگر یہ کتاب ایک طرف عشاق مصطفیٰ ﷺ کو پسند آئے گی تو دوسری طرف مقررین اور واعظین کے کام بھی آئے گی۔ اساتذہ بھی اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور طلباء بھی فیض یاب ہوں گے۔

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کو جن کتابوں کی اشاعت پر فخر اور مسرت ہے ان میں اس کتاب کے اضافہ پر مزید خوشی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہمارے لئے نفع عمیم اور ثواب عظیم کا ذریعہ بنائے اور مصنف کی کوشش اور خدمت کو قبول فرمائے۔ آمین

پیرزادہ میجر (ر) محمد ابراہیم شاہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

گفتگو

غیب کے معنی پوشیدہ، پوشیدگی یا چھپی ہوئی چیز کے ہیں۔ یعنی جو چیز انسانی نظروں سے اوجھل ہوئی وہ غیب میں ہے۔ مثلاً آپ نے آنکھیں بند کرلی ہیں، تو ہر چیز آپ کے لئے غیب میں آگئی۔ یہاں تک کہ آپ کا اپنا جسم بھی غیب کے پردوں میں چھپ گیا۔ اب جو چیزیں آپ کے لئے غیب بن گئی ہیں یقیناً اس کے لئے غیب نہیں جس کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ اب فرض کریں "جم غفیر" کے لفظ کے معنی آپ کو نہیں آتے تو اس کے معنی آپ کے لئے غیب متصور ہوں گے۔ مگر آپ کے استاد یا جو ان معنوں سے آگاہ ہے اس کے لئے غیب نہیں ہیں یا فرض کریں آگ کی جلانے کی صفت سے جو واقف نہیں اس کے لئے یہ صفت غیب ہو گی۔ اور جو اس سے واقف ہیں ان کے لئے غیب نہیں ہو گی۔ آپ کے دوست کے گھر جہاں آپ ایک بار بھی نہیں گئے وہ آپ کے لئے غیب ہے۔ مگر آپ کے دوست کے لئے غیب نہیں ہے۔ اگر غور کریں تو آپ کے دوست کے لئے اس کا گھر اگرچہ غیب نہیں ہے مگر گھر کے سامان کی بے شمار چیزیں اس کے لئے بھی غیب ہیں اسے نہیں پتہ کہ اس کی امی کے زیورات کہاں پڑے ہیں۔ اسے یہ بھی نہیں پتہ کہ اس کے ابو کے پاس کس قدر نقدی ہے۔

تو کیا یہ حیران کرنے والی بات نہیں ہے کہ آپ کے اپنے گھر کی چیزیں غیب بھی ہیں اور ظاہر بھی۔ لیکن آپ کے والدین کے لئے اس گھر کی کوئی چیز بھی پوشیدہ اور غیب میں نہیں ہے۔ لیکن اگر آپ کے والدین سے یہ سوال کیا جائے کہ آپ کے گھر میں ان اڑنے والی مکھیوں کی تعداد کتنی ہے تو وہ یقیناً نہیں بتا سکیں گے۔ لیکن جس نے کوشش کر کے ان مکھیوں کی تعداد گن رکھی ہے وہ بتا دے گا۔ آپ کے گھر میں ان

پھدکنے والی مینڈکیوں کی تعداد کس قدر ہے آپ بالکل نہیں بتا سکیں گے۔ آپ کے گھر کے منڈھیر پر آج کتنے کوے آکر بیٹھے ہیں آپ نہیں جانتے ہوں گے۔ اور یہ ستارے جو انسان ہر روز دیکھتا ہے ان سے رہنمائی حاصل کرتا ہے مگر ان کی تعداد کتنی ہے؟ اس سوال پر بھی انسان چپ ہو جائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے یہ تعداد قطعاً مخفی نہیں ہے آپ کے سر کے بالوں کی تعداد کس قدر ہے؟ آپ یقیناً نہیں جانتے ہوں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کو بھی جانتا ہے۔ اب اللہ جسے یہ تعدادیں بتادے تو وہ ہم تم کو بتاسکتا ہے۔

کسی چیز کی حقیقت و ماہیت بتانے میں ہم پانچ ذرائع استعمال کرتے ہیں۔ دیکھ کر بتا سکتے ہیں۔ سونگھ کر، چھو کر، چکھ کر اور سن کر۔ اگر کوئی چیز ان پانچوں ذرائع کی حدود سے باہر ہے تو وہ چیز غیب میں ہوگی۔ اور اگر کوئی چیز ان ذرائع کی حدود میں ہے تو وہ غیب میں نہیں ہوگی۔ مثلاً ایک سیب ہے جسے بند ڈبے میں رکھا ہوا ہے۔ اگرچہ وہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے۔ مگر اس کی خوشبو اپنے سیب ہونے کا پتہ دے رہی ہے۔ آپ اپنے گھر کے کسی کمرے میں بیٹھے ہوئے ہیں باہر سے آپ کا دوست آواز دیتا ہے، وہ آپ کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے وہ کوئی مخصوص خوشبو بھی نہیں رکھتا۔ مگر اس کی آواز سے آپ کے کان آشنا ہیں آپ فوراً جان جائیں گے کہ وہ آپ کا فلاں دوست ہے۔ آپ کے سامنے پسا ہوا نمک اور پسی ہوئی چینی پڑی ہے یا دودھ اور لسی پڑی ہے ان کا فرق آپ کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے۔ مگر آپ کی قوت ذائقہ آپ پر واضح کردے گی کہ نمک کس پیالی میں ہے؟ اور چینی کس میں ہے؟ یا دودھ کا برتن کون سا ہے؟ اور لسی کا برتن کون سا؟

مختلف اشیاء کے فرق یا دوست کی پہچان یا کسی چیز کا حوالہ اس وقت ہی درست ہو سکتا ہے جب ہم پہلے سے ان کے ذائقوں، آوازوں اور شکل وصورت سے آشنا ہوں

گے اور ان کے بارے میں ہمارا دل معلومات سے بھرپور ہو گا۔ بصورت دیگر ہماری قوت شامہ، قوت باصرہ، قوت ذائقہ، قوت لامسہ اور قوت سامعہ عاجز ہو جائیں گی۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ دل علوم اور معلومات کا خزانہ ہے۔ آنکھ کی قوت باصرہ کان کی قوت سامعہ ناک کی قوت شامہ علوم کے دروازے ہیں اور زبان ان خزانوں کی کنجی ہے۔

ہر شخص کی حسی قوتیں مختلف ہیں۔ کوئی سگریٹ کے دھوئیں کے ایک مرغولے سے بیزار ہو جاتا ہے اور کوئی ایسے دھوئیں کے بادل نگلے جا رہا ہے۔ کوئی ایک پھول کی خوشبو سے جھوم جاتا ہے اور کوئی ریاض گلستان سے متاثر نہیں ہوتا۔ کسی کی زبان ایک ذرے کو چکھ کر اس چیز کا اتا پتا بتا دیتی ہے اور کوئی زبان لقموں پر لقمے لپیٹے جا رہی ہے مگر چیز کا نام بتانے سے قاصر ہے۔

اب یہ بات آسانی سے کہی جا سکتی ہے کہ آشنا اور نا آشنا میں بڑا فرق ہے۔ جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں ہو سکتے۔ نابینا انکھیارے کا مقابلہ کیسے کر سکتا ہے؟ رہبر اور راہرو ایک درجے کے مسافر کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور شاگرد اور استاد کو تم کیسے ہم جماعت یا ہم سبق کہہ سکو گے؟

اسی لئے قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔

> وَمَا يَسْتَوِى الاَعْمَى وَالْبَصِيْرُ وَلاَ الظُّلُمٰتُ وَلاَ النُّوْرُه وَلاَ
> الظِّلُّ وَلَا الحَرُوْرُه وَمَا يَسْتَوِىُ الْاَحْيَآءُ وَلاَ الْاَمْوَاتُ ه
>
> اور برابر نہیں اندھا اور انکھیارا۔ اور نہ اندھیرا اور اجالا، اور نہ سایہ
> اور نہ تیز دھوپ، اور برابر نہیں زندے اور مردے۔
>
> (سورۂ فاطر: ۱۹۔۲۲)

یہ تو عام لوگوں کا حال ہے یہاں ہم نبی (ﷺ) اور اس کے امتی کی بات کرنے والے ہیں اور نبی بھی وہ جو سرور انبیاء ہیں جن کے آگے دنیا جہان کے علم والے

سرنگوں کھڑے ہیں۔ جن کے سینے میں ہر وقت تجلیات الٰہی کا ظہور ہے۔ جن کی زبان پر جبریل علیہ السلام بولتا ہے۔ جن کی بات میں حق و صداقت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر وہ ان علوم سے ناآشنا ہیں جن سے آپ لوگ آشنا ہیں تو ان کی تشریف آوری بے مقصد ہو جاتی۔ ذرا اس بات پر دھیان دیں کہ رب العالمین نے اپنے محبوب ﷺ کو رحمتہ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ساری مخلوقات کا رب ہے وہ ان کے پلنے کی احتیاجات کو جانتا ہے اسی طرح اس کے محبوب انہیں مخلوقات کے لئے رحمت ہیں۔ وہ ان کی رحمت چاہنے والی احتیاجات سے آگاہ ہیں۔

ہماری آنکھوں سے تو وہ ہزاروں عالم پوشیدہ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ رب ہے اور حضور ﷺ ان کے لئے رحمت ہیں۔ ان عالموں میں بسنے والی مخلوقات کو ہم نہیں جانتے اور ان مخلوقات میں سے صرف ایک مخلوق کے ذی النفس کی تعداد کس قدر ہے ہم جاننے سے بے بس ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جس نے ان کو پالنا ہے یا پال رہا ہے۔ اور یا اس کا حبیب جانتا ہے جس نے ایک ایک ذی النفس کے لئے رحمت بننا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام تو دعا مانگ رہے ہیں کہ

رَبِّ اشْرَحْ لِیۡ صَدْرِیۡ

اے رب! میرا سینہ کھول دے۔ (سورۃ طٰہٰ: ۲۵)

یعنی میرے سینے پر حقائق ملک و ملکوت، لاہوت و جبروت منکشف ہو جائیں مگر حضور نبی کریم ﷺ سے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ

اے حبیب مکرم! کیا ہم نے تیرا سینہ کھول نہیں دیا؟ (الم نشرح: ۱)

تو ماننا پڑے گا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حقائق و اسرار ملک و ملکوت اور لاہوت و جبروت کے انکشاف کی دعا مانگی تھی۔ وہی اسرار و حقائق (تمام جہانوں

کے) اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ پر منکشف فرما دیئے ہیں۔ اور اس انکشاف کے بعد اپنے حبیب ﷺ سے پوچھا کہ کیا میں نے آپ پر ایسے حقائق کا انکشاف نہیں کر دیا۔ مطلب یہ تھا کہ اگر کسی ایسی بات کا اظہار آپ پر نہیں ہو سکا۔ جس کی آپ کو ضرورت ہے تو میں اسے بھی واضح کرنے کو تیار ہوں۔

شائد اسی لئے حضور ﷺ نے (بخاری شریف کے مطابق) ایک موقعہ پر فرمایا کہ

فَوَاللّٰهِ لاَ تَسْئَلُوْنِیْ عَنَ شَیْءٍ اِلاَّ اَخْبَرْتُکُمْ بِهٖ مَادُمْتُ فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا

خدا کی قسم۔ تم مجھ سے کسی چیز کے متعلق نہ پوچھو گے مگر میں یہاں کھڑے کھڑے اس سے تمہیں آگاہ کروں۔

کسی کے دل میں سوا پیدا ہو سکتا تھا کہ وہ کس بات میں متردد ہے یہ سب پوشیدہ امور ہیں۔ ان کا تعلق غیب سے ہے۔ مگر حضور ﷺ فرما رہے ہیں اسی جگہ کھڑے کھڑے بتا دوں گا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس بات کا یقین تھا کہ واقعۃً آپ بتا سکتے ہیں۔ وہ اپنے اس دعویٰ میں صادق ہیں۔ آج کے لوگوں کی طرح نہ تھے جو کہتے ہیں کہ آپ ایسی اخبار سے بے خبر ہیں۔

اگر کسی موقعہ پر حضور ﷺ نے خاموشی کا اظہار فرمایا ہے۔ تو وہ بھی اس خبر غیب پر تھا کہ جہاں حضور ﷺ جانتے تھے کہ یہاں خاموش ہی رہنا ہے یا خاموش رہنے کا حکم ہے ہم کہتے ہیں اس خاموشی میں اطاعت الٰہی پوشیدہ ہے۔ اور حیرانی کی بات ہے کہ نبی تو اپنے رب کی مرضی پر خاموش رہے اور ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر بھی اپنی ناسمجھی کی بنا پر دخل اندازی کر رہے ہیں۔

اسی لئے حکم ہوا ہے۔

وَلاَ یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلاَّ بِمَاشَآءَ

وہ (یعنی مخلوقات الٰہی) خدا کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں
کر سکتے لیکن اتنے کا جتنے کا خدا چاہے۔ (سورۂ بقرہ: ۲۲۵)

ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں صرف وہی کچھ بتایا ہے جس کی ہمیں ضرورت ہے یا ضرورت ہو سکتی ہے جن امور کا جاننا یا نہ جاننا ہمارے کام کا نہیں نبی ﷺ نے وہاں سکوت فرمایا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر واضح کر دینا چاہتا ہے کہ تم بہت کچھ جانتے ہوئے بھی بہت کچھ نہیں جانتے ہو۔ لہٰذا ہر چیز کے جاننے کا دعویٰ نہ کرنا کہیں رسوائی نہ ہو جائے۔ تم اشرف المخلوقات ہو۔ تمہارا اشرف تمہارے علم سے ہی ہے۔ میں اس شرف پر دھبا نہیں دیکھنا چاہتا۔ سب کچھ جاننے کا دعویٰ کرو گے تو اگر نہ جاننے والا سوال ہو گیا تو شائد کہ دعویٰ کی بحالی کی خاطر جھوٹ کا سہارا تمہیں ڈھونڈ پڑے۔ میں تمہیں جھوٹا بھی نہیں دیکھنا چاہتا اس لئے نہ جاننے کا اعلان کرتے رہو۔

اگر غور کریں تو یہی حال کائنات کی چیزوں اور حالات وواقعات کا ہے۔ چونکہ ان کا صانع حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ لہٰذا وہی حقیقی غیب دان ہے کائنات کے ذرے ذرے سے وہی آگاہ ہے۔ وہی واقف ہے اور وہی جانتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب کی زبان سے اس حقیقت کا اعلان کروایا۔

فَقُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰهِ

اے پیارے حبیب ﷺ! لوگوں سے فرمادیجئے کہ غیب تو اللہ
تعالیٰ کے پاس ہے۔ (یونس: ۲۰)

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ

اے پیارے حبیب ﷺ! لوگوں سے فرمادیجئے کہ خدا کے سوا
آسمان وزمین میں کوئی غیب نہیں جانتا۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حکم ہوا ہے کہ انسانو! تم جاننے والوں کے بارے میں یہ گمان بھی نہ کرو کہ وہ کچھ نہیں جانتے تمہیں کیا خبر میں تمہارے دلوں کی باتیں ان پر واضح کر دوں۔ کیونکہ ارشاد ربانی ہے۔

> فَلاَ يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلاَّ مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ
>
> اللہ تعالیٰ اپنے غیب کی بات کسی پر ظاہر نہیں کرتا لیکن اس پیغمبر پر جس کو پسند کرے۔ (سورہ الجن: ۲۶۔۲۷)

دوسری جگہ فرمایا

> وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ
>
> اور خدا غیب کی باتیں تم کو نہیں بتاتا لیکن وہ اپنے پیغمبروں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کے لئے چن لیتا ہے۔ (آل عمران: ۱۷۹)

یہ بات واضح ہو گئی کہ غیب کی اطلاع ہر شخص کو نہیں دی جاتی لیکن جو اس کا محبوب ہو جو اس کا پیارا ہو اس پر ظاہر بھی کر دیتا ہے۔ لہٰذا ہم تم کون ہیں اس بات میں انکار کرنے والے کہ حضور غیب سے ناآشنا ہیں۔ ہمارا سر تو اس وقت ندامت سے جھک جانا چاہئے کہ جب ہم کہیں کہ حضور کے پاس اس بات کا علم نہیں اور خدا ان کی زبان اقدس سے وہ بات کہلوا رہا ہو۔ ہم کہیں حضور ﷺ اس غیب سے آگاہ نہیں مگر اللہ تعالیٰ ان پر وہی غیب ظاہر کر رہا ہو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

> تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلاَ قَوْمُكَ ..
>
> یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ (ﷺ) کی طرف وحی کر رہے

ہیں نہ تو آپ (ﷺ) ان کو جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی۔ (ہود: ۴۹)

اندازہ تو کریں جب یہ غیب کی خبریں حضور ﷺ کو دی جا رہی ہیں تو شک کی گنجائش کہاں رہ جاتی ہے۔ بلکہ حضور ﷺ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ

یعنی آپ ﷺ کو امور غیب میں سے جس کی تعلیم دی جاتی ہے
آپ اپنی امت کو بتانے میں بخل نہیں کرتے۔ (التکویر: ۲۴)

حقیقت غیب کے لئے دو لفظ عموماً بولے جاتے ہیں۔ ا۔ تقدیر ۲۔ مشیت۔ تقدیر سے مراد وہ اندازہ یا قدرت ہے جو اللہ تعالیٰ نے سارے عالمین کی مخلوقات کی حیات کے نشیب و فراز۔ غمیاں۔ خوشیاں۔ صحت و بیماری۔ بھوک پیاس۔ کامیابیوں اور ناکامیوں کو لکھ دیا ہے۔ یہ سب کچھ لوح محفوظ پر مرقوم ہے۔ اور مشیت سے مراد اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔ یہ مرضی لوح محفوظ پر نہیں لکھی گئی۔ اللہ تعالیٰ کیا کرنے والا ہے۔ کیا کرے گا۔ کیا نہیں کرے گا۔ یہ وہ راز ہے جسے [illegible] کی ذات جانتی ہے اور جس علم غیب کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے سوا کوئی نہیں جانتا وہ یہی مشیت ایزدی ہے۔ اور جن علوم سے اپنے رسولوں کو آگاہ کر دیا ہے وہ لوح محفوظ والے علوم غیب ہیں۔

قرآن پاک کا مطالعہ جن اہل علم نے نہایت گہری اور محبت نظر سے کیا ہے۔ انہیں قدم قدم پر اسی خبر کی شہادت ملی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کے علم غیب کی نفی نہیں فرمائی ہے یہاں چند شہادتیں ایسی ہی پیش کی جاتی ہیں۔

یہ آیات دو طرح کی ہیں۔ ایک وہ جن سے اللہ تعالیٰ کے ذاتی علم غیب کا اظہار ہوتا ہے مگر آنحضور ﷺ کے علم غیب کی نفی نہیں ہوتی اور دوسری وہ آیات جن سے

حضور ﷺ کو دیئے گئے علم غیب کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت ۳۰ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ذاتی علم کا اظہار اس وقت فرمایا جب اس نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے لئے فرشتوں سے بات کی تو فرشتوں نے عرض کیا۔ اے باری تعالیٰ انسان تو خون ریزیاں کرے گا، اور فساد پھیلائے گا، تو اللہ تعالیٰ نے اس اعتراض پر فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم کے بعد انہیں تمام اشیاء کے نام سکھائے، پھر ان اشیاء کو فرشتوں پر پیش کر کے فرمایا کہ ان کے نام بتاؤ۔ وہ نہ بتا سکے۔ مگر حضرت آدم علیہ السلام نے ان سب چیزوں کے نام بتا دیئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

> قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمْ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض
> وَاَعْلَمْ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ
>
> فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی چیزیں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔ (البقرہ: ۳۳)

فرشتوں کا ظاہر کرنا یہ تھا کہ انسان خون ریزیاں کرے گا اور فساد پھیلائے گا اور چھپانا یہ تھا کہ مستحق خلافت تو وہ (فرشتے) خود ہیں۔ ان سے بہتر مخلوق اللہ تعالیٰ پیدا نہ فرمائے گا۔

اس آیہ کریمہ کی رو سے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ بات باور کروائی ہے کہ میں آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی ہر بات اور ہر چیز کو جانتا ہوں اور اس کو بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے تھے اور چھپاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں نبی کریم ﷺ کے علم غیب کی نفی نہیں فرمائی بلکہ اپنے ذاتی

اور کلی علم کا اظہار فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

> يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا
> اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ
>
> جس دن اللہ جمع فرمائے گا رسولوں کو۔ پھر فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں۔ بیشک تو ہی ہے سب غیبوں کا جاننے والا۔ (المائدہ: ۱۰۹)

یعنی قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع فرما کر پوچھے گا کہ انہیں اپنی امتوں کے لوگوں سے ان کی دعوت دین و ایمان میں کیا جواب ملا۔ یہ جواب ان رسولوں کے پاس ہو گا کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ ان لوگوں نے ان کی دعوت کو قبول نہیں کیا انہوں نے حق کو جھٹلایا ہے۔ اس دن سے انکار کیا ہے جو یقینی آنے والا تھا مگر یہ منکرین پر توبیخ ہو گی۔ وہ اپنے کمال ادب کے اظہار میں عرض کریں گے کہ ہمیں کچھ علم نہیں بیشک تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے۔

یہاں بھی ہمارے نبی کریم ﷺ کے علم غیب کی نفی نہیں ایک تو اس اعتبار سے کہ ان جمع ہونے والے رسولوں میں حضور علیہ السلام شامل نہ ہوں گے۔ کیونکہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی امت ان منکرین کے خلاف حضرات انبیاء کے حق میں گواہی دیں گے اور حضور ﷺ اپنی امت کے گواہ ہوں گے۔

> وَجِئْنَابِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا
>
> اور اے محبوب (ﷺ) تمہیں ان سب پر شاہد بنا کر لائیں گے۔
>
> (النساء: ۴۱)

بات صاف ظاہر ہے جب حضور ﷺ اس امر کی گواہی دیں گے کہ ان رسولوں

کی امتوں نے دعوت ایمان کو قبول نہیں کیا تو آپ لَا عِلْمَ لَنَا (ہم نہیں جانتے) میں شامل نہ ہوں گے۔

اور سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا۔

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا

اور رسول ﷺ تم پر تمہارے گواہ ہوں گے۔ (البقرہ: ۱۴۳)

اندازہ تو کریں یہ گواہی کس بات پر ہو گی۔ اس شخص کے صحیح العقیدہ مسلمان ہونے کی گواہی ہو گی۔ عقیدہ تو انسان کا پوشیدہ ہے اس کا تعلق انسان کے دل کے ساتھ ہے پھر یہ گواہی صرف آپ ﷺ کے زمانہ حیات کے مسلمانوں کے لئے نہیں۔ بلکہ قیامت تک کے آنے والے مسلمانوں کے لئے بھی ہے۔ یہ آنے والے لوگ سب کے سب عالم غیب میں ہیں ان کے اعمال پوشیدہ ہیں ان کے عقائد پوشیدہ ہیں۔ ان کا اخلاص اور نفاق پوشیدہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی گواہی پر ہمیں جنت میں بھیجیں گے۔

اب یہ بات بھی واضح ہے کہ جنت کے وہ درجے جنت والوں کو ان کے مدارج اعمال کے اعتبار سے ملیں گے لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ ایسے لوگوں کے ایمان کے درجوں سے بھی واقف ہیں۔ یعنی وہ کس سطح کے مسلمان ہیں۔

سورۂ مائدہ کی آیت ۱۱۶ میں یوں فرمایا گیا۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ
وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ
اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا
فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ
الْغُيُوْبِ

اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنالو اللہ کے سوا! عرض کرے گا پاکی ہے تجھے مجھے روا نہیں کہ وہ بات کہوں جو مجھے نہیں پہنچتی۔ اگر میں نے ایسا کہا ہو تو تجھے معلوم ہو گا تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے۔ اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔ بیشک تو ہی سب غیبوں کا خوب جاننے والا ہے۔

وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ

اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔

اس سے حضور ﷺ کے علم غیب کی نفی نہیں ہوتی۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اظہار انکساری کرتے ہوئے فرمایا اور پھر اس بات کی تصدیق کی ہے۔

اِنَّكَ اَنْتَ عَلاَّمُ الْغُیُوْبِ

بیشک تو ہی سب غیبوں کا خوب جاننے والا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے ذاتی علم غیب کا اقرار کیا ہے۔

ساتویں پارہ کی سورۂ انعام کی آیت ۵۹ میں فرمایا گیا ہے۔

وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لاَ یَعْلَمُهَآ اِلاَّهُوَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلاَّ یَعْلَمُهَا وَلاَ حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلاَ رَطْبٍ وَّلاَ یَابِسٍ اِلاَّ فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ

اور اسی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں۔ انہیں وہی جانتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اور جو پتا گرتا ہے وہ اسے جانتا ہے اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔

یعنی غیب کے سارے خزانوں کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ اور ان کنجیوں تک کا علم بھی اللہ تعالیٰ کو ہے کہ کہاں رکھی ہوئی ہیں۔

یہ آیہ کریمہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی علم غیب پر بڑی محکم دلیل ہے۔ مگر کنجی بطور اسم آلہ کسی کو دی جانے والی چیز بھی ہے اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر "بے شک اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔" وہ اگر کسی کو یہ کنجیاں عطا فرمادے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ جسے کنجیاں ملیں گی اسے غیب کے خزانوں کے دروازے کھولنے کی اجازت بھی مل سکتی ہے دروازہ کھلے گا تو لوح محفوظ دکھائی دے گی۔ جس پر مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنَ مرقوم ہے۔ اور اس لوح محفوظ پر حضور نبی کریم ﷺ کی نگاہ ہر وقت ہے۔ فرمایا گیا۔

وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْن (یٰسٓ: ۱۲)

ہم نے ہر چیز کو لوح محفوظ میں جمع کر دیا ہے۔

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ

زمین و آسمان کے سب غیب لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں۔

(النمل: ۷۵)

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علم ماکان وما یکون یعنی روز ازل سے جو کچھ ہوا اور روز آخرت تک جو کچھ ہوگا۔ سب ظاہر و باطن ہر خشک و تر، صغیر و کبیر تمام غیب و شہادت اور علم خمس کا ذرہ ذرہ تفصیلاً اپنے قلم قدرت سے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔

مسلم شریف میں ایک حدیث کے یوں الفاظ ہیں۔

فاخبَرنا بِمَا هُوَ کَائِنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ

ہم کو حضور ﷺ نے تمام ان واقعات کی خبر دیدی جو قیامت تک

ہونے والے ہیں۔

اب قیامت کب آئے گی جب ان واقعات کی انتہا ہو گی۔ اور آپ ﷺ اس انتہا سے بھی واقف ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

> قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ
>
> اسی کی (اللہ تعالیٰ کی) بات سچی ہے اور اسی کی سلطنت ہے جس دن صور پھونکا جائے گا ہر چھپے اور ظاہر کا جاننے والا ہے۔ اور وہی ہے حکمت والا خبردار۔ (الانعام: ۷۴)

اللہ تعالیٰ اپنے عالم الغیب ہونے کا اعلان اس آیہ کریمہ میں فرما رہا ہے۔ کہ اے پیارے حبیب ﷺ لوگوں پر واضح کر دیں کہ اس (اللہ) کی ہر ایک بات سچی ہے اور کائنات کے ذرے ذرے پر اسی کی حکومت ہے۔ اور اس دن بھی اسی کی حکومت ہو گی جس دن صور پھونکا جائے گا یعنی قیامت کے دن۔ اے لوگو! اس دن کی کیفیت تم نہیں جانتے ہو گے۔ مگر اللہ تعالیٰ تو ہر ظاہر اور پوشیدہ کو جاننے والا ہے۔

اس آیہ کریمہ سے بھی آنحضور ﷺ کے علم غیب کی نفی نہیں ہے بلکہ حضور ﷺ کی زبان سے اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کا اعلان کروایا گیا ہے۔

سورہ توبہ کی آیت ۷۸ میں بیان ہوا

> اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ
>
> کیا انہیں خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل کی چھپی ہوئی (بات) اور سرگوشی کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ سب غیبوں کو جاننے والا ہے۔

اس سے قبل منافقین کی بات ہو رہی تھی۔ منافق کے قول و فعل، اور ظاہر و باطن میں تضاد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے فرما رہا ہے کہ

یہ لوگ جو بھی بات اپنے دل میں چھپا کر رکھے ہوئے ہیں یا اپنے کسی دوسرے ساتھی کے ساتھ سرگوشی کرتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ سب غیبوں کا بہت جاننے والا ہے۔

اس آیہ کریمہ سے بھی اللہ تعالیٰ کے محکم علم غیب کا اظہار ہے اور حضور ﷺ کے علم غیب کی نفی نہیں ہے۔

پارہ گیارہ کا آغاز اس آیت پاک سے ہوتا ہے۔

> يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ قُلْ لاَّ تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّانَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُه ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ
>
> (اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ سے فرماتا ہے) کہ یہ لوگ اب آپ سے بہانہ بنائیں گے۔ جب آپ ﷺ ان کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ تو (اے پیارے حبیب ﷺ) آپ ان سے فرمانا۔ بہانے نہ بناؤ۔ ہم ہرگز تمہارا یقین نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری خبریں ہمیں دے دی ہیں۔ اور اب اللہ اور رسول تمہارے کام دیکھیں گے۔ پھر تم اس کی طرف پلٹ کر جاؤ گے جو چھپے ہوئے اور ظاہر کو جانتا ہے۔ وہ تمہیں جتادے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

اس آیہ کریمہ کا یہ حصہ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ یعنی اور اب اللہ اور رسول

تمہارے کام دیکھیں گے۔ زیادہ توجہ طلب ہے۔

مطلب یہ کہ یہ لوگ اب جو کام بھی کریں گے۔ خواہ پوشیدہ خواہ ظاہر سرگوشیاں ، ہوں یا دلوں میں بننے والے منصوبے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوں گے۔ اس طرح جو غیب اللہ تعالیٰ پر واضح ہے وہی اس کے حبیب ﷺ پر ظاہر ہے۔

مزید برآں ان کے کام دیکھنے کی مدت کا تعین نہیں ہے۔ جب تک ایسے لوگ زندہ رہیں گے۔ یعنی قیامت تک اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ ان کے حالات و واقعات سے بے خبر نہیں ہوں گے۔

سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۵ میں یوں فرمایا گیا۔

> وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ
>
> اور میرے پیارے حبیب ﷺ آپ فرمادیں کہ کام کرو۔ اب تمہارے کام دیکھے گا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (نبی کریم ﷺ) اور مسلمان۔ اور جلدی اس کی طرف پلٹو گے جو چھپا اور کھلا سب جانتا ہے تو وہ کام تمہیں جتادے گا۔

اس آیہ کریمہ کا نزول غزوۂ تبوک کے موقعہ پر ہوا۔ جب کچھ لوگ اس غزوہ میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ یہ لوگ تین طرح کے تھے۔

۱۔ منافقین جو نفاق کے خوگر تھے۔

۲۔ دوسرے وہ لوگ جنہوں نے اپنے قصور کا اعتراف جلدی کر لیا اور جلد ہی توبہ بھی کرلی۔

۳۔ اور تیسرے وہ لوگ تھے جنہوں نے توقف کیا اور جلدی توبہ بھی نہ کی۔ یہ آیت اسی تیسرے گروہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے فرمایا انہیں کہہ دیں کہ تمہیں موقعہ دیا جاتا ہے۔ تم کام کرو۔ اب تمہارے کام اللہ تعالیٰ بھی دیکھے گا رسول بھی دیکھے گا۔ اور عام مسلمان بھی دیکھیں گے۔ پھر تم اس اللہ تعالیٰ کے پاس جاؤ گے جو ہر چھپے اور ہر ظاہر کو جانتا ہے۔

سوچنے والی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں تو پہلے بھی تمام انسانوں کے کام پوشیدہ نہیں۔ وہ ہر وقت ہر چھپے اور ظاہر کام کو دیکھ رہا ہے۔ اب یہاں اس کام میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ اور عام مسلمانوں (صحابہ کرام) کو بھی شامل فرما رہا ہے۔ اب جن پوشیدہ اور ظاہر کام کو اللہ تعالیٰ دیکھے گا اسے اس کا حبیب ﷺ اور مسلمانوں کی جماعت بھی دیکھے گی۔ یعنی ان کی آنکھوں پر سے غیب کے پردے اٹھ جائیں گے۔

یہ آیت ہماری رہنمائی اس جانب بھی کرتی ہے کہ چونکہ یہ حکم قرآن پاک میں اب بھی قائم ہے لہٰذا اللہ کے پیارے حبیب اور اولیاء اللہ سے یہ قوت چھین نہیں لی گئی۔ بلکہ ہر آنے والے زمانہ کے اولیاء ایسی بصارت اور بصیرت کی قوت سے متصف رہیں گے۔ نبی اللہ ﷺ اس علم غیب کے زیادہ مستحق ہیں۔

سورۂ یونس میں فرمایا گیا۔

> وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ
> فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ

> اور کہتے ہیں ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں
> نہیں اتری۔ آپ ﷺ فرمائیں غیب تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔
> اب راستہ دیکھو۔ میں بھی تمہارے ساتھ راہ دیکھ رہا ہوں۔
> (یونس: ۲۰)

اہل باطل کا یہ طریقہ ہے کہ جب ان کے خلاف برہان قطعی قائم ہوتی ہے تو وہ جواب سے عاجز ہو جاتے ہیں۔ تو اس برہان کا ذکر اس طرح چھوڑ دیتے ہیں جیسے کہ وہ پیش ہی نہیں ہوئی۔ اور یہ کہا کرتے ہیں کہ دلیل لاؤ۔ تاکہ سننے والے اس مغالطہ میں پڑ جائیں کہ ان کے مقابل اب تک کوئی دلیل ہی قائم نہیں کی گئی۔

اس طرح کفار نے حضور ﷺ کے معجزات بالخصوص قرآن کریم جو معجزہ عظیمہ ہے اس کی طرف سے آنکھیں بند کر کے یہ کہنا شروع کر دیا کہ کوئی نشانی کیوں نہیں اترتی۔ گویا کہ معجزات انہوں نے دیکھے ہی نہیں اور قرآن پاک کو وہ نشانی شمار ہی نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا کہ آپ فرما دیجئے کہ غیب تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اب راستہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ راہ دیکھ رہا ہوں۔

تقریر کا جواب یہ ہے کہ دلالت قاہرہ اس پر قائم ہے۔ کہ سید عالم ﷺ پر قرآن کا ظاہر ہونا ہی عظیم معجزہ ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ ان میں پیدا ہوتے ان کے درمیان پلے بڑھے۔ حضور ﷺ کا بچپن اور عہد شباب ان کی آنکھوں کے سامنے گزرا۔ وہ خوب جانتے تھے کہ آپ ﷺ نے کسی کتاب کا نہ مطالعہ کیا نہ کسی استاد کی شاگردی کی۔ یکبارگی قرآن کریم آپ ﷺ پر ظاہر ہوا اور ایسی بے مثل اعلیٰ ترین کتاب ایسی شان کے ساتھ نزول بغیر وحی کے ممکن ہی نہیں۔

یہ قرآن کریم کے معجزہ قاہرہ ہونے کی برہان ہے۔ جب ایسی قوی برہان قائم ہے تو اثبات ثبوت کے لئے کسی دوسری نشانی کا طلب کرنا قطعی غیر ضروری ہے۔ ایسی حالت میں اس نشانی کا نازل کرنا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے چاہے کرے چاہے نہ کرے، تو یہ اور غیب ہوا۔ اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ ظاہر فرمائے یا نہ فرمائے۔ نبوت ثابت ہو چکی اور رسالت کا ثبوت قاہرہ معجزات کے ساتھ کمال کو پہنچ چکا۔

ایک بار کفار مکہ نے آپ ﷺ سے روح کے بارے میں سوال کیا کہ روح کیا

ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ سے فرمایا۔ میرے پیارے حبیب ﷺ یہ لوگ جو آپ ﷺ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں انہیں فرمادیجئے کہ

> وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلاَّ قَلِيْلاً
>
> یعنی اے میرے پیارے حبیب ﷺ! یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ انہیں فرمادیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔ اور (مزید فرمائیں کہ) تمہیں علم کا بہت تھوڑا حصہ دیا گیا ہے۔ (بنی اسرائیل: ۸۵)

عرب کے جن لوگوں کو اپنے علم پر ناز تھا۔ جو غیر عرب کو خاطر میں نہ لاتے تھے بلکہ انہیں گونگا (عجمی) کہتے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کی زبان مبارک سے کہلوا رہا ہے کہ تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

عجیب بات ہے جن لوگوں نے اپنے سوا دوسروں کو گونگا کہا ان کے پاس تو بہت تھوڑا علم ہے اور جو گونگے ہیں وہ آنحضور ﷺ کے علم سے متعلق گفتگو کر رہے ہیں انہیں سوچنا چاہئے کہ وہ اپنے کس علم کے پیمانے سے یہ بات جانتے ہیں کہ حضور ﷺ علم غیب سے ناآشنا ہیں یا انہیں علم غیب نہیں دیا گیا ہے۔

سورہ کہف میں فرمایا گیا۔

> قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
>
> اے پیارے حبیب ﷺ: فرمادیجئے۔ کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے وہ جتنا ٹھہرے اسی کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کے سب غیب۔ (کہف: ۲۶)

اس آیت کا شان نزول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کا ذکر فرمایا کہ وہ

اپنے غار میں نو اوپر تین سو سال ٹھہرے۔ تو نجران کے عیسائیوں نے آنحضور ﷺ سے سوال کیا تھا کہ تین سو سال تو ٹھیک ہیں مگر نو کی زیادتی کیسی؟ تو اس کے جواب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ کہ اے میرے پیارے حبیب ﷺ ان لوگوں سے فرما دیں اس کے بارے میں میرا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ کہ وہ جس قدر ٹھہرے ہیں۔

چونکہ نجران کے عیسائیوں کا یہ ایک بیہودہ سا سوال تھا۔ یہاں ۹ سال کی زیادتی پر اعتراض کیا تھا اس کا جو بھی جواب دیا جاتا شائد ان کی تسلی نہ ہوتی اور وہ سوال در سوال کرتے چلے جاتے۔ وہ تین سو سالوں پر بھی معترض ہو سکتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ان (نجرانی عیسائیوں) کی فضول قسم کی بحث سے الگ کرنے کے لئے فرمایا کہ اے حبیب ﷺ انہیں فرمادیں آسمانوں اور زمین کے غیب اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اور اسی کے پاس اس بات کا علم ہے کہ وہ کس قدر غار میں ٹھہرے ہیں۔

یعنی اس مقام پر بھی حضور ﷺ کے علم غیب کی نفی نہیں فرمائی۔

سورۂ سباء میں فرمایا گیا۔

> وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لاَ تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ
> عٰلِمِ الْغَيْبِ لاَ يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِىْ السَّمٰوٰتِ
> وَلاَ فِى الْاَرْضِ وَ لاَ اَصْغَرُ مِنْ ذَالِكَ وَلاَ اَكْبَرُ اِلاَّ فِىْ
> كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ

> اور کافر بولے ہم پر قیامت نہ آئے گی۔ آپ ﷺ فرمائیں کیوں نہیں آئے گی۔ میرے رب کی قسم بیشک تم پر آئے گی۔ وہ غیب جاننے والا ہے اس سے غائب نہیں ذرہ بھر کوئی چیز آسمانوں اور زمین میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر ایک صاف بتانے

والی کتاب میں ہے۔ (سباء: ۳۰)

اس آیت سے بھی حضور ﷺ کے علم غیب کی نفی نہیں ہوتی۔ بلکہ کفار پر اللہ تعالیٰ کے ذاتی علم غیب کو باور کروانا ہے۔ جو یہ گمان کرتے تھے کہ قیامت نہیں آئے گی۔ حضور ﷺ کی اس قسم اٹھا کر قیامت کی خبر دینے میں حضور ﷺ کے علم غیب کا ثبوت ملتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے اس غیب کی مزید وضاحت آپ فرمارہے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کو آسمانوں اور زمین کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا علم ہے اس کے لئے کوئی چیز بھی غیب میں نہیں ہے۔

علاوہ ازیں ہر قسم کے اخبار الغیب اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بیان فرمادیئے ہیں اور یہ قرآن ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمایا گیا ہے۔ اب کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ قرآن کریم کے علوم و اسرار اور رموز سے آنحضور ﷺ آشنا نہیں؟ جب آپ جانتے ہیں تو ان غیوب کو بھی آپ ﷺ جانتے ہیں جن کا ذکر قرآن پاک میں کیا گیا ہے۔

سورۃ فاطر میں فرمایا جارہا ہے۔

> رَبَّنَآ اَخرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِیْ كُنَّا نَعْمَلُ اَوَلَمْ نُعَمِّرْ كُمْ مَّايَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

> اے رب ہمارے ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا۔ اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا تو اب چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں بیشک اللہ تعالیٰ

جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی بات کا بیشک دلوں کی
بات جانتا وہی ہے۔ (فاطر: ۳۷، ۳۸)

یہ آیہ کریمہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب منکرین کو دوزخ میں پھینکا جائے گا تو وہ پکار پکار کر کہیں گے کہ اے رب ہمارے ہمیں نکال اب ہم اچھا کام کریں گے۔ اور اس کام کے خلاف کریں گے جو ہم پہلے کرتے تھے۔ یعنی تیری اطاعت اور فرمانبرداری کریں گے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہیں تو میں نے ایک عمر دی تھی۔ اتنی لمبی عمر تھی کہ جس میں اچھائی برائی کو خوب سمجھا جاسکتا تھا مگر تم نہیں سمجھے۔ جو سمجھنے والے تھے وہ سمجھ گئے۔ تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ اب اس ظلم کا مزا چکھو۔ اب تمہاری مدد کوئی نہیں کرے گا۔ تمہیں شائد اس بات کا علم نہیں تھا اور نہیں ہے کہ اللہ تو زمین و آسمان کی ہر چھپی ہوئی بات کو جانتا ہے تمہارے دلوں کی باتوں اور نیتوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

اس آیہ کریمہ سے نبی پاک ﷺ کے علم غیب کی نفی نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی علم غیب کی تصدیق ہوتی ہے۔ کیونکہ منکرین دوزخ کی آگ کے ڈر سے دوبارہ زندگی مانگ رہے تھے اور وعدہ کر رہے تھے کہ اب ہم نیک کام کریں گے تیری تابعداری کریں گے۔ تیرے رسول کی اطاعت کریں گے۔

اللہ تعالیٰ چونکہ ان کے دلوں سے خوب واقف ہے۔ اس واقف ہونے کی اطلاع انہیں دی جارہی ہے۔ کہ تم جس عذاب نار سے اب ڈر رہے ہو اس سے ڈرانے والا میرا حبیب مکرم ﷺ تمہارے پاس تشریف لایا تھا۔ تم نے اس کی بات نہیں مانی۔ تم نے اس کی باتوں پر یقین نہیں کیا حالانکہ وہ بالکل سچی بات کہتا تھا۔ یعنی نبی مکرم ﷺ نے تمہیں اس بات سے ڈرایا جو تم نہ جانتے تھے مگر وہ (نبی کریم ﷺ) تو خوب جانتے تھے

اس لئے ایک لمبی عمر تک وہ تمہیں ڈرا ڈرا کر آگاہ کرتے رہے۔

ایک بار قوم بنی اسد کے لوگوں نے آنحضور ﷺ سے کہا کہ ہم لوگ اپنے اہل و عیال سمیت ایمان لائے اور آپ ﷺ کے خلاف قتال کرنے کے لئے تلوار نہیں اٹھائی حالانکہ فلاں فلاں قبیلے کے لوگوں نے آپ سے قتال کیا ہے۔ گویا کہ ان لوگوں نے آپ پر بڑا احسان جتایا اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کا یہ احسان جتانا پسند نہیں آیا۔ اور سورہ حجرات میں ان آیات کا نزول فرمایا۔

> يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
>
> اے میرے پیارے محبوب ﷺ: وہ آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ مسلمان ہوگئے۔ آپ انہیں فرما دیں اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت کی اگر تم سچے ہو بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے آسمانوں اور زمین کے سب غیب اور اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔
>
> (حجرات: ۱۷۔۱۸)

اس آیہ کریمہ سے بھی آنحضور ﷺ کے علم غیب کی نفی نہیں ہوتی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی زبان سے ان مسلمانوں کو جو ایمان لانے کا احسان جتا رہے تھے اپنے ذاتی علم غیب کو باور کروا رہا ہے۔

حضور ﷺ کا علم غیب قرآنی آیات کی روشنی میں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ

رُسُلِهٖ مَنْ يَشَآءُ

اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ نہیں کہ اے (عام) لوگو! تمہیں غیب کا
علم دیدے، ہاں اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے
چاہے۔ (آل عمران: ۱۷۹)

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے اس دعویٰ کی تردید کر دی جو یہ کہیں کہ وہ علوم غیب سے آگاہ ہیں۔ اور ان لوگوں کو بھی بتادیا جو رسولوں تک کے علم غیب سے مطلع ہونے کا بھی انکار کرتے ہیں۔ بلکہ یہ بات بڑی واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے ان کا انتخاب کر لیتا ہے جنہیں اس نے علوم غیب سے تعلق رکھنے والی باتوں سے آگاہ فرمانا ہوتا ہے۔ تو ہم یہ بات یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ ایسے رسولوں میں ہمارے آقا و مولا ﷺ سر فہرست ہیں۔

اور پھر اس بات کی تائید میں سورۃ النساء میں فرمایا۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ

اور آپ کو (اے پیارے حبیب ﷺ) ہم نے وہ کچھ سکھا دیا جو
آپ نہیں جانتے تھے۔ (النساء: ۱۱۳)

جس چیز کے بارے میں کوئی نہیں جانتا اس کا تعلق یقیناً علم غیب سے ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ سے فرما رہا ہے۔

کہ اے میرے پیارے حبیب ﷺ! ہم نے آپ کو وہ وہ کچھ سکھا دیا ہے وہ وہ کچھ بتا دیا ہے۔ اور ان ان باتوں کی حقیقتوں سے آگاہ کر دیا ہے جنہیں آپ اس سے پہلے نہیں جانتے تھے۔

ہم کہتے ہیں یہ بات واضح ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کے لئے جن باتوں کی حقیقتوں سے پردے اٹھائے ہیں اور انہیں بے نقاب کر دیا ہے وہ بے شک

ساری دنیا کے لئے غیب ہوں مگر حضور ﷺ کے لئے غیب نہ ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی مکرم ﷺ کو وہ کتاب دی جس کے بارے میں اس نے فرمایا۔

مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ

ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھانہ رکھا۔(الانعام : ۳۸)

یعنی اے میرے پیارے حبیب ﷺ! یہ وہ کتاب ہے جس میں ماکان وما یکون کا بیان ہے۔

درحقیقت اللہ تعالیٰ اس آیت کی رو سے اپنے حبیب ﷺ کو بہت زیادہ مطمئن کرنے کے لئے فرمارہاہے کہ جو کتاب ہم نے آپ پر نازل کی ہے۔ اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جن کے بارے میں آپ کے زمانہ نبوت یعنی قیامت تک کے لوگ آپ سے امتحاناً سوال کریں گے۔ آپ کتاب کو خوب جانتے ہیں وہ جو بھی سوال کریں گے اس کا جواب اس میں موجود ہے اور آپ کو جواب دینے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔

اور سورۂ یونس کی یہ آیت اسی بات کی مزید تصدیق کرتی ہے کہ

وَتَفْصِیْلَ الْکِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اور لوح میں جو کچھ لکھاہے اس میں اس کی سب تفصیل ہے۔ اس
میں کچھ شک نہیں ہے پروردگارِ عالم کی طرف سے ہے۔

(یونس: ۳۷)

یعنی اس کتاب میں تو ان سب چیزوں کی تفصیل ہے جو لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں۔ اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے کیونکہ یہ عالمین کے رب کی طرف سے ہے۔

لوح محفوظ میں کیا ہے؟ قیامت تک کے آنے والے حالات وواقعات کی ایک ایک بات لکھی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ فرمارہاہے کہ اس قرآن پاک میں ان باتوں کی بھی

تفصیل ہے یعنی اگر لوح محفوظ میں ان باتوں کو اجمال کے ساتھ لکھا گیا ہے تو قرآن پاک میں انہیں باتوں کی تفصیل ہے۔ اب جس کے پاس لوح محفوظ کے اسرار ورموز کی تفصیل آجائے اس کے علم غیب میں کیسے شک کیا جا سکتا ہے؟

اور پھر اس تفصیل پر سے بھی پردے اٹھاتے ہوئے فرمایا۔

> وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَاناً لِّكُلِّ شَيْءٍ
>
> یعنی اور ہم نے آپ پر وہ قرآن اتارا جس میں ہر چیز کا بیان بڑا ہی روشن ہے۔ (النحل: ۸۹)

اندھیرا بھی چیزوں کو غیب کی دنیا میں لے جاتا ہے اور روشنی انہیں غیب سے نکال دیتی ہے۔ اللہ فرما رہا ہے کہ قرآن کی تو ہر بات ہی بڑی روشن اور واضح ہے۔ سورۃ الحدید میں فرمایا گیا۔

> هُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ
>
> وہی ہے کہ اپنے بندہ پر روشن آیتیں اتارتا ہے۔ تاکہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف لے جاتے ہیں۔ (الحدید: ۹)

اور پھر اس بات کا اعادہ سورۃ الطلاق میں کیا گیا۔ یعنی

> رَسُوْلاً يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ
>
> وہ رسول کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی روشن آیتیں پڑھتا ہے۔ تاکہ انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اندھیروں سے اجالے کی طرف لے جائے۔ (الطلاق: ۱۱)

غور کریں تو یہ بات ہم آسانی سے اخذ کر سکتے ہیں کہ اندھیرے میں ہر ایک چیز

غیب میں ہے۔ ہر ایک چیز پر غیب کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ مگر روشنی میں ہر ایک چیز ظاہر ہو جائے گی یعنی ان پر سے غیب کے پردے اٹھ جائیں گے۔

ان آیات میں یہی بات واضح کی گئی ہے کہ یہ نبی (حضرت محمد ﷺ) تو تم کو اندھیروں سے نکال کر اجالے کی طرف لاتے ہیں۔ یعنی تم پر غیب کی چیزیں واضح کر دیتے ہیں۔ اور تم وہ چیزیں دیکھنے لگتے ہو جو اس سے پہلے نہ دیکھ سکتے تھے۔ پھر کیونکر کوئی بات حضور ﷺ کے لئے غیب میں رہ سکتی ہے۔

اور جس وقت آیت اُسْجُدُوْ لِلرَّحْمٰنِ نازل ہوئی تو کفار مکہ نے کہا۔ یہ رحمٰن کون ہے؟ ہم نہیں جانتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الرحمٰن نازل فرمائی کہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنُ یعنی رحمٰن وہ ہے جس نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو قرآن مجید سکھایا۔

اب یہ بات زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن پاک جس کے اسرار و رموز کو مکمل طور پر سمجھ لینے کا دعویٰ آج تک کوئی نہیں کر سکا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے خود اپنے محبوب کریم ﷺ کو سکھا دیا ہے۔ اب اندازہ کریں استاد جب اپنے شاگردوں کو سبق پڑھاتا ہے تو وہ سبق کے ایک ایک پہلو کو بے نقاب کرتا چلا جاتا ہے تو پھر یقیناً کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو قرآن پاک سکھانے میں ہر آیت کے تمام نکات وضاحت کے ساتھ سمجھائے ہیں۔

> عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ
>
> غیب کا جاننے والا تو اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (الجن: ۲۶۔۲۷)

اس آیت سے کتنا واضح طور پر ثبوت مل رہا ہے۔ یعنی غیب کو جو جانتا ہے وہ کسی اور کو اس پر مسلط نہیں کرتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ یعنی جو اس کے پسندیدہ

رسول ہیں انہیں اپنے غیبوں پر مطلع کر دیتا ہے۔

اور سورۂ تکویر میں مزید وضاحت فرمادی۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ

کہ اس کے نبی یعنی (محمد رسول اللہ ﷺ) غیب کی باتیں بتانے میں بخیل نہیں ہیں۔ (التکویر: ۲۴)

مطلب یہ کہ غیب جانتے بھی ہیں اور غیب کی باتیں بتانے میں بخل سے کام بھی نہیں لیتے۔

حضور ﷺ کا علم غیب احادیث کی روشنی میں

حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں سورج کو گرہن لگ گیا۔ آپ ﷺ نے نماز کسوف کا اہتمام فرمایا۔ صحابہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ اس کے بعد ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں یہ بات بھی فرمائی گئی۔

یاامة محمد واللہ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا عَلِمْتُ فضحکتم قَلِیلا وَلبکیتم کثیراً (صحیح بخاری باب الصدقة فی الکسوف وتفسیر سورۂ مائدہ)

اے گروہ محمد ﷺ! خدا کی قسم اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو ہنستے کم اور روتے زیادہ۔

واضح فرمایا جارہا ہے کہ میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم سے پوشیدہ ہے۔ یعنی تمہارے لئے غیب ہے۔ فرمایا میرے لئے اللہ تعالیٰ نے زمین کو لپیٹ دیا پس میں نے اس کے مشارق ومغارب کو دیکھ لیا۔ اور قریب ہے کہ میری امت کی سلطنت ان تمام مقامات تک پہنچے اور مجھے دو خزانے سرخ وسفید دیئے گئے۔ (صحیح مسلم کتاب الفتن)

اور ایک بار مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے بعد منبر شریف پر تشریف لے گئے اور فرمایا۔

هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ هٰهُنَا فَوَاللهِ مَا یُخْفِیْ عَلَیَّ خُشُوْعُکُمْ
وَلَا رُکُوْعُکُمْ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ وَرَآءِ ظَهْرِیْ

(صحیح بخاری باب عظۃ امام الناس)

تم دیکھتے ہو کہ میرا رخ ادھر ہے لیکن خدا کی قسم مجھ سے نماز میں نہ تمہارا خشوع اور نہ تمہارا رکوع پوشیدہ رہتا ہے۔ میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

یہ بات سب جانتے ہیں کہ رکوع کا تعلق انسان کی بدنی حرکات سے ہے اور خشوع کا تعلق دل سے ہے۔ دل پردے میں ہے۔ دکھائی نہیں دیتا ہے علاوہ ازیں دل جس عاجزی اور فروتنی کو جنم دیتا ہے وہ مزید غیب کے پردوں میں ہے۔ حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ تمہارا خشوع اور رکوع مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ آپ کی ظاہری آنکھیں قبلہ رخ ہیں مگر پیچھے کے کتنے نمازیوں کے دلوں میں آپ ﷺ جھانک رہے ہیں۔ اور یہ بات آپ پہ واضح ہو رہی ہے کہ کون کس خیال میں نماز پڑھ رہا ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں یوں فرمایا۔

انی لاراکم من ورائی کما اراکم (صحیح بخاری باب عظۃ امام الناس)

میں جس طرح تم کو دیکھ رہا ہوں اسی طرح میں تم کو پیچھے سے بھی دیکھ رہا ہوں۔

صحابہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھنے کے بعد تقریر شروع کی اور ظہر تک تقریر فرماتے رہے۔ پھر آپ نے ظہر کی نماز پڑھی فارغ ہوئے تو پھر تقریر شروع کر دی حتی کہ عصر کا وقت ہو گیا۔

اس صبح سے شام تک کے طویل خطبہ میں حضور ﷺ نے لوگوں کو ابتدائے آفرینش سے اب تک جو کچھ ہو چکا ہے وہ سب کچھ بتا دیا اور اب سے قیامت تک جو کچھ

ہونے والا ہے وہ بھی سب کچھ بتادیا۔ یعنی واقعات پیدائش عالم، علامات قیامت، فتن اور حشر ونشر سب کچھ سمجھادیا۔

حضرت ثوبان روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

رَأَیْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فِیْٓ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَاءُ الْاَعْلٰی قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ کَفَّهٗ بَیْنَ کَتَفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَتَلَاوَ کَذَالِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوقِنِیْنَ (مشکوٰۃ)

میں نے اپنے رب عزوجل کو احسن صورت میں دیکھا۔ رب نے فرمایا (اے محمد ﷺ) ملائکہ مقربین کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا مولا! تو ہی خوب جانتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، پھر میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ میں نے اس کے وصول فیض کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی۔ پس مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہو گیا جو کہ آسمانوں اور زمین میں تھیں۔ پھر تلاوت فرمائی۔ وکذلك نری الخ

حضرت شاہ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں ایک حدیث یوں نقل کرتے ہیں۔

فَعلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

حضور ﷺ نے فرمایا پس جانا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ایک حدیث بخاری شریف میں یوں نقل کی گئی ہے۔

> قَامَ فِینَا رَسُوْلُ اللہِ ﷺ مُقَامًا فَاَخْبَرَنا عَنْ بَدْءِ الْخلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ مَنَازِلَھُمْ وَاَھْلُ النَّارِ مَنَازِلَھُمْ حَفِظَ ذَالِكَ مَنْ حَفِظَه وَنَسِیَہٗ مَنْ نَسِیَہٗ (بخاری شریف)
>
> حضور ﷺ نے ہم میں قیام فرمایا اور مخلوقات کی ابتدا سے لے کر جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کی تمام خبریں دیں۔ یاد رکھا جس نے یاد رکھا۔ اور بھلادیا جس نے بھلادیا۔

حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

> فَاَخْبَرَنَا بِمَا کَانَ وَبِمَا ھُوَ کَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظنَا (مسلم شریف)
>
> ہمیں حضور ﷺ نے ہر اس چیز کی خبر دیدی جو ہو چکی اور جو قیامت تک ہونے والی تھی۔ ہم میں زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ یاد رہا۔

یہاں ہمیں ایک حدیث قدسی کی روشنی میں بات کرنی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ ہمیشہ نوافل پڑھنے کے ساتھ میرے قریب ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں، جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہر بندے کے ساتھ ہے۔ ہر نبی اور غیر نبی اس حکم میں شامل ہے۔ نبیوں کا مقام سب بندوں سے اونچا ہے اور حضور ﷺ تو سرورِ انبیاء ہیں۔

اب اگر کسی شخص سے سوال کیا جائے کہ کیا حضور ﷺ ساری ساری رات نوافل پڑھتے تھے یا نہیں؟ تو جواب یقیناً ہاں میں آئے گا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کے اپنے فرمان کے مطابق آپ کو اللہ تعالیٰ سے قرب بھی ہو گیا۔ تو لازم ہے کہ حضور ﷺ میں یہ بات پیدا ہو گئی کہ آپ کے کان سننے کے لئے اللہ تعالیٰ کے کان بن گئے۔ آپ کی آنکھ دیکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی آنکھ بن گئی۔ اب حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے کان سے سنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آنکھ سے دیکھتے ہیں تو کہنا پڑے گا کہ حضور ﷺ کے کان دور و نزدیک کی بات سننے کے لئے عاجز نہیں ہیں اور نہ ہی آپ کی آنکھ ہزاروں لاکھوں پردوں میں چھپی ہوئی چیز کو دیکھنے میں عاجز ہے۔

اگر کان اور آنکھ کو عاجز کہو گے تو اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ پورا نہ ہو سکے گا جو اس نے اپنے بندے کے ساتھ فرمایا ہے۔

حضور ﷺ کے کان اور آنکھ میں لطافت ہی لطافت ہے، کثافت کا شائبہ تک نہیں ہے۔

یہ ایک مانی ہوئی حقیقت ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے ہیں تو قریب بیٹھے ہوئے صحابہ کو بھی دکھائی نہیں دیتے۔ یعنی پردہ غیب میں ہوتے ہیں۔ مگر حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھ کر جبرئیل علیہ السلام محوِ گفتگو ہوتے ہیں اگر یوں کہا جائے کہ جب ان دونوں ہم نشین ہونے والوں میں "ایک" عام لوگوں کو دکھائی دے رہا ہے۔ جبکہ دوسرا بالکل اوجھل ہے اور پھر اوجھل بھی وہ جس کے پر مشرق و مغرب تک سایہ فگن ہو جاتے ہیں مگر حضور ﷺ اس فرشتہ کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔

ایسے ہی جب قرآن پاک کا نزول ہوتا ہے تو آپ لوحِ محفوظ پر دیکھتے ہیں اور

فرماتے ہیں قرآن کے اس ٹکڑے کو فلاں سورۃ میں فلاں آیت کے آگے یا فلاں آیت کے پیچھے رکھا جائے۔ گویا کہ آپ کی نگاہ پاک خلاؤں کو چیرتی ہوئی اور آسمانوں کے پردوں کو ہٹاتی ہوئی لوح محفوظ کی اس تحریر کو دیکھنے لگتی ہے جہاں قرآن پاک محفوظ ہے کہ یہ آیت قرآن پاک کے کس مقام پر مرقوم ہے۔

حضور ﷺ کی غیب دانی کے یہ نکات ہمیں ایسی دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ ہمارا یہ یقین ہو جائے کہ حضور ﷺ ہمارے دلوں کی دنیا سے آشنا ہیں۔

مطالعہ سیرت النبی ﷺ بندے کو آقائے دو جہاں ﷺ کے قریب کرنے کا ذریعہ ہے اور حضور ﷺ نے تو زندگی بھر محبتیں ہی بانٹی ہیں۔ محبت کے دامن میں درس قربت ہی تو ہے یا قربت کے دامن میں محبت ہے۔ جب کسی ہستی سے محبت ہو جائے تو اپنی عقل اور عقل کی تنقید سے دامن چھڑانا پڑتا ہے۔ تنقید کی کھڑکیاں بند کر دیں بس محبت کے جھروکوں میں سے دیکھیں۔ آپ جب قریب ہو کے دیکھیں گے تو پیچیدگیاں معدوم ہو جائیں گی اور پھر قبائے گل میں کوئی خار نظر نہ آئے گا۔

نکات الغیب کے یہ چند اوراق اسی جذبہ کے ساتھ پیش کر کے کوشش کی گئی کہ سیرت مصطفیٰ ﷺ کا مطالعہ کرتے وقت مختلف واقعات کے دامن میں جو ہمیں حضور ﷺ کی پاکیزہ زندگی میں غیب کے نکتے میسر آئے ہیں انہیں ایمان کی تازگی کے لئے یکجا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو قبول و منظور فرمائے۔

اس کوشش کی صحت اس وقت زیادہ ممکن ہے جب قارئین کے مفید مشورے ہم تک پہنچیں گے۔ کہ ہمارے سمند عقیدت نے کہاں کہاں ٹھوکریں کھائی ہیں ہمیں آپ کے اصلاحی مشوروں کا ہمیشہ انتظار رہے گا۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو حضور ﷺ کی محبت سے سرشار فرمائے۔ آمین بجاہ طٰحٰہ و یٰسین

نیاز مند

محمد انور قمر شرقپوری

شرق پور شریف۔ شیخوپورہ

مکی زندگی

مکی زندگی

رضاعت

حضور نبی مکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوتی ہے۔ تو آپ ﷺ نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ پیا۔ تین دن کے بعد آپ ﷺ ابولہب کی لونڈی ثویبہ کا دودھ پیا اور اس کے بعد حلیمہ سعدیہ کے ہاں آپ ﷺ رضاعت کے لئے چلے گئے۔

عرب میں اس زمانہ میں دستور تھا کہ اپنے شیر خوار بچوں کو قریب کے دیہاتوں میں بھیج دیا کرتے تھے۔ ان کی سوچ یہ تھی کہ دیہاتوں کے لوگ زیادہ فصیح اللسان ہیں۔ آب و ہوا شہروں کی نسبت زیادہ تازہ اور صاف ہوتی ہے۔ قدرتی مناظر سے خوب لطف آتا ہے۔ جنگلی وحوش کو دیکھنے سے ان سے مقابلہ کرنے اور انہیں زیر کرنے کی قوت اور جرات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور پھر قدرت کی ناہمواریوں کے باعث لوگ زیادہ متوکل بن جاتے ہیں۔

چونکہ اس رسم کے تحت شہر والوں کو ان عورتوں کی ضرورت رہتی تھی جو اجرت پر ان کے بچوں کو دودھ پلایا کریں اور ان کی دیکھ بھال بھی کیا کریں۔ اور دیہات والے چونکہ غریب ہوتے تھے ضروریات زندگی ان کے پاس وافر نہ ہوتی تھیں اس طرح شہر والوں کی خواہش دیہات والوں کی ضرورت بن گئی تھی۔ اس بنا پر دیہات کے کچھ خاندان والوں نے اس کام کو بطور پیشہ اپنالیا تھا۔ وہ اپنی عورتوں کے ساتھ سال میں دو مرتبہ شہر میں آتے اور ان بچوں کو ساتھ لے جاتے جن کے والدین بچوں کی زیادہ بہتر

پرورش کے خواہاں ہوتے۔

جن دنوں حضور ﷺ کی ولادت ہوئی وہ موسم ان دودھ پلانے والی عورتوں کے آنے کا تھا۔ چنانچہ ایسی عورتوں کا ایک قافلہ شہر میں آیا ان عورتوں کا تعلق قبیلہ ہوازن سے تھا۔ اس قافلہ میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں جو نہایت غریب خاندان سے تھیں ان کے پاس ایک مریل سی اونٹنی بھی تھی جس کا چلنا اس قدر سست تھا کہ قافلے سے بہت پیچھے رہ جاتی تھی حلیمہ کا خاوند اور ان کا شیر خوار بچہ عبداللہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔

یہ لوگ جب مکہ میں پہنچے تو حارث بن عبدالعزیٰ (حلیمہ سعدیہ کے خاوند) عبداللہ کو گود میں میں اٹھائے باہر کھلی جگہ میں اونٹنی اور سامان کے پاس بیٹھے اور حضرت حلیمہ سعدیہ دودھ پلائی پر بچہ حاصل کرنے کے لئے گلی گلی پھرنے لگی۔ دودھ پلانے والی بہت سی عورتیں حضور ﷺ کے گھر تک گئیں مگر انہوں نے یہ خیال کرتے ہوئے آپ ﷺ کو گود میں نہیں لیا کہ اس یتیم بچے کی بیوہ ماں نہ تو انہیں پوری دودھ پلائی دے گی اور نہ ہی وافر مقدار میں انعامات دے گی۔

حضرت حلیمہ سعدیہ بھی اسی خیال کے پیش نظر ایک بار حضور ﷺ کے گھر میں جا کر واپس آگئی تھیں۔ مگر جب انہیں کہیں سے اور کوئی بچہ نہ ملا تو وہ آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے جانے پر مجبور ہو گئیں۔ اس لئے اپنے خاوند سے مشورہ کیا اور ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔

حارث کے دل میں اللہ تعالیٰ نے بھلائی ڈال دی۔ وہ فرحت و مسرت سے پھول سا گیا کہنے لگا کوئی بات نہیں اس بچہ کو لے لو۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اس بچے کے گھر آنے سے برکتوں کا نزول ہو سکتا ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ حضرت عبدالمطلب کے ہمراہ ان کے گھر میں گئیں۔ عرض

کیا بچہ کہاں ہے؟ آپ حضرت حلیمہ سعدیہ کو حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ آمنہ کے کمرہ میں لے گئے۔ جہاں حضور ﷺ تشریف فرما تھے۔ آپ دودھ سے زیادہ سفید صوف میں لپٹے ہوئے تھے۔ اور آپ ﷺ کے نیچے سبز ریشمی کپڑے کا بچھونا تھا۔ آپ ﷺ کے جسم اطہر سے کستوری کی خوشبو آرہی تھی اور آپ ﷺ پشت کے بل سوئے ہوئے تھے، آپ ﷺ کے خراٹوں کی آواز آرہی تھی آپ ﷺ کا حسن و جمال دعوت نظارہ دے رہا تھا۔

جب حضرت حلیمہ سعدیہ نے حضور ﷺ کو اٹھایا تو آپ ﷺ مسکرانے لگے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ کہتی ہیں کہ آپ بالکل بے وزن تھے۔ آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے نور نکلا اور آسمان تک پھیل گیا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ نے ماتھے پر بوسہ دیا۔

سیرت دحلانیہ کے مطابق حضرت سعدیہ کے دائیں پستان سے دودھ نہیں آتا تھا۔ صرف بائیں پستان سے دودھ آتا تھا جس کا دودھ عبداللہ کے لئے بھی ناکافی تھا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ نے اپنا دایاں پستان منہ میں ڈال دیا یہ خشک پستان دودھ سے بھر گیا اور دوسرے پستان میں بھی دودھ کی مقدار بڑھ گئی۔ حضرت حلیمہ سعدیہ نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ شائد اس خشک پستان سے حضور ﷺ کی سیری نہ ہوئی ہو دوسرا پستان آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا منہ میں ڈالنے کی کوشش کی۔ مگر حضور ﷺ نے اس پستان کو منہ ہی نہیں لگایا۔

یہ صرف آج کے دن کی بات نہیں تھی۔ حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ گھر میں جا کر بھی دوسرے پستان سے دودھ نہ پیتے تھے۔

نکتۂ غیب

اس واقعہ سے دو باتیں بڑی واضح دکھائی دیتی ہیں۔

۱۔ چونکہ حضرت حلیمہ سعدیہ کا دایاں پستان بالکل خشک تھا اس میں سے دودھ کی ایک بوند تک بھی نہ آتی تھی۔ مگر حضور ﷺ نے جب اسے منہ میں ڈالا تو وہ خشک پستان دودھ سے بھر گیا۔ یہ آنحضور ﷺ کا معجزہ ہے۔

۲۔ اور یہ کہ چھ دن کے بچے کی آنکھوں کے سامنے غیب کے حجابات اٹھ گئے کمرے کی دیواریں ہٹ گئیں۔ گھر کی چار دیواری ایک طرف ہو گئی۔ اور پھر محلے کے سارے مکانوں کی رکاوٹیں سر ہو گئیں۔ اور آپ کی نظریں اپنے ایک ننھے منے رضاعی بھائی کو دیکھنے لگیں۔ جو اپنے والد کی گود میں بیٹھا ماں کے آنے کا منتظر تھا۔ کہ وہ آئے اور اسے دودھ پلائے۔

یہ بچہ ہر اس شخص کے لئے غیب کی جگہ میں بیٹھا تھا جو اس کے پاس نہیں تھا مگر حضور ﷺ کے لئے غیب کی جگہ بھی نہ تھی۔ آپ ﷺ اسے دیکھ رہے تھے اس کی بھوک تک کو محسوس کر رہے تھے اس کے اضطراب کی ایک ایک کروٹ ان کی آنکھوں سے اوجھل نہ تھی۔ آپ ﷺ نے اس دودھ شریک بھائی کو دیکھا تو پھر اس کا ہمیشہ خیال رکھا۔ اور رضاعت کی پوری مدت تک اس کا خیال رکھا اس کے حصے کا دودھ نہیں پیا۔ (سیرت دحلانیہ، سیرت النبی از شبلی نعمانی، سیرت ابن ہشام)

حرام گوشت

چونکہ حضور ﷺ نے اعلان نبوت سے قبل بھی ایک پاکیزہ زندگی بسر کی ہے۔ بچپن کی کوئی کوتاہی یا جوانی کی کوئی شوخی آپ ﷺ کے قریب تک نہیں آئی۔ مشرکانہ اور بت پرستانہ افعال جو اس وقت کفار مکہ کے نزدیک مستحسن خیال کئے جاتے تھے آپ ﷺ نے ان سے بھی اجتناب فرمایا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ کے روز و شب کے لمحات بڑے محترم تھے۔ اسی بنا پر قریش نے ایک بار آپ ﷺ کی دعوت کی۔

قسم قسم کے کھانے دستر خوان پر چن دیئے گئے۔ مگر جو گوشت کے تھال یہاں

پیش کئے گئے ان میں ان جانوروں کا گوشت تھا جو بتوں کے چڑھاوے کے تھے اور انہیں کے نام پر وہ ذبح کئے گئے تھے۔

نکتۂ غیب

یہ ایسی بات تھی جس کا علم صرف صاحب خانہ کو تھا۔ دیگر مدعوین کی نگاہوں سے یہ بات بالکل اوجھل تھی حضور ﷺ کی نگاہوں سے غیب کے پردے اٹھ گئے اور وہ مناظر آپ ﷺ کو دکھائی دینے لگے کہ کن کن لوگوں نے یہ جانور بتوں کے نام پر چھوڑے اور کس نے بتوں کے نام پر انہیں ذبح کیا۔ دوریاں سمٹ گئیں۔ درمیان کی رکاوٹیں ہٹ گئیں۔ اور آپ ﷺ پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ یہ گوشت پاکیزہ نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے ہاتھ کھینچ لیا گوشت کی ایک بوٹی تک کو ہاتھ نہیں لگایا۔

اس واقعہ میں غیب کے پردے دو اعتبار سے اٹھتے ہیں ایک تو یہ کہ کوئی کام کسی اوٹ میں ہو رہا ہو اور صاحب بصیرت یا جس سے غیب پوشیدہ نہیں وہ دیکھ رہا ہو۔ اور دوسرا یہ کہ کوئی کام وقت سے پہلے ہو چکا ہو اور اب اس پر اطلاع دی جا رہی ہو۔

جب بتوں کے نام پر یہ جانور چھوڑے گئے وہ بھی ماضی کی بات ہے جب انہیں بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا وہ بھی ماضی (ماضی قریب) کی بات ہے اور اب جب یہ کھانا تیار ہو کے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا تو ماضی و حال کا امتیاز ختم ہو گیا۔ سب حال ہی حال بن گیا۔

دیمک

اسلام کی روشنی دلوں میں جگہ پانے لگی تو سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ایمان لائے اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ایمان کی

دولت سے سرفراز ہوئے۔ تو اسلام کی عزت اور قوت میں ایک طرف اضافہ ہو گیا اور دوسری طرف صحابہ کرام حبشہ کی طرف جا رہے تھے۔ نجاشی نے ان مسلمانوں کو پناہ دے دی۔ جس وجہ سے وہاں وہ محفوظ تھے۔ اس طرح مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔

قریش مکہ کو یہ بات پسند نہیں تھی۔ ۷ نبوی میں مکہ والوں نے آپس میں عہد کیا کہ اگر بنی ہاشم حضور ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کیلئے ہمارے حوالے نہ کریں گے تو ان سے ہم ہر طرح کے تعلقات منقطع کر لیں گے۔ کوئی شخص ان سے قرابت نہیں کرے گا۔ نہ ان کے ہاتھ کسی قسم کی خرید و فروخت کرے گا اور نہ ہی ان کے پاس کسی قسم کا کھانے پینے کا سامان جانے دے گا۔ اس معاہدہ کی عبارت منصور بن عکرمہ نے لکھی اور اس معاہدہ کو خانہ کعبہ میں لٹکا دیا گیا۔

حضرت ابو طالب کو یہ بات قطعاً ناپسند تھی۔ وہ خاندان بنی ہاشم کے ہمراہ شعب ابو طالب میں چلے گئے۔ شعب ابو طالب مکہ کے قریب ایک درہ تھا جو بنو ہاشم کی ملکیت اور موروثیت میں تھا۔ اس درہ میں بنو ہاشم تین سال تک رہے۔ روض الانف میں امام سہیلی نے تصریح کی ہے کہ حضرت سعد بن وقاص کو ایک دفعہ ایک سوکھا چمڑا ہاتھ آ گیا۔ انہوں نے اسے اچھی طرح دھویا پھر آگ پر بھونا اور پانی میں ملا کر کھایا۔ بچوں کو جب بھوک لگتی تو وہ رونے لگتے اور ہائے روٹی ہائے روٹی پکارتے تھے۔ جب یہ آواز درہ سے باہر جاتی تو قریش سن سن کر خوش ہوتے تھے۔

اس تنگی اور عسرت کے دن گزارتے گزارتے تین سال گزر گئے۔ تو قریش مکہ کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے نرم کیا اور اس معاہدہ کو توڑنے کی تحریک پیدا ہوئی ہشام عامری خاندان بنی ہاشم کا قریبی رشتہ دار تھا۔ اور اپنے قبیلہ میں ممتاز تھا وہ چوری چھپے بنو ہاشم کو غلہ وغیرہ بھیجتا رہتا تھا ایک دفعہ زہیر کے پاس جو عبد المطلب کے نواسے تھے گیا اور کہا

کیوں زہیر یہ بات تم کو پسند ہے؟ کہ تم کھاؤ پیو اور ہر قسم کا لطف اٹھاؤ اور تمہارے ماموں (ابو طالب) اور ان کے خاندان کو ایک دانہ تک نصیب نہ ہو۔

زہیر نے کہا میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں اکیلا ہوں ایک شخص بھی اگر میرا ساتھ دے تو میں اس ظالمانہ معاہدہ کو پھاڑ کر پھینک دوں۔

ہشام نے کہا۔ زہیر فکر نہ کرو میں آپ کے ساتھ ہوں پھر دونوں مل کر مطعم بن عدی کے پاس گئے۔ تو ابو البختری، ابن ہشام اور زمعہ بن الاسود نے بھی ساتھ دیا۔ اور دوسرے دن سب مل کر حرم میں گئے۔

زہیر نے سب لوگوں کو مخاطب کر کے ایک مؤثر تقریر کی کہا۔ اے اہل مکہ! یہ کہاں کا انصاف ہے؟ کہ ہم لوگ تو آرام کے ساتھ اپنے شب و روز گزاریں۔ طرح طرح کے کھانے کھائیں اور بنو ہاشم کو آب و دانہ تک نصیب نہ ہو خدا کی قسم جب تک یہ ظالمانہ معاہدہ چاک نہ کر دیا جائے گا میں باز نہیں آؤں گا۔

قریب ہی ابو جہل بیٹھا تھا وہ کھڑا ہو گیا۔ بولا اس معاہدہ کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ جو بھی ایسی جرات کرے گا اس کے ہاتھ توڑ دیئے جائیں گے۔

نکتۂ غیب

ادھر یہ تکرار ہو رہی تھی ادھر حضور ﷺ کی آنکھوں سے غیب کے پردے اٹھ رہے تھے۔ آپ ﷺ کی نظریں اس معاہدہ کو دیکھ رہی تھیں اور اس دیمک کی ایک ایک حرکت آپ کی نگاہ میں تھی جو عام لوگوں کو قریب سے بھی مشکل سے دکھائی دیتی ہے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ دیمک کو اس معاہدہ کو چاٹ کر جانے کا کام اللہ تعالیٰ نے سونپ دیا ہے۔

آپ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب سے فرمایا۔

چچا جان! میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے مقاطعہ کا جو معاہدہ خانہ کعبہ میں لٹکایا گیا ہے

اس میں قطعیت اور قتل کے الفاظ کو دیمک نے چاٹ لیا ہے مگر اللہ تعالیٰ اور رسول کے نام باقی ہیں۔ اس طرح جو کام عرب کے بہادر نہیں کر سکے وہ میرے اللہ تعالیٰ کی ایک حقیر مخلوق نے کر دکھایا ہے۔

یہ بات سن کر حضرت ابو طالب قریش کے پاس گئے اور کہا۔

اے اہل قریش! میرے بھتیجے (محمد ﷺ) نے یہ خبر دی ہے کہ ہمارے مقاطعہ کے معاہدہ کی عبارت کو دیمک نے چاٹ لیا ہے چل کر دیکھو۔ اگر یہ بات درست ہے تو معاہدہ ختم ہونا چاہئے اور اگر یہ بات غلط نکلے تو ہم محمد ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ میرے بھتیجے کی بات سچ ثابت ہو گی۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ وہ کبھی جھوٹی بات زبان پر نہیں لاتے۔

ابو طالب کے ساتھ جب قریش کے سر کردہ لوگ خانہ کعبہ میں گئے تو اس وقت زہیر اور ان کے ساتھی اس معاہدہ کو پرزے پرزے کرنے پر اصرار کر رہے تھے۔ عین ممکن تھا کہ تلواریں کھنچ آئیں اور خانہ کعبہ کا صحن خون سے رنگین ہو جائے۔

اہل قریش نے آگے بڑھ کر کہا کہ ٹھہر جاؤ ہم ابو طالب کے ساتھ ایک بات پر متفق ہو گئے ہیں وہ بات ایسی ہے جو ہمیں جھگڑے سے بچا سکتی ہے۔

لوگ جھگڑنے سے باز آ گئے۔ حضرت ابو طالب نے اپنی بات دہرائی کہ میرے بھتیجے نے خبر دی ہے کہ معاہدہ کو دیمک نے چاٹ کر غیر مؤثر کر دیا ہے اس میں قتل اور قطعیت کے الفاظ دیمک کی خوراک بن گئے ہیں اور اللہ اور رسول کے نام باقی ہیں تم معاہدہ اتار کر دیکھو اگر یہ بات درست ہے تو معاہدہ ختم سمجھا جائے گا اور اگر یہ بات سچ نہ نکلے تو ہم محمد ﷺ کو تمہارے سپرد کر دیں گے۔

سب نے اس بات کو تسلیم کر لیا۔ اب اس عہد نامہ کو کھولا گیا۔ تو ویسا ہی بر آمد ہوا جیسا نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا قریش شرمندہ ہو گئے اور اپنے منہ لٹکا دیئے۔

اب حضرت ابو طالب اپنے ساتھیوں کے ساتھ حرم کعبہ میں داخل ہوئے اور دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ انصُرْنَا مَنْ ظَلَمَنَا وَقَطِعَ اَرْحَامَنَا وَاسْتَحَلَّ مَا يَحْرُمُ
عَلَيْنَا

اے اللہ! ہماری مدد فرما ان لوگوں پر جنہوں نے ہم پر ظلم کیا اور
جنہوں نے ہم سے قطع رحمی کی اور حلال فرما ہمارے لئے اس چیز
کو جو ہم پر حرام ہے۔

پھر آپ (ابو طالب) شعب ابو طالب میں گئے۔ آپ کے ہمراہ زہیر ابوالبختری ابن ہشام اور زمعہ بن الاسود بھی تھے۔ ان سب نے تین سال سے مقید بنو ہاشم کو اس درہ میں سے نکالا۔ اور ان سب کو ان کے اپنے اپنے گھروں میں ٹھہرایا۔ مخالفین کچھ نہ کر سکے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود کا ایمان

حضرت عبداللہ ابن مسعود آغاز اسلام میں ہی مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے جب آپ اسلام لائے تو اسلام لانے والوں میں آپ چھٹے مسلمان تھے آپ کو حضرت رسول اکرم ﷺ نے اپنے خاص اصحاب میں داخل فرما لیا۔ اس طرح آپ حضور ﷺ کے محرم اسرار ہو گئے تھے۔

سفر کے دوران میں حضور ﷺ کے کفش مبارک، مسواک اور وضو کرنے کا آفتابہ آپ کے پاس رہتا تھا۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے آپ کے جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔ قد آپ کا چھوٹا تھا۔ حضرت عمر کے عہد خلافت میں آپ کوفہ کے قاضی اور بیت المال کے متولی تھے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود اپنے ایمان لانے کا واقعہ اسی طرح بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی نو عمری کے زمانہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں مکہ کے گرد و نواح میں چرایا کرتا تھا۔ ایک روز خضور نبی کریم ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

ہمراہ ادھر آ نکلے۔ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا اے جوان ہمیں بھوک ہے کچھ پلاؤ گے۔

میں نے جواب دیا کہ دودھ تو ہے لیکن میں امین ہوں امانت میں خیانت نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے آپ کو دودھ پلانے سے معذور ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔ اچھا ایسا کرو ایسی پٹھ لے آؤ جس سے کسی نر نے جفتی نہ کی ہو۔

چونکہ میرے ریوڑ میں ایسی بہت سی پٹھیں تھیں مجھے ایسا کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ میں ایک پٹھ لے آیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے رسی سے خوب کس کے باندھ دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس کی کھیری پر ہاتھ پھیرا جو بالکل خالی تھی۔ ہاتھ پھیرنا تھا کہ وہ دودھ سے بھری جانے لگی۔ یہاں تک کہ وہ لبریز ہو گئی۔ حضور ﷺ نے مجھ سے ایک برتن لے کر اسے دوہا۔ آپ ﷺ نے یہ دودھ مجھے پلایا پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پلایا اور آخر میں آپ ﷺ نے خود سیر ہو کے پیا۔ اس کے بعد کھیری کو حکم دیا اقْلِصْ سکڑ جا۔ کھیری پہلے کی طرح سکڑ گئی۔

حضور ﷺ کا یہ معجزہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ میرے دل میں اسلام کی ایک شمع روشن ہو گئی۔ اسلام قبول کرنے میں میرے جسم میں اس قدر قوت پیدا ہو گئی کہ میں مخالفت کے ہر وار کا مقابلہ کر سکتا تھا۔

میں نے اسی دن دار ارقم میں جا کر اسلام قبول کر لیا اور عرض کی یا رسول اللہ عَلِّمْنِیْ یا رسول اللہ مجھے کچھ سکھائیے۔

حضور ﷺ نے میرے سر پر دست شفقت پھیرا اور فرمایا۔ بَارِكَ اللّٰہُ فِیْكَ فَاِنَّكَ غُلَامٌ مُعَلَّمٌ اللہ تعالیٰ تمہیں برکتوں سے نوازے۔ تم تعلیم یافتہ نوجوان بن جاؤ۔

حضور ﷺ کے اس ارشاد کی برکت سے حضرت ابن مسعود کا شمار طبقہ صحابہ کے جلیل القدر علماء میں ہوتا تھا۔ حضور ﷺ ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ بارگاہ رسالت

میں انہیں ہر وقت حاضری کی اجازت تھی۔

نکتۂ غیب

اس واقعہ کا تعلق جہاں ایک معجزہ سے ہے وہاں اس سے حضور ﷺ کے علم غیب کا پتہ بھی چلتا ہے۔ کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے نوجوان ایک ایسی پٹھ لے آؤ جس سے کسی نر نے جفتی نہ کی ہو۔ بکری کے بچہ جننے کے بغیر اس سے دودھ کا ملنا امر ناممکن ہے۔ مگر حضور ﷺ تو ہر اس پٹھ کی کھیری میں دودھ دیکھ رہے ہیں جسے کسی بھی نر نے چھوا تک نہیں۔ اور اس بات کا بھی علم ہے کہ کھیری سے اگر کہوں گا دودھ دیدے تو وہ دودھ سے لبریز ہو جائے گی اور اگر کہوں گا اِقْلِصْ تو خشک ہو جائے گی۔

(ضیاء النبی جلد دوم، از پیر محمد کرم شاہ الازہری)

ہلاکتیں

قریش کہ نے حضور ﷺ کو تنگ کرنے میں انتہا کر دی تھی ایک بار آپ ﷺ مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے تھے۔ قریش کی ایک جماعت کعبہ کے ایک جانب محفل جمائے بیٹھی تھی۔ محفل کا ہر آدمی حضور ﷺ کی جانب اشارے کر کر کے باتیں بنا رہا تھا۔ آپ ﷺ کے رکوع و سجود پر پھبتیاں کس رہے تھے پھر ان میں کسی نے کہا جاؤ فلاں گھر میں اونٹ کا گوشت بنایا گیا ہے۔ اس کا گوبر، خون اور بچہ دان لے آؤ اور پھر انتظار کرو جب یہ شخص سجدہ میں جائے تو اسے اس کے دونوں شانوں کے درمیان میں رکھ دو۔

یہ بدبختی عقبہ بن ابی معیط کے حصہ میں تھی۔ وہ اٹھا اور جلدی سے اونٹ کا اوجھ اٹھا لایا۔

پھر جب حضور ﷺ سجدہ میں گئے تو یہ اوجھڑی آپ کے دونوں شانوں کے درمیان میں رکھ دی۔ حضور ﷺ سجدے میں رہے قریش مارے ہنسی کے ایک

دوسرے پر گرنے لگے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود یہ دلدوز منظر دیکھ رہے تھے اور اپنے آپ کو کوس رہے تھے کہ اے کاش! میری کوئی مدد کرے تو میں اس اوجھڑی کو حضور ﷺ کے کندھوں پر سے اتار پھینکوں۔ مگر میری ہمت بالکل مفلوج ہو کے رہ گئی تھی۔

پھر نہ جانے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کیسے خبر ہو گئی۔ وہ صرف چار پانچ سال کی بچی تھیں۔ وہ دوڑتی ہوئی آئیں دیکھا تو حضور ﷺ بارگاہ ایزدی میں سربسجود ہیں اور آپ ﷺ کے کندھوں پر اونٹ کی اوجھڑی پڑی ہوئی ہے۔ وہ بے تابانہ آگے بڑھیں اور اوجھڑی کو آپ کے کندھوں سے اتار پھینکا۔ اور قریش کو برا بھلا کہنے لگیں۔

اب رسول خدا ﷺ نے اپنی نماز مکمل کرنے کے بعد فرمایا کہ اے اللہ! قریش کو ہلاک فرمادے۔ ان کی ہلاکت یقینی بنادے۔

یہ فقرہ آپ ﷺ نے تین بار دہرایا دشمنان اسلام پر یہ بات بڑی شاق گزری۔ کیونکہ حضور ﷺ نے ان کے حق میں بددعا کی تھی اور انہیں یہ بھی یقین تھا کہ اس شہر مکہ میں دعا قبول ہو جاتی ہے۔

پھر آپ ﷺ نے ہر ایک کے نام لئے کہ اے اللہ! ابوجہل کی ہلاکت یقینی بنا دے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کی ہلاکت یقینی فرما اور ایک ساتویں شخص کا بھی نام لیا۔ جس کا نام عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یاد نہیں ہے۔

کسی شخص کی ہلاکت میں یہ پہلو نمایاں ہے کہ وہ شخص اپنی طبعی موت سے نہیں مرے گا اور نہ ہی بیمار ہو کر مرے گا نہ کسی حادثے میں مرے گا بلکہ کسی دوسرے کے ہاتھوں قتل ہو گا۔

آپ ﷺ نے ان کے حق میں بددعا کر دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دفتر زندگی میں آخری سطر میں موت بوجہ قتل رقم کر دی۔

لیکن انہیں قتل کون کرے۔ جن کے مابین سینکڑوں سال لڑائی جاری رہتی تھی اب وہ اسلام کے مقابلہ میں متحد تھے۔ مسلمانوں کو تکلیف دینے میں باہم شیر و شکر تھے حضور نبی کریم ﷺ کو دی جانے والی کسی بھی تکلیف پر وہ پریشان نہیں ہونے والے تھے۔

آخر وقت آگیا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہجرت کی اجازت دے دی اور آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کو لے کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

۲ ہجری میں قریش اور اہل مدینہ کے درمیان پہلا بڑا معرکہ بدر کے مقام پر ہوا۔ قریش مکہ ایک ہزار سورے لے کر میدان بدر میں آئے جو ہر طرح کے جنگی سازو سامان سے لیس تھے۔ اور حضور ﷺ ۳۱۳ صحابہ کی مختصر جمعیت کے ساتھ ان کے مقابلے میں آئے جن کے پاس جنگی سامان بالکل نہ ہونے کے برابر تھا۔

اب حضور ﷺ نے بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائی کہ یا اللہ! یہ مٹھی بھر تیرے نام لیوا تیرے نام کی سربلندی کے لئے حاضر ہیں اگر یہ کام آگئے تو تیرا نام لینے والا کوئی نہ ہو گا۔

جنگ سے ایک دن پیشتر آپ ﷺ نے میدان جنگ کا جائزہ لیا اور اپنی چھڑی سے نشان لگا دیئے کہ ان ان جگہوں پر فلاں فلاں مشرک مارا جائے گا۔

ان ناموں میں وہ نام سر فہرست تھے جن کی ہلاکت کی بددعا آپ نے کوئی دس سال پیشتر بیت اللہ میں اس وقت کی تھی جب انہوں آپ ﷺ پر اونٹ کی اوجھڑی ڈالی تھی۔

وہاں آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ یا اللہ ان کی ہلاکت کو یقینی بنا دے۔ یہاں آپ ﷺ فرما رہے ہیں کل اس جگہ فلاں فلاں ہلاک ہو گا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ قسم ہے رب محمد

ﷺ کی ہم نے کفار مکہ کی لاشوں کو بدر کے کنوئیں میں پھینکا تو ان میں وہ سب شامل تھے جنؓ کے لئے آپ ﷺ نے بددعا فرمائی تھی۔

نکتۂ غیب

بچہ ابھی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اس کی عمر، رزق، نیک و بد کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے اس کی موت و حیات کے بارے میں سب کچھ لکھ دیا جاتا ہے ان مشرکین مکہ کی کارستانیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سب کچھ لکھ دیا تھا۔ آقائے نامدار حضور ﷺ کی نگاہیں ان کی تقدیریں پڑھ رہی تھیں۔ جو فرمایا سو ہو گیا۔ بلکہ بدر کے میدان میں نشان لگا لگا کر پتہ دے دیا کہ یہاں ابو جہل مرے گا یہاں شیبہ مرے گا۔ یہاں عتبہ دم توڑے گا۔ اس مقام پر امیہ بن خلف واصل بجہنم ہو گا۔ (بخاری شریف، سیرت ابن ہشام)

رکانہ پہلوان

رکانہ قبیلہ قریش میں ایک بڑا طاقتور پہلوان تھا۔ اس کی دلیری ضرب المثل تھی۔ فن کشتی میں بڑا ماہر تھا۔ مکہ کی سرزمین میں کوئی پہلوان اس سے کشتی کرنے کے چیلنج کو قبول نہیں کرتا تھا۔

ایک صبح مکہ کی گھاٹیوں میں حضور نبی کریم ﷺ سیر کی غرض سے گھوم پھر رہے تھے کہ رکانہ سے ملاقات ہو گئی۔ حضور ﷺ نے اس موقعہ کو غنیمت جانا اور فرمایا رکانہ تم میں خدا کا خوف کب آئے گا۔ تم میری دعوت کو کب قبول کرو گے؟

رکانہ بڑے تفاخر کے انداز میں بولا اگر آپ ﷺ کی دعوت کا مجھے یقین ہوتا کہ وہ حق ہے تو میں اسے ضرور قبول کر لیتا اور آپ ﷺ کی پیروی کرتا۔

تمہیں اس کے حق ہونے میں کس طرح یقین آسکتا ہے۔

کوئی ایسی بات کریں جس کا نتیجہ اس بات کے عین مطابق ہو اور میں اسے اپنی

آنکھوں سے دیکھ بھی لوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ کشتی میں تمہیں پچھاڑ سکتا ہوں اور پھر کشتی کر کے تمہیں پچھاڑ بھی دوں تو کیا تم تسلیم کر لو گے کہ میری دعوت بھی سچی ہے۔

رکانہ نے کہا یہ ایک ایسی بات ہے جس کے حق اور باطل ہونے کا نتیجہ بڑی جلدی دیکھا جا سکتا ہے۔ اسے زعم تھا کہ رکانہ کو پچھاڑنے والا تو مکہ میں کسی ماں نے جنا ہی نہیں اسے خیال تھا کہ وہ چشم زدن میں حضور ﷺ کو دبوچ لے گا۔ مزید کہا کشتی لڑنے کا چیلنج آپ ﷺ کی طرف سے مجھے قبول ہے۔ مگر ہماری کشتی میں فیصلہ کرنے والا کوئی منصف؟

حضور ﷺ نے فرمایا، منصف کی کوئی ضرورت نہیں ہے جب تم اپنی شکست تسلیم کر لو گے تو میری جیت کا اعلان تم خود کرنا۔

رکانہ نے کہا۔ بالکل ٹھیک ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا اب اٹھ اور میرے ساتھ کشتی کر۔

وہ غراتا ہوا اٹھا اور خم ٹھونک کر سامنے کھڑا ہو گیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اس کا ہاتھ اپنے پنجے میں پکڑ کر بھینچا تو آن واحد میں رکانہ زمین پر چت پڑا تھا۔ اسے تن بدن کی ہوش نہ رہی وہ دامن جھاڑتا ہوا زمین سے اٹھا کہنے لگا ایک بار پھر۔

حضور اکرم ﷺ نے پھر پکڑا اور زمین پر پٹخ دیا۔ وہ پھر اٹھا کہنے لگا اے محمد ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان جائیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ میرے جیسے طاقتور پہلوان کو آپ ﷺ نے پچھاڑ دیا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا رکانہ! تم نے دیکھا جیسے میں نے کہا تھا وہی سچ ہوا۔ یقین کرو۔ اسی طرح میری دعوت بھی حق ہے اگر تیرے دل میں خدا کا خوف ہے تو میری دعوت قبول کر لے اور ہاں میں، تو تمہیں اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز چیز دکھا سکتا ہوں۔

رکانہ نے پوچھا وہ کیا؟

حضور ﷺ نے فرمایا میں تیری رہنمائی کے لئے اور تیرے یقین کو پکا کرنے کے لئے یہ سامنے جو درخت کھڑا ہے اسے بلاتا ہوں۔ وہ ابھی میرے پاس آ جائے گا۔

رکانہ سراپا حیرت بن کر کہنے لگا۔ اچھا بلایئے۔

حضور اقدس ﷺ نے درخت کو حکم دیا وہ چلتا ہوا حاضر خدمت ہو گیا۔ اب اسے فرمایا اپنی جگہ پر واپس چلا جا وہ اسی وقت واپس چلا گیا۔

رکانہ دامن جھاڑتا ہوا وہاں سے اٹھا۔ اور شرمندگی سے اس کا سر نہیں اٹھ رہا تھا۔ سیدھا اپنی قوم کے پاس آیا اور انہیں کہنے لگا۔

اپنے صاحب کے جادو کے مقابلے پر تم اہل زمین پر غالب نہیں آ سکتے ہو۔ میں نے آج تک ایسا زبردست جادوگر نہیں دیکھا۔ پھر اس نے اپنا سارا واقعہ بیان کیا۔

نکتہ رغیب

رکانہ کی قوت و طاقت پورے عرب میں مشہور تھی۔ حضور ﷺ نے اس کی کئی معرکۃ الآراء کشتیاں دیکھی سنی تھیں۔ مگر اس کی قوت کا اندازہ خود کشتی کر کے نہیں لگایا تھا۔ قوت نظر آنے والی چیز نہیں۔ مگر آپ ﷺ نے اسے بھی دیکھ لیا ہے۔ تبھی تو آپ نے فرمایا کہ میں تم کو پچھاڑ سکتا ہوں۔ اگر میں تم کو پچھاڑ دوں تو میری دعوت حق اسی طرح سچی ہو گی جس طرح میں تمہیں پچھاڑنے کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔

اور رکانہ کے سامنے دوسری بات۔ درخت زمین میں گڑا ہوا ہے وہ اکھڑے گا تو گر جائے گا۔ درخت کا انسان و حیوان کی طرح چلنا آج تک کسی نے نہیں دیکھا۔ مگر حضور ﷺ کی آنکھوں سے یہ بات اوجھل نہیں ہے۔ انہیں یقین ہے کہ وہ درخت کو اشارہ کریں گے تو درخت اپنی جڑیں زمین سے کھینچ لے گا۔ پھر یہی جڑیں اس کے پاؤں اور ٹانگیں بن جائیں گی اور پھر وہ ان نازک اور پتلی ٹانگوں پر رقص کرتا ہوا حضور ﷺ کی

خدمت اقدس میں حاضر ہو جائے گا۔ حاضر ہو کر وہ واپس جائے گا اور اپنی جگہ پر اپنی جڑیں میخوں کی طرح ٹھونک دے گا۔

یہ وہ مناظر ہیں جو اس سے قبل زمین کے کسی آدمی نے نہیں دیکھے تھے۔ مگر حضور ﷺ کی نگاہوں سے یہ باتیں بھی اوجھل نہیں تھیں۔

(ضیاء النبی جلد دوم، از پیر محمد کرم شاہ الازہری)

کنکریاں

ایک دن حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں ابو جہل اپنی مٹھی میں چند کنکریاں لے کر آیا۔

کہا اے عبداللہ کے بیٹے! آپ اپنے نبی ہونے کے دعوے دار ہیں۔ نبی کا خاصہ یہ ہے کہ چھپی ہوئی چیزیں اس پر ظاہر ہو جاتی ہیں دیکھو میری مٹھی میں کوئی چیز ہے۔ اگر آپ سچے نبی ہیں تو مجھے اور مجمعے کے ان سب لوگوں کو خبر دو کہ کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں نبی سچا ہوتا ہے، جھوٹ اس کی زبان کو چھوتا تک نہیں ہے۔ مگر یہ بتاؤ کہ اگر میں تیری مٹھی کی چیزوں کے بارے میں خبر دیدوں تو کیا تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کر لو گے اور میری نبوت پر گواہی دو گے۔

ہاں میں ایسا ضرور کروں گا۔ ابو جہل نے کہا۔

اگر ایسا ہے تو بتاؤ میں تمہیں بتاؤں یا مٹھی والی چیز بتادے کہ میں کون ہوں؟

”میں کون ہوں؟“ کے دو مطلب ہیں۔

۱۔ مٹھی کی چیز بتادے کہ وہ فی نفسہ کیا چیز ہے؟

۲۔ مٹھی کی چیز میرے متعلق بتادے کہ میں (محمد) کون ہوں؟

ابو جہل کا گمان یہ تھا کہ مٹھی کی چیز اپنی ذات کے متعلق بتائے گی اس نے فوراً کہا اگر میری مٹھی کی چیز بتادے تو یہ اور بھی کمال کی بات ہے۔

حضور ﷺ نے ابو جہل کی مٹھی کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس مٹھی میں جو کچھ ہے وہ بتائے کہ میں کون ہوں؟

مٹھی کی کنکریاں نبی کریم ﷺ کا حکم فوراً بجالائیں انہوں نے کلمہ طیبہ پڑھنا شروع کردیا۔ لاالہَ اِلاّ اللہُ محمّدٌ رَسُوْلُ اللہِ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

مجمعے کے سب لوگوں نے اس آواز کو ابو جہل کی مٹھی میں سے آتے ہوئے سنا۔ ابو جہل حیران تھا کہ اس کی مٹھی کی کنکریاں کلمہ پڑھ رہی ہیں میرے عقیدہ کے خلاف گواہی دے رہی ہیں اس نے اپنی مٹھی کو پوری قوت سے بھینچا۔ تاکہ یہ آواز باہر نہ نکلے مگر حق کی آواز کب دبائی جاسکتی ہے۔

آخر اس نے ہاتھ جھٹک دیا۔ اس کے ہاتھ کی کنکریاں زمین پر گر پڑیں جواب زبان حال سے یہ کہہ رہی تھیں۔ کہ لوگو! ہم کنکریاں ہیں لوگو! ہم کنکریاں ہیں۔ مجمعے کے سب لوگوں کے درمیان میں وہ کنکریاں پڑی تھیں۔ جو تھوڑی دیر پہلے ابو جہل کی مٹھی میں تھیں۔

ابو جہل اپنے وعدے سے منحرف ہوگیا۔ کہنے لگا اے محمد (ﷺ) تم تو بہت بڑے جادوگر ہو تمہارا جادو تو اب پتھروں پر بھی چلنے لگا ہے۔ اس نے نبوت کا اقرار نہیں کیا۔ ایمان اس کی قسمت میں نہ تھا۔ وہ بے ایمان ہی چلا گیا۔

نکتۂ غیب

بے جان کنکریاں نطق و زبان سے بھی محروم ہیں تو ان کی گویائی پر کس کا دھیان جائے گا۔ مگر نبی پاک ﷺ کی نگاہ اسے بھی پہنچانتی ہے کہ اس کی نبوت کا اقرار یہ بے جان پتھر بھی کریں گے۔ آپ ﷺ نے پتھر کے ان ٹکڑوں سے اس طرح گفتگو کی جس طرح کسی صاحب لسان سے بات چیت کی جاتی ہے اور لوگوں نے دیکھا کہ ایک

ایک کنکری کی نوک زبان بن گئی اور خدا کی وحدانیت کا اقرار اور محمد ﷺ کی رسالت کی شہادت دینے لگی۔ (حسن کائنات)

فعل ابو جہل

قریش کی سختیوں کے باوجود مکہ میں اسلام پھیلتا چلا گیا۔ جیسے جیسے اسلام پھیلا ویسے ویسے قریش کی تشویش میں اضافہ ہوتا گیا ان کی کوئی تدبیر بھی کارگر نہیں ہو رہی تھی۔ آخر ایک دن غروب آفتاب کے بعد سرداران قریش کعبہ کے پیچھے اکٹھے ہوئے ان میں سے زیادہ مشہور یہ ہیں۔ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوسفیان بن حرب نضر بن حارث، بنی عبدالدار کا بھائی ابوالبختری بن ہشام، اسود بن مطلب بن اسد زمعہ بن اسود ولید بن مغیرہ، ابو جہل بن ہشام ملعون، عبداللہ بن ابی امیہ، عاص بن وائل، اور امیہ بن خلف وغیرہم۔

ان سرداروں نے ایک آدمی کو بھیج کر حضور ﷺ کو بلا بھیجا کہ ہم آپ سے بعض معاملات پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

آپ ﷺ نے اس دعوت کو بخوشی قبول کیا کہ شائد ان کے راہ راست پر آجانے کی کوئی سبیل پیدا ہو سکے۔ آپ تشریف لے آئے حضور ﷺ کے بیٹھتے ہی سرداران مکہ یک زبان ہو کر بولے۔

اے محمد بن عبداللہ! ہم نے آپ ﷺ کو ایک نہایت اہم گفتگو کے واسطے بلایا ہے کیونکہ جس قدر آپ نے ہمیں آفتوں میں مبتلا کیا ہے ایسا آج تک کسی نے نہیں کیا۔ آپ ہمارے باپ دادا کو برا کہتے ہیں۔ ہمارے بتوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ ہمارے اتفاق و اتحاد کو آپ نے پارہ پارہ کر دیا۔ ہم کس کس خرابی کا نام لیں جو آپ نے ہم سے اٹھا رکھی ہو۔

ہم آپ کے کام آنا چاہتے ہیں کہ اگر آپ مال جمع کرنا چاہتے ہیں تو ہم اپنے مالوں

سے تمہیں مالا مال کر دیتے ہیں اس طرح آپ پوری قوم میں سے امیر ترین بن جاؤ گے۔

اگر آپ کے دل میں قوم کا سردار بننے کا خیال ہے تو ہم سب آپ کی سرداری کو قبول کرنے کو تیار ہیں۔

اور اگر آپ اس سے بھی بہت بڑے بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو بادشاہ بھی بنا سکتے ہیں۔

اور اگر آپ کے دل میں اس قسم کی خواہش نہیں ہے تو پھر آپ کے پاس جو آتا ہے وہ یقیناً کوئی جن ہے۔ اگر آنے والا جن بھی نہیں ہے تو پھر یقیناً آپ آسیب میں گرفتار ہیں۔ ہم آپ کا عمدہ سے عمدہ علاج کروانے کو تیار ہیں تاکہ آپ درست انداز سے گفتگو کرنے لگیں۔

اب حضور ﷺ گویا ہوئے۔

فرمایا۔ اے قوم کے سردارو! تم نے جن باتوں کو مجھ سے منسوب کرنے کا خدشہ ظاہر کیا ہے ان میں سے ایک بھی مجھ میں نہیں ہے۔ نہ میں مال جمع کر کے مالدار بننا چاہتا ہوں۔ نہ سرداری کی خواہش رکھتا ہوں۔ نہ بادشاہی کی تمنا ہے۔ نہ میرے پاس کوئی جن آتا ہے۔ اور نہ ہی میں کسی آسیب میں مبتلا ہوں۔

سن رکھو! میں محض اللہ کا رسول ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے اس کی کتاب مجھ پر نازل ہو رہی ہے۔ میں اسی کا پیغام آپ لوگوں تک پہنچاتا ہوں۔ میں تمہارے واسطے بشیر اور نذیر ہوں۔ میں نے اپنے رب کا حکم تم کو پہنچا دیا ہے اگر تم قبول کر لو گے تو دنیا و آخرت میں تمہاری بھلائی ہے اور اگر قبول نہ کرو گے تو میں اس وقت تک صبر کئے رکھوں گا جب تک خداوند کریم میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ نہ کر دے۔

قریش کو جب اپنے مقصد کے حصول میں مایوسی ہوئی تو کہنے لگے۔

اے محمد بن عبداللہ! اگر آپ ان باتوں کو قبول نہیں کرتے تو پھر یہ کام کریں کہ

آپ جانتے ہیں کہ ہم دوسرے شہروں کی نسبت تنگ شہر میں آباد ہیں ہمارے ارد گرد کے پہاڑوں نے ہمارے ماحول کو محدود کر دیا ہے۔ آپ اپنے اس خدا سے کہیں جس نے آپ کو نبی بنایا ہے کہ وہ ہمارے ارد گرد کے پہاڑوں کو دور کر دے۔ یہاں ایسے چشمے ابلنے لگیں جیسے شام اور عراق میں ہیں ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ تمہارا خدا ہمارے مرے ہوئے باپ داداؤں کو زندہ کر دے تاکہ ہم ان سے پوچھیں کہ آپ جن باتوں کی دعوت دیتے ہیں وہ کس قدر صداقت پر مبنی ہیں۔ اور ہاں قصی بن کلاب بہت ہی سچا آدمی تھا اس کی گواہی ہمارے لئے کافی ہے۔ پھر ہم آپ کی ان باتوں کو تسلیم کر لیں گے کہ آپ واقعی خدا کے رسول ہیں اس طرح آپ کی عزت اور منزلت ہم پر ثابت ہو جائے گی۔

حضور ﷺ قریش مکہ کی ان مضحکہ خیز باتوں پر مسکرا دیئے فرمایا میرے اللہ کے لئے یہ کام کوئی زیادہ مشکل نہیں ہیں۔ مگر اس نے مجھے اس واسطے نہیں بھیجا ہے میں جس کام کے لئے بھیجا گیا ہوں وہ میں کر رہا ہوں۔ میں نے اس کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے اگر تم قبول کرو تو دنیا و آخرت میں نفع ہو گا۔

قریش نے کہا اگر آپ ہمارے لئے یہ کام نہیں کر سکتے تو اپنے لئے یہ کام کرو کہ آپ کا خدا آپ کی باتوں کی تصدیق کرنے کے لئے کوئی فرشتہ بھیجے۔ آپ کا خدا آپ کے لئے نہریں، باغات اور محلات پیدا کر دے سونے اور چاندی کے خزانے آپ کو دے دے تاکہ آپ کو ضروریات زندگی کے لئے اتنی زیادہ مشقت نہ کرنی پڑے۔

اگر آپ ایسا کر دکھائیں تو ہم یقیناً مان جائیں گے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ واقعی عزت و منزلت کے حق دار ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا میں اپنے پروردگار سے ایسی دعا نہیں کرتا ہوں اور نہ ہی ایسی باتوں کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

کہنے لگے۔ آپ تو اپنے خدا کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ سب کچھ کر سکتا ہے اور آپ اس کے پیارے رسول ہیں۔ پھر وہ آپ کی بات کیوں نہیں مانتا۔ اگر آپ یہ نہیں کروا سکتے تو کہیں اپنے رب سے کہ وہ آسمان کا کوئی ٹکڑا ہم پر گرا دے۔ اور سنو اگر آپ ہماری باتوں کے مطابق خدا سے کوئی کام نہیں کروا سکتے تو ہم آپ کے رب پر ایمان نہیں لائیں گے۔

حضور ﷺ نے فرمایا میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ میرا پروردگار سب کچھ کرنے پر قادر ہے۔ مگر اسے آپ لوگوں کی چاہت پسند نہیں وہ تو وہ کرے گا جو وہ خود چاہے گا۔

قریش نے کہا اے محمد بن عبداللہ! ہم نے حجت پوری کر دی ہے۔ اب قسم ہے ہم آپ کو نہیں چھوڑیں گے۔ یا تو ہم آپ کو ہلاک کر دیں گے یا آپ ہمیں ہلاک کر دیں گے ہم قطعاً آپ کی کوئی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

حضور ﷺ واپس تشریف لے آئے اور قریش ابوجہل کے پاس آ گئے۔ ابو جہل نے ان کی ساری گفتگو سننے کے بعد کہا اے قریش! تم نے اچھا کیا کہ محمد (ﷺ) سے کھل کر گفتگو کر کے حجت قائم کر دی ہے۔ محمد (ﷺ) نے تمہاری کوئی بات نہیں مانی اور ہمارے تمہارے بزرگوں کو برا کہنے میں باز آنے کا وعدہ نہیں کیا۔

اب تم کل دیکھنا میں کعبہ میں ایک بھاری پتھر لے کر بیٹھوں گا۔ جس وقت محمد (ﷺ) سجدہ میں ہوں گے میں وہ پتھر ان پر گرا دوں گا۔ وہ اس سے ہلاک ہو جائیں گے۔ ممکن ہے میری اس کارروائی سے ایک بڑا ہنگامہ برپا ہو جائے۔ بنو ہاشم اپنی ننگی تلواروں سے مجھ پر حملہ کر دیں میں تم سے کہتا ہوں مجھے تم اپنی پناہ میں لے لینا پھر بنی عبد مناف (یعنی حضور نبی کریم ﷺ کے کنبہ دار) سے جو کچھ ہو سکے گا وہ کریں۔

قریش نے کہا ہمیں لات و عزیٰ کی قسم ہم تم کو پناہ میں لے لیں گے۔

عبد مناف کا کوئی سورما تمہاری طرف آنکھ بھی نہ اٹھائے گا۔ تم اپنے منصوبے کے

مطابق کام کر دینا۔

پھر جب صبح طلوع ہوئی تو ابو جہل ایک بھاری پتھر لے کر بیٹھ گیا۔ وہ موقعہ کی تلاش میں تھا کہ حضور (ﷺ) آئیں۔ قیام و رکوع کے بعد سجدہ میں جائیں۔ اپنے ماحول سے بالکل بے خبر ہو جائیں تو وہ آپ کے سر کو پتھر پھینک کر کچل دے۔

حضور ﷺ مسجد حرام میں صبح کے وقت تشریف لائے۔ ابھی صبح کی روشنی پر رات کا اندھیرا غالب تھا کچھ فاصلے کا آدمی پہچانا نہیں جاتا تھا حضور ﷺ بڑے اطمینان کے ساتھ حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان بارگاہ خداوندی میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوگئے۔ قیام پورا کرنے کے بعد رکوع میں چلے گئے رکوع کی تسبیحات سے فارغ ہوئے تو سجدہ ریزی کی خاطر سر اقدس زمین پر رکھ دیا۔ اور سبحان ربی الاعلیٰ کی تکرار فرمانے لگے۔

ابو جہل اٹھا اس نے پتھر اٹھایا اور حضور ﷺ کی سجدہ گاہ کی طرف قدم بڑھانے لگا۔ قریش اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے کہ ابو جہل کب اپنے کام سے فارغ ہوتا ہے۔

ابو جہل حضور ﷺ کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اس نے ایک جھٹکے کے ساتھ پتھر اوپر اٹھایا مگر بجائے اس کے کہ وہ حضور ﷺ پر پتھر پھینکے یک دم پیچھے ہٹ گیا۔ بدحواسی اس پر غالب آگئی وہ پتھر کو سنبھال بھی نہ سکا اور اسی لمحے پتھر اس کے ہاتھ سے نیچے آگرا۔ اگر وہ کود کر ایک طرف نہ ہوتا تو اس کے دونوں پاؤں یقیناً اس پتھر سے کچلے جاتے۔ وہ پتھر کو وہیں چھوڑ کر اپنی قوم کے پاس آگیا۔

یہ لوگ بھی اس کی طرف دوڑے۔ پوچھا اے ابوالحکم! کیا ہوا؟

کہنے لگا جب میں پتھر لے کر ان کی طرف چلا تا کہ اس کام کو پورا کر دوں جس کا میں نے تم سے وعدہ کیا تھا تو میں نے دیکھا کہ ایک خوفناک اونٹ منہ پھاڑے میری

طرف دوڑا آ رہا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ مجھے ایک تر نوالہ سمجھ کر کھا جائے۔ میں فوراً پیچھے ہٹ گیا ورنہ جان بچنی مشکل تھی۔

ابن اسحاق کی روایت کے مطابق جب حضور ﷺ سے ابو جہل کے یوں خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ جانے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

یہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ فرشتہ جبریل تھے۔ اگر ابو جہل میرے قریب آتا تو وہ اسے پکڑ لیتے۔

نکتۂ غیب

حضور ﷺ حالت نماز میں ہیں۔ بڑے خشوع خضوع کے ساتھ سجدہ ریزی میں مصروف ہیں۔ اپنے اللہ کی تسبیحات پڑھ رہے ہیں ابو جہل کی کارروائی آپ کی پشت کے پیچھے ہو رہی ہے۔ ابو جہل کا بدحواس ہو کر خوفزدہ ہونا اور پتھر ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر جانا جسے قریش مکہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ حضور ﷺ کی آنکھوں سے بھی او جھل نہیں ہے۔

علاوہ ازیں جبریل علیہ السلام کا تشریف لانا جو ابو جہل کو اونٹ کی صورت میں دکھائی دیئے۔ انہیں قریش مکہ نہیں دیکھ رہے ہیں ان کے لئے جبریل علیہ السلام بالکل پردہ غیب میں ہیں مگر حضور ﷺ اسے بھی دیکھ رہے ہیں بلکہ جبریل علیہ السلام کے اس ارادہ سے بھی آگاہ ہیں جو ان کے دل میں ہے کہ اگر ابو جہل حضور ﷺ کے قریب آیا تو وہ اسے پکڑ لیں گے۔ سیرۃ ابن ہشام

معجزۂ شق القمر

علامہ قرطبی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ مشرکین مکہ اکٹھے ہو کر آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر

ہوئے۔ اور کہنے لگے۔

اے محمد بن عبداللہ! (ﷺ) کیا آپ کو اپنے سچے نبی ہونے کا دعویٰ ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے۔

وہ کہنے لگے۔

اگر ایسا ہے تو آسمان پر چمکنے والے چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھائیے۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔

اِنْ فَعَلْتُ تُؤْمِنُوْنَ

اگر میں ایسا کر دوں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے۔

اتفاق سے جس دن مشرکین سے یہ گفتگو ہوئی اس کی آنے والی رات کو چاند کی چودھویں تاریخ تھی۔ فرمایا آج رات کو دیکھ لینا چاند دو ٹکڑے ہو جائے گا۔

یہ مشرکین سرِ شام چاند پر نظریں گاڑے بیٹھ گئے۔ اور حضور ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگلی اٹھائی اور آسمان پر دکھائی دینے والے چاند پر لکیر بنانے کے انداز میں کھینچ دی۔

پھر کیا ہوا۔ چاند دو ٹکڑے ہوا۔ دونوں ٹکڑے الگ الگ ہو گئے۔ درمیان کا فاصلہ بڑھنے لگا پھر دونوں ٹکڑے زمین کی طرف حرکت کرنے لگے اور ایسے دکھائی دینے لگا جیسے وہ دونوں ٹکڑے جبل ابی قبیس کو اپنی آغوش میں لے رہے ہیں۔ روشنی اس قدر زیادہ تھی کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں چندھیا گئیں اور روایت کرنے والوں کے بیان میں تضاد سا آگیا۔ کسی نے کہا کہ چاند کا ایک ٹکڑا جبل ابی قبیس پر تھا اور دوسرا ٹکڑا کوہ سویدا پر تھا کسی نے کہا کہ آدھا حصہ جبل ابی قبیس پر اور آدھا جبل قعقیعان پر تھا۔

بہر حال چاند کے دونوں ٹکڑے زمین کی سیر کرتے ہوئے پھر بلند ہونے لگے اور آسمان پر واپس جا کر جڑ گئے۔

چاند کا دو ٹکڑوں میں چر جانے اور پھر جڑ جانے پر حضور ﷺ مشرکین مکہ کا نام لے لے کر فرما رہے تھے۔

اے فلاں۔ اے فلاں اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو اور اس بات پر گواہ بن جاؤ تمہاری فرمائش پوری ہو گئی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ کفار نے جب اس عظیم معجزے کو دیکھا تو ایمان لانے کے بجائے انہوں نے کہنا شروع کر دیا۔

هٰذَا مِنْ سِحْرِ ابن کبشة

یہ ابن کبشہ کے بیٹے کی نظر بندی کا اثر ہے۔

اس نے تمہاری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے۔ چند دنوں تک باہر سے قافلے آنے والے ہیں ہم ان سے پوچھیں گے تو اس جادو کی حقیقت خود بخود کھل جائے گی۔

پھر جب وہ قافلے مکہ میں آئے اور ان سے پوچھا گیا کہ کیا فلاں رات کو چاند کو شق ہوتے تم نے دیکھا ہے۔

سب نے چاند کے شق ہونے کی تصدیق کی۔

قریش مکہ نے خود ہی چاند کو دو ٹکڑے کرنے کی فرمائش حضور ﷺ سے کی تھی۔ پھر اپنی آنکھوں سے اس کا ٹوٹنا اور جڑنا دیکھا اور مکہ میں آنے والے قافلوں سے اس کی تصدیق بھی کی مگر چونکہ ان کی قسمت میں ایمان نہیں تھا وہ ایمان نہ لائے۔

نکتۂ غیب

یوں تو اس واقعہ کا تعلق حضور ﷺ کے معجزات سے ہے مگر آپ نے جب مشرکین مکہ سے یہ فرمایا کہ ”اگر میں ایسا کر دوں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے“ یہ ہمیں اس یقین تک لے جانے میں رہنمائی کرتا ہے کہ حضور ﷺ کے علم میں یہ بات ہے کہ وہ چاند کو دو ٹکڑوں میں بانٹ دیں گے۔ چاند ان کا کہا مان لے گا اور یہ بھی یقین تھا کہ اتنے

بڑے کرہ کا جگر تو پھٹ سکتا ہے مگر ان مشرکین کے پتھریلے دل نرم نہیں ہوں گے۔

بخاری شریف۔ ابو عبداللہ محمد اسماعیل بخاری
خصائص الکبریٰ۔ مولانا جلال الدین سیوطی
ضیاء النبی جلد دوم۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری

ابو الخلفاء

حضور نبی کریم ﷺ کی چچی حضرت ام فضل جو کہ حضرت عباس (حضور ﷺ کے چچا) کی بیوی ہیں ایک بار حاضر خدمت ہوئیں وہ حاملہ تھیں۔ انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ جس بچہ کو جننے والی ہیں وہ لڑکا ہو۔

حضور ﷺ مسکرا دیئے۔ فرمایا چچی! لڑکا ہو یا لڑکی آپ تو صاحب اولاد ہو جائیں گی۔ آپ ماں ضرور بن جائیں گی۔

چچی نے عرض کیا۔ مگر میں بیٹے کی ماں بننا چاہتی ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ اگر بیٹی ہوئی تو کیا تم اسے مار دو گی۔

نہیں یارسول اللہ۔ ایسا تو ہم سوچ بھی نہیں سکتے مگر بیٹی کی نسبت ہمیں بیٹے سے زیادہ خوشی ملے گی۔

فرمایا۔ اگر آپ کا بیٹا ننگ خاندان ہوا تو؟

عرض کیا۔ جب بیٹا ہو گا تو اسے پھر آپ کی خدمت میں لاؤں گی تا کہ آپ اس کے نیک ہونے کی دعا کریں۔

چچی! جاؤ تمہارے لئے خوشخبری ہے تم بیٹا جنو گی اور وہ بیٹا ابو الخلفاء ہو گا۔

چچی نے عرض کیا۔ واقعی یارسول اللہ!

فرمایا ہاں۔ تمہارے بیٹے کی اولاد میں خلیفے ہوں گے۔

ام فضل چلی گئیں۔ انہیں یقین ہو گیا کہ وہ بیٹا جنے گی۔ چنانچہ بچے کی ولادت ہوئی

تو وہ واقعۃً لڑکا تھا اس لڑکے کا نام عبداللہ رکھا گیا اور عبداللہ بن عباس کے نام سے شہرت پائی۔ آپ سے ۲۶۶۰ احادیث مروی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس اس وقت صرف تین سال کے تھے جب حضور ﷺ نے ہجرت فرمائی۔ اور جب حضور ﷺ کا وصال ہوا تو اس وقت حضرت عبداللہ عمر کا تیرھواں سال گزار رہے تھے۔

حضور ﷺ کے وصال کے بعد خلافت راشدہ کا سلسلہ چلا تو حضرت عبداللہ بن عباس کا اس میں کوئی حصہ نہ تھا۔ ان کی والدہ ام فضل بعض اوقات خیال کرتی تھیں کہ میرا بیٹا ابوالخلفاء کیسے بنے گا؟ اور جب خلافت بنوامیہ کے خاندان میں چلی گئی تو وہ بالکل مایوس ہو گئیں مگر خیال کرتی تھیں کہ حضور ﷺ کی بات کی صداقت میں فرق نہیں آنا چاہئے۔

بہر حال جب ۶۸ ہجری میں حضرت عبداللہ بن عباس کی وفات ہوئی اس وقت بھی بنو عباس میں سے کوئی فرد خلافت اسلامی کی مسند تک نہیں پہنچ سکا۔ آخر ۱۳۲ ہجری میں بنو عباس میں سے ابو العباس نے جو کہ حضرت عبداللہ بن عباس کے پوتے تھے تخت خلافت پر بیٹھ کر سلطنت عباسیہ کی بنیاد رکھی اور ۶۶۷ھ تک ۵۳۵ سال تک بڑی کامیاب حکومت کی۔

نکتۂ غیب

بچہ ماں کے پیٹ میں ہے کوئی پتہ نہیں بیٹا ہے یا بیٹی۔ علاوہ ازیں اس کی پیشانی پر لکھی گئی تقدیر بھی بالکل پوشیدہ ہے۔ اس بچے کی والدہ یہ تمنا لے کر حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں آتی ہیں کہ وہ جس بچے کو جنم دینے والی ہیں وہ بچہ ہو اس سے انہیں زیادہ خوشی ہو گی۔

حضور ﷺ نے نہ صرف بچہ کی ولادت کی خوش خبری سنائی ہے بلکہ ابو الخلفاء

ہونے کی اطلاع بھی دیدی۔ اور جس بچے کے باعث یعنی اس پیدا ہونے والے بچے کے پوتے نے خلافت عباسیہ کی بنیاد رکھی ہے اسے بھی آپ کی نگاہ دیکھ رہی ہے۔

ابھی دادا پیدا نہیں ہوا مگر پوتے کو خلافت سونپی جا رہی ہے یعنی صلب اور پشت تک کی خبریں دی جا رہی ہیں۔

(تلخیص المشکوٰۃ، از پیروفیسر عبدالرشید فاروقی، فرید ٹاؤن ساہیوال)

مِعْراج النبی ﷺ

حضور نبی کریم ﷺ کے افضل کمالات کے ثبوت میں واقعہ معراج شریف ہے۔ ابن جریر، طبری اور بیہقی اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ یہ واقعہ ہجرت سے ایک سال قبل رات کے وقت پیش آیا۔ اس میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور آسمانوں تک لے جا کر سیر کروائی گئی۔

قرآن پاک میں یوں فرمایا گیا ہے۔

> سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیَاتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْر☆ (بنی اسرائیل)
>
> ”پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندۂ خاص کو تھوڑے عرصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہین تاکہ دکھایں ہم انہیں اپنی نشانیاں بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے۔“

روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ حضرت ام ہانی کے گھر میں بستر استراحت پر آرام فرما رہے تھے۔ کہ مکان کی چھت کھلی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے تلووں پر بوسے دیئے۔ اپنے پروں سے ہلکی ہلکی ہوا دی۔ حضور

ﷺ نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر آپ ﷺ کو چشمہ آب زمزم پر لے جایا گیا۔ آپ کے قلب اطہر کو دھویا گیا۔ اور آپ کے سینہ پاک کو مزید ایمان وحکمت سے معمور کیا گیا۔ اس کے بعد براق نامی جانور پر سوار کر کے بیت المقدس میں لے جایا گیا۔ مسجد اقصیٰ میں سارے پیغمبر۔ رسول اور نبی آپ کے استقبال میں کھڑے تھے۔ آپ نے امامت فرمائی اور سارے نبیوں کو دو رکعت نماز پڑھائی اور آسمان پر تشریف لے گئے۔ ایک ایک آسمان کی منزل طے کی۔ آسمان کے فرشتوں نے بار بار خوش آمدید کہا، انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں۔ آپ کو جنت کی سیر کروائی گئی۔ لوح محفوظ پر لکھنے والے قلم کی آوازیں آپ نے سنیں۔ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔ یہاں انوار الٰہیہ کی تجلیات ہی تجلیات تھیں۔ پھر پردے اٹھے اور آپ خلوت گاہ راز میں تشریف لے گئے۔ وہاں کن کن راز و نیاز پر سے پردے اٹھے کسی کو کچھ علم نہیں اور نہ ہی الفاظ ان باتوں کے متحمل ہو سکتے ہیں۔

اس وقت بارگاہ خداوندی سے تین عطیے ملے۔

۱۔ سورۂ بقرہ کی آخری آئتیں جن میں اسلام کے عقائد وایمان کی تکمیل اور اس کے درد ومصائب کے خاتمہ کی بشارت ہے۔

۲۔ امت محمدیہ ﷺ میں سے شرک نہ کرنے والوں کو مغفرت کی خوشخبری۔

۳۔ نماز پنجگانہ کا تحفہ۔

پھر آپ ﷺ واپس تشریف لائے۔ یہ لاکھوں کروڑں میلوں کی مسافت چند ثانیوں میں طے ہو گئی۔ صبح کو جب آپ نے اس واقعہ کا ذکر کیا تو مکہ کے ایک ایک فرد کے کان اس سے آشنا ہو گئے۔ کفار مکہ بھاگے بھاگے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں آئے۔ کہنے لگے۔

کچھ اپنے یار اور رفیق کی خبر ہے کہ وہ کیا کہتے ہیں۔

کہئے۔ وہ کیا فرماتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

آپ کے رفیق فرماتے ہیں کہ آج رات مجھے بیت المقدس میں لے جایا گیا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کیا واقعی میرا حبیب اس طرح کی بات کہتا ہے؟

کفار کے نزدیک ان کے سوال میں بڑا استعجاب تھا۔ وہ دل میں خوش ہو رہے تھے کہ وہ اس خبر کی تکذیب کر دیں گے۔ مگر ان کے تو سروں میں پانی پھر گیا۔ جب آپ نے فرمایا اگر میرے محبوب ﷺ نے ایسا فرمایا ہے تو میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ مزید فرمایا کہ تم تو بیت المقدس کی بات کرتے ہو میں کہتا ہوں وہ اگر یہ فرمادیتے کہ میں آسمان کی سیر کر کے آیا ہوں۔ تو مجھے اس کے تسلیم کرنے میں بھی کوئی تردد نہ ہوتا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس تصدیق پر صدیق کا خطاب دیا گیا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت میں تشریف لائے۔ عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ کے واقعہ معراج یا بیت المقدس میں جن لوگوں کو تردد ہے ان پر آپ بیت المقدس کی چند نشانیاں پیش فرمادیں تاکہ یہ لوگ صحت واقعہ سے انکار نہ کر سکیں۔

واقعہ کی تکذیب کرنے والے کچھ لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ یہاں چلے آئے تھے۔ ان میں ایسے وہ تمام لوگ شامل تھے جنہوں نے بار بار بیت المقدس دیکھا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں باور کروانے کے لئے حضور ﷺ سے یہ فرمائش کی تھی۔

حضور ﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا۔ کہو! بیت المقدس کے بارے میں آپ کیا سوال کرنا چاہتے ہیں۔

بخاری شریف میں آتا ہے کہ بیت المقدس حضور ﷺ کے سامنے پیش کر دیا

گیا۔ اب وہ جس قسم کا سوال کرتے حضور ﷺ اس کے درست جواب عطا فرماتے جاتے۔ جسے سن کر انہیں تسلیم کرنا پڑا کہ حضور (ﷺ) نے ساری نشانیاں درست بیان فرمائی ہیں۔

حضور ﷺ نے اس سفر کی صحت میں مزید فرمایا۔ کہ لوگو! جب میں واپس آ رہا تھا تو راستے میں میں نے فلاں جگہ پر دیکھا کہ قریش کا ایک قافلہ اونٹوں پر اپنا غلہ لاد کر آ رہا تھا کہ ان کا ایک اونٹ بھاگ گیا۔ پھر قافلے والے اسے گھیر کر واپس لائے۔ اس قافلے کے آگے سیاہ اور سفید رنگ کا اونٹ تھا۔ جس پر سیاہ پالان ہے۔ میں نے ان لوگوں پر سلام کیا وہ کہنے لگے یہ آواز تو محمد ﷺ کی ہے۔

آپ نے مزید فرمایا یہ قافلے والے فلاں روز کو یہاں پہنچیں گے۔ ان سے میری ان باتوں کی تصدیق کر لیں۔

یہ قافلہ واقعتہً اسی دن مکہ میں پہنچا جس دن کو آنے کی خبر حضور ﷺ نے دی تھی ان لوگوں نے آگے بڑھ بڑھ کر ان باتوں کی تصدیق کرنی چاہی جن کی حضور ﷺ نے اطلاع دی تھی۔ انہوں نے سب باتیں درست پائیں۔

نکتہ غیب

ہم بیت المقدس سے آسمانوں کی سیر پر گفتگو نہیں کرنا چاہتے وہ حضور ﷺ کے مشاہدات ہیں ہمیں ان کی صداقت میں ذرا بھی شک نہیں کرنا چاہئے۔ مکہ پاک سے بیت المقدس تک کا سفر اہل مکہ اور اہل شام نے کئی بار کیا تھا وہ لوگ ان راستوں اور مسافت سے خوب واقف تھے مسجد اقصیٰ کی بے شمار باتوں سے وہ آگاہ بھی تھے۔ جن کی انہوں نے تصدیق بھی کر دی۔

ہم آپ کی توجہ اس بات پر مبذول کرواتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ مکہ پاک سے کم و بیش ۸۰۰ میل دور ہے۔ آپ اگر کسی مکان میں ہفتوں رہ کر آ جائیں پھر آپ سے اس

کے بارے میں کچھ سوال کئے جائیں تو شائد آپ بہت سے جواب نہ دے سکیں۔ حضور ﷺ نے اس مسجد میں صرف دو رکعت نماز پڑھائی ہے۔ لہٰذا تسلیم نہ کرنے والوں کا گمان یہ تھا کہ حضور ﷺ ان کے سوالوں کے جواب نہ دے پائیں گے۔ مگر ان لوگوں نے جو کچھ پوچھا آپ نے اس کے جواب میں درست بتایا۔

بخاری شریف نے تصریح کر دی ہے کہ بیت المقدس آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق درمیان کے سارے پردے اٹھا دیئے گئے تھے۔ اندازہ تو کریں کہ بیت المقدس آپ ﷺ کے سامنے ہے مگر اسے صرف حضور ﷺ ہی دیکھ رہے ہیں یعنی جو چیز ہر ایک کی آنکھ سے پوشیدہ و غیب میں ہے اسے آپ دیکھ رہے ہیں۔ اور پھر جو پردے ہٹا دیئے گئے ہیں تو آٹھ سو میل کی دوری پر یہ مسجد اقصیٰ کسی اور کو دکھائی نہیں دیتی مگر حضور ﷺ کی نگاہیں بڑی واضح حالت میں دیکھ رہی ہیں۔

(بخاری شریف، سیرت النبی از شبلی نعمانی، مدارج النبوت از شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی)

ہجرت

جب قریش مکہ نے اسلام میں داخل ہونے والوں پر زیادہ سختیاں روا رکھیں تو ایک تو کچھ مسلمانوں کو آپ نے حبشہ کی جانب جانے کی اجازت فرما دی۔ دوسرے مدینہ پاک سے لوگ آ آ کر مسلمان ہونے لگے۔ تو قریش کو یہ فکر دامن گیر ہونے لگی کہ محمد (ﷺ) بھی کہیں ہجرت نہ کر جائیں۔ تو شر و فساد کے لئے مشورت و عناد کی طرف متوجہ ہوئے۔

اس زمانہ میں ان اشرار کا سرخیل ابو جہل لعین تھا۔ اب دوسرے مفسدین بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ دارالندوہ میں ایک مجلس منعقد ہوئی اس میں ہر قبیلہ کے رؤسا یعنی عتبہ، ابوسفیان، جبیر بن مطعم، نضر بن حارث بن کلدہ، ابوالبختری، ابن ہشام، زمعہ بن اسود بن مطلب، حکیم بن حزام، ابو جہل، بنیہ، دمنبہ، امیہ بن خلف

وغیرہ تھے۔

سوال یہ تھا کہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو کیسے روکا جائے۔

ایک شخص بولا۔ بانی مذہب کو مکہ سے نکال دیا جائے کہ اہل مکہ ان کے اثرات سے بچ جائیں۔

دوسرے نے کہا۔ یہ کوئی معقول بات نہیں ہے۔ وہ جہاں بھی جائیں گے ایک مضبوط قوت بن جائیں گے۔ اور وقت آنے پر مکہ پر حملہ کر دیں گے۔ میرے خیال میں انہیں قید کر دیا جائے۔

تیسرا شخص بولا قید کرنے والے کو آخر ایک دن چھوڑنا ہی پڑتا ہے۔ ان کے پیرو کاروں پر آپ نے اس قدر سختیاں کی ہیں لیکن وہ اپنے آبائی دین میں واپس نہیں آئے تو جیل کے دروازے توڑنا ان کے لئے مشکل نہ ہوگا۔ میں تو کہتا ہوں کہ (نعوذ باللہ) انہیں قتل کر دیا جائے چند دن کے لئے شور شرابا ہوگا پھر خاموشی ہو جائے گی۔

قرآن پاک نے اس واقعہ کا ذکر یوں کیا ہے۔

وَاِذْ یَمْکُرُبِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوَ یَقْتُلُوْکَ اَوْ
یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ

(انفال: ۳۰)

اے محبوب اس وقت کو یاد کیجئے جبکہ کفار آپ (ﷺ) کے بارے میں خفیہ طور پر منصوبہ باندھ رہے تھے۔ کہ یا تو آپ ﷺ کو قید کر دیں یا آپ کو قتل کر دیں یا آپ (ﷺ) کو نکال دیں۔ وہ بھی خفیہ باتیں کر رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی ان کے مکر کا بدلہ دینے میں تدبیر کر رہا تھا۔ اور اللہ مکاروں کو بہترین بدلہ دینے والا ہے۔

ابو جہل نے کہا قتل کر دینے والی تجویز اچھی ہے۔ مگر جو قتل کرے گا اس سے بدلہ لینا بنو ہاشم کا حق بن جائے گا۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ عرب کے ہر قبیلے سے ایک ایک بہادر نوجوان کو لو۔ اب ان کے سپرد یہ کام کرو کہ وہ یکبارگی محمد (ﷺ) پر اچانک حملہ کر دیں اور اس وقت تک اپنی تلواریں میانوں میں نہ رکھیں جب تک وہ محمد (ﷺ) کا کام تمام نہ کر دیں۔

اس صورت میں چونکہ محمد (ﷺ) کا قتل کسی ایک شخص یا ایک قبیلہ سے متعلق نہ ہو گا بلکہ ان کا خون قبائل میں بٹ جائے گا لہٰذا بنو ہاشم کیلئے بدلہ لینا مشکل بن جائے گا۔ دوسرے وہ سب قبائل سے بگاڑ بھی پسند نہ کریں گے۔

اس تجویز کو سب نے پسند کیا ہر قبیلے سے ایک ایک نوجوان لے کر ایک جماعت بنائی گئی اور شام ہونے سے پہلے ان نوجوانوں نے حضور ﷺ کے مکان کو گھیرے میں لے لیا۔

اتنا بڑا پروگرام بنے۔ ایک نبی کو قتل کر دینے کا منصوبہ بنے اور وہ بھی ایسے نبی کے لئے جو آخر الزماں نبی ہیں۔ جن کی خاطر کائنات کا ذرہ ذرہ وجود میں آیا ہو۔ انہیں اللہ تعالیٰ بے خبر رکھے۔ حضور ﷺ کی نگاہیں ان مفسدین کو دیکھ رہی تھیں اور آپ ﷺ کے کان ان مشوروں اور فیصلوں کو سن رہے تھے۔

حضور ﷺ بارگاہ ایزدی کی جانب متوجہ ہوئے عرض کیا بار الٰہا! قریش مکہ کے منصوبے تیری نگاہ سے اوجھل نہیں ہیں اب میرے لئے کیا حکم ہے؟

حضرت جبرئیل علیہ السلام فوراً حاضر ہوئے عرض کیا۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکَ الْھِجْرَۃَ

بلکہ ہجرت فرمانے کی اجازت اس آیہ کریمہ میں بھی ہے۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْق

وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا (بنی اسرائیل: ۸۰)

> اور دعا مانگا کیجئے کہ اے میرے رب! جہاں کہیں تو مجھے لے جائے سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں کہیں سے مجھے لے آئے سچائی کے ساتھ لے آ اور عطا فرما مجھے اپنی جناب سے وہ قوت جو مدد کرنیوالی ہو۔

قریش مکہ اپنی ساری عداوتوں کے باوجود اپنی امانتیں حضور ﷺ کے پاس رکھا کرتے تھے۔ ہجرت کرنے پر ان امانتوں کا لوٹانا ضروری تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ آج رات آپ میرے بستر پر سوئیں گے۔ صبح کو وہ امانتیں جو میرے پاس رکھی ہوئی ہیں ان کے مالکوں کے سپرد کر کے مدینہ میں آجانا۔

پھر آپ ﷺ حضرت ابو بکر صدیق کے ہاں تشریف لے گئے فرمایا مجھے ہجرت کا اذن مل گیا ہے۔ آپ بھی میرے ساتھ جائیں گے۔

یہ سارے کام قریشی نوجوانوں کے محاصرے سے پہلے کر لئے گئے۔

اب حضور ﷺ اپنے مکان کے اندر ہیں۔ قریشی نوجوان اس تاک میں بیٹھ گئے ہیں کہ حضور ﷺ باہر نکلیں تو پروگرام کے مطابق ان پر یکبارگی حملہ کر دیں۔ ظاہراً ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ وہ ہر چیز کو دیکھ رہے ہیں مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اندر جانا انہیں دکھائی نہیں دیتا۔ اور پھر حضور ﷺ کا گھر سے باہر آنا انہیں دکھائی نہیں دیتا۔ غیبوں کا جاننے والا ظاہر ہے مگر ان دیکھنے والوں کی نگاہوں میں غیب بن گیا ہے۔

حضور ﷺ بڑے اعتماد کے ساتھ باہر تشریف لائے اور ان کے بیچوں بیچ میں سے گزر گئے۔ اپنے آپ کو چھپایا نہیں ہے، کوئی روپ نہیں بدلا دروازے کی کنڈی کسی احتیاط سے نہیں کھولی۔ مبادا کوئی آواز آئے۔

ان پہرے داروں کی آنکھیں آپ ﷺ کی نورانیت سے چندھیا گئیں۔ آپ ﷺ کے جسم اطہر کی خوشبو نے انہیں مسحور کر دیا اتنا مسحور کر دیا کہ ان پر نیند کا گمان ہونے لگا وہ پڑے رہ گئے اور جانے والے چلے گئے۔

حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لیا۔ اور غار ثور میں جا کر آرام فرمایا تین دن تک آپ اس غار میں فروکش رہے۔

صبح ہوئی تو سرداران قریش کوئی خبر سننے کے منتظر تھے۔ مگر کچھ نہ سن سکے۔ حضور ﷺ کے مکان پر آئے تو اپنے جوانوں کو غافل پایا اندر دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے ان سے پوچھا۔

علی! آپ کے بھائی کہاں ہیں؟

آپ نے فرمایا تم کب میرے سپرد کر کے گئے تھے۔

وہ آپ کو حرم میں لے گئے تھوڑی دیر محبوس رکھا۔ پھر چھوڑ دیا۔

عرب کھوج لگانے میں بڑے ماہر گردانے جاتے تھے انہیں حضور ﷺ کے نقوش پا مل گئے وہ انہیں دیکھتے دیکھتے غار ثور تک جا پہنچے۔ اے کاش! وہ ان نقوش پا کی مدد سے کسی اور منزل تک پہنچتے۔ وہ منزل جس تک جانے کی حضور ﷺ ان کو دعوت دیتے تھے۔

یہ کھوج لگانے والے غار تک پہنچنے کے باوجود کچھ نہ دیکھ سکے۔ اور کچھ سن بھی نہ سکے حالانکہ غار والے ان کے پاؤں تک کو دیکھ رہے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے محبوب سے عرض کر رہے تھے۔ کہ یہ لوگ ہمیں یقیناً دیکھ لیں گے اور پا لیں گے۔ مگر حضور ﷺ فرما رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْهُمَا فِی الْغَارِ اِذْیَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لاَ تَحْزَنْ اِنَّ

اللّٰہَ مَعَنَا (التوبہ: ۴۰)

آپ دوسرے تھے دو سے جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے، جب وہ فرما رہے تھے اپنے رفیق کو کہ مت غمگین ہو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

قریش مکہ کا منصوبہ ناکام ہو گیا حضور ﷺ ان کے چنگل میں نہ آ سکے۔ اس بات کا انہیں قلق ہوا۔ انہوں نے اعلان کر دیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کو گرفتار کر کے لائے گا اسے سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔

سراقہ بن مالک بن جعشم کی رال ٹپکی۔ وہ انعام کے لالچ میں آپ ﷺ کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا۔ وہ چاہتا تھا کہ قبل اس کے کوئی دوسرا شخص سو اونٹ حاصل کرے وہ خود اس انعام کا مستحق بن جائے۔

حضور ﷺ کی اونٹنیوں کے جانے کے قدموں کے نشان اسے ملتے گئے اور وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ بہت دور سے حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس نے جاتے ہوئے دیکھے۔

وہ اپنے گھوڑے کو تیز دوڑا کر آپ تک پہنچنا چاہتا تھا۔ مگر اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور سراقہ زمین پر آ گرا۔ پھر اٹھا کپڑے جھاڑے اور گھوڑے پر سوار ہو کر اسے سرپٹ دوڑایا۔ مگر جونہی حضور ﷺ کے قریب پہنچا اس کے گھوڑے نے پھر ٹھوکر کھائی اور وہ دھڑام سے نیچے آ گرا۔ اس کا گھوڑا اتنا اناڑی نہیں تھا مگر اس کے بار بار گرنے کی وجہ اسے معلوم نہ ہو سکی۔ وہ تیسری بار پھر منزل کی جانب چل دیا۔ مگر جونہی قریب پہنچا اس کے گھوڑے نے پھر ٹھوکر کھائی وہ خود تو گھوڑے سے نیچے نہ گرا۔ تاہم اس کے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ گھوڑا اگلی طرف سے اتنا نیچے ہو گیا کہ سراقہ کا گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھے رہنا مشکل ہو گیا۔ وہ گھوڑے کی گردن

سے گھسٹتا ہوا گھوڑے کے آگے آگرا۔ پھر کیا تھا ایک بگولہ اٹھا اور گرد و غبار کی بجائے دھوئیں کے بادل بننے لگے۔

اب وہ سمجھ گیا کہ حضور ﷺ اپنے رب کی پناہ میں ہیں۔ انہیں کوئی شخص بھی نہ پکڑ سکتا ہے۔ نہ گزند پہنچا سکتا ہے ایک دن یقیناً وہ پورے عرب پر غالب آئیں گے۔

اب وہ اونچی آواز سے چلانے لگا۔

اے محمد بن عبداللہ (ﷺ)! میں سراقہ بن مالک بن جعشم ہوں۔ مجھے بات کرنے کا موقعہ دیجئے۔ میری نیت میں تبدیلی آگئی ہے اب میں کوئی بھی نقصان آپ ﷺ کو پہنچانے کی جرأت نہیں کروں گا۔

حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا سراقہ سے پوچھو اسے ہم سے کیا غرض ہے؟

سراقہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ مجھے دائرہ اسلام میں داخل فرمائیں۔

(ایک روایت کے مطابق سراقہ احد کی جنگ کے بعد مسلمان ہوئے)

نکتہ غیب

حضور ﷺ نے نہ صرف اسے ایمان کی دولت سے مالا مال کر دیا بلکہ فرمایا۔

سراقہ! میں تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن دیکھ رہا ہوں۔

یہ بات اس امر کو واضح کر رہی ہے کہ حضور ﷺ آنے والے زمانہ کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ عظمت اسلام کے مناظر ان پر نمایاں ہو رہے ہیں اور وہ دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان ضرور کسریٰ کے تخت و تاج تک پہنچیں گے کسریٰ کی سلطنت کی تسخیر ہو گی اور سراقہ بھی اس وقت تک زندہ رہیں گے۔

اس بات کو تاریخ نے ثابت کر دیا کہ حضرت عمر کے زمانہ میں مسلمانوں کی

فتوحات جب دور دور تک پھیلنے لگیں تو ایران بھی ان فتوحات میں شامل تھا کسریٰ کے اموال آئے تو آپ نے سراقہ کو بلایا فرمایا۔

کسریٰ کا لباس انہیں پہنایا جائے پھر اس کے ہتھیاروں سے اسے لیس کیا گیا اس کے سر پر تاج رکھا۔ اب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دیکھا کہا کہ پیچھے ہٹو وہ پیچھے ہٹ گئے پھر فرمایا آگے بڑھو وہ آگے بڑھ آئے اس کے بعد ارشاد ہوا۔

اللہ اللہ بنو مدلج کا ایک اعرابی اور اس کے جسم پر کسریٰ کا ملبوس۔

فرمایا سراقہ جاؤ۔

سراقہ نے سر جھکا دیا۔ عرض کیا اے امیر المومنین حضور ﷺ نے جس چیز کا وعدہ فرمایا تھا وہ تو آپ نے دی نہیں ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سراقہ کو قریب بلالیا اور اس کے ہاتھوں میں کسریٰ کے سونے کے کنگن پہنا دیئے۔ اس طرح حضور ﷺ کی اس بات کی تصدیق ہو گئی جس کے مناظر آپ نے پندرہ سال قبل ملاحظہ فرما لئے تھے۔

(سیرۃ النبی از شبلی نعمانی، مدارج النبوت از شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی)

خرید و فروخت

حضرت صہیب رومی اس وقت ایمان لائے جب حضور ﷺ دار ارقم میں تھے۔ آپ بڑے کمزور سے تھے۔ جب آپ نے سنا کہ حضور ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر چلے گئے ہیں تو آپ بھی اسی رات چل نکلے مگر کفار کے ہاتھوں پکڑے گئے۔ آپ کی آنکھیں آنسو بہاتی رہیں آپ رات بھر اس خیال سے کھڑے رہے کہ ان کے محبوب تو رات کے اندھیرے میں عرب کے سنگلاخ راستوں پر چلے جا رہے ہوں اور صہیب آرام سے لمبی تان کر سو جائے اور خراٹے بھرتا رہے۔ اگر کفار مکہ مجھے ان کی رفاقت میں جانے نہیں دیتے تو مجھے آنسو بہانے سے تو نہیں روک سکتے۔ جب وہ چاہتے ہیں

کہ میں بے چین رہوں تو یہ بے چینی کھڑے ہو کر کیوں نہ برداشت کروں۔ بس آپ کھڑے رہے اور اس راہ کو تکتے رہے جس راہ سے ان کے گمان کے مطابق ان کے آقا چلے جارہے تھے۔

کفار نے انہیں جب صبح کو اس حالت میں دیکھا تو انہیں چھوڑ کر چلے گئے جونہی حضرت صہیب رومی نے اپنے آپ کو آزاد پایا تو وہ انجانی منزل کی جانب چل دیئے مگر پھر پکڑے گئے۔

کہا۔ اے اہل قریش تم جانتے ہو میں پورے عرب میں مشہور تیر انداز ہوں اور تلوار اس وقت تک چلا سکتا ہوں جب تک وہ میرے ہاتھ میں رہے گی میں تمہارے کام کا نہیں ہوں۔ میں اس کے پاس جاؤں گا جس کی خاطر میں ہوں۔ بہتر ہوگا مجھ سے کچھ رقم لے کر مجھے چھوڑ دو اور جانے دو۔

کفار اس بات پر رضامند ہو گئے۔

فرمایا جاؤ میرے گھر کے فلاں کونے میں کچھ مال تہہ زمین رکھا ہے وہ سب تم لے لو اور مجھے جانے دو۔

وہ کہنے لگے۔ آپ کے بتائے ہوئے ٹھکانے سے جب تک ہم مال حاصل نہ کرلیں آپ کو جانے نہیں دیں گے۔ کیا خبر آپ اپنی جان بچانے کی خاطر ہمیں جل دے رہے ہوں۔

بہرحال یہ مال پا کر اہل قریش نے حضرت صہیب رومی کو چھوڑ دیا۔ آپ قبا کے مقام پر حضور ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو یحییٰ یہاں تک آنے میں تیری خرید و فروخت بڑے نفع کی رہی ہے۔

نکتہ غیب

یہ خرید و فروخت وہی ہے جو صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ تک

آنے کی خاطر اپنا مدفون مال کفار مکہ والوں کے حوالے کر دیا یعنی مال دے کر رفاقت پیغمبر کو خرید لیا۔ اندازہ تو کریں حضور ﷺ ظاہری طور پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ انجانے راستوں پر چل رہے ہیں ظاہری طور پر دشمن کے پیچھا کرنے کا خدشہ ہے مگر باطنی طور پر آپ ان دوستوں سے بے خبر نہیں ہیں جنہیں آپ مکہ میں چھوڑ آئے ہیں۔ یعنی صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رات بھر کھڑے رہنے سے آپ واقف ہیں اپنا مال وزر دے کر اہل قریش سے ہجرت کی اجازت کا سودا ہونا آپ دیکھ رہے ہیں آپ ﷺ کی نگاہوں کی راہ میں غیب کا ایک پردہ بھی حائل نہیں ہے۔ (سیرت النبی از شبلی نعمانی جلد سوم، اسد الغابہ جلد پنجم)

جائے وفات

سفر ہجرت میں ابھی آپ ﷺ مدینہ نہیں پہنچے تھے۔ کہ راستے میں بریدہ اسلمی اپنے قبیلے کے ستر سواروں کے ہمراہ مدینہ کے باہر کھڑے تھے۔

بریدہ نے پوچھا آپ کون ہیں؟

حضور ﷺ نے فرمایا۔ میں محمد بن عبد اللہ ہوں۔

بریدہ اسی وقت کلمہ پڑھ کے مسلمانوں کی صف میں شامل ہو گیا۔ نہ صرف اکیلا حلقہ بگوش اسلام ہوا بلکہ اس کے سارے ہمراہی بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

بریدہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کہاں جا رہے ہیں؟

حضور ﷺ نے فرمایا میں مدینہ جا رہا ہوں۔

تو کیا آپ ﷺ اس حال میں مدینہ میں داخل ہوں گے۔ کوئی عظمت اور پہچان کا نشان آپ کے ساتھ ہونا چاہئے۔ میں چاہتا ہوں آپ ﷺ کو جھنڈے کے بغیر مدینہ طیبہ میں داخل نہیں ہونا چاہئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا جیسے آپ ﷺ کی مرضی۔

بریدہ نے اپنی دستار کو اپنے نیزے پر باندھ لیا۔ اور علم مصطفیٰ ﷺ کا نام دے کر حضور ﷺ کے آگے آگے چل پڑا حتیٰ کہ آپ مدینہ منورہ میں آ گئے۔

نکتہ غیب

حضور ﷺ نے فرمایا بریدہ آج جس طرح تم علم اٹھا کر میرے ساتھ مدینہ میں آئے ہو ایسے ہی میرے بعد ولایت خراسان کے اس شہر میں جاؤ گے جسے ذوالقرنین نے آباد کیا تھا اس شہر کا نام ”مرو“ ہے اور یاد رکھو تمہارا وصال اس شہر میں ہو گا۔

۶۰ ہجری کے قریب حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جنگی مہم کو سر کرنے کے لئے مرو کے نواح تک گئے۔ مرو میں داخلہ واقعۃً ایک جھنڈے کے سائے تلے ہوا۔ آپ وہیں بیمار ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ آپ کی قبر حکم بن عمرو غفاری کے مزار کے پاس ہی ہے جو مرو میں قاضی رہے ہیں۔

یہ جو واقعات ۶۰ سال بعد پیش آنے تھے۔ حضور ﷺ ان سے پردہ آج ہی اٹھا کے بے نقاب کر رہے ہیں۔ (شواہد النبوت، اسد الغابہ)

مدنی زندگی

مدنی زندگی

طیب والمطیب

مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر ہو رہی ہے۔ حضور ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت بڑے شوق، محبت اور عقیدت سے اینٹ گارا دے رہی ہے۔ حضور ﷺ خود ایک مزدور کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں آقا اور غلام برابر کے شریک ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سب ایک ایک اینٹ اٹھا کر معماروں کو دے رہے تھے مگر ہمارا ایک ساتھی دو دو اینٹیں لے جا رہا تھا ہاتھ پاؤں اور چہرہ مٹی سے اٹا ہوا تھا۔ کام میں اس قدر منہمک تھا کہ ستانے کا نام نہیں لیتا تھا۔

یہ نوجوان حضرت عمار بن یاسر تھے۔ حضور ﷺ نے اس نوجوان کو دیکھا تو فرمایا

عمار! ادھر میرے پاس آجاؤ۔

عمار سہم سے گئے۔ کہ کہیں کام میں کوتاہی نہ ہو گئی ہو آہستہ آہستہ قدموں کے ساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ جسم کی مٹی پسینے سے گارا بن رہی تھی۔

حضور ﷺ نے قریب بٹھا لیا اور اپنے دست مبارک سے اس کی مٹی جھاڑنے لگے۔ اس سے پیار کرتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے۔

میرے عمار پر مصیبت آئے گی۔ میری امت کا ایک باغی گروہ انہیں قتل کر دے گا۔ حالانکہ ان کا کوئی قصور نہ ہو گا۔ یہ تو ان لوگوں کو جنت کی طرف بلاتے ہوں گے مگر وہ انہیں دوزخ کی طرف لے جانا چاہیں گے۔ حق و صداقت کا ساتھ دیتے دیتے اپنی

جان قربان کر دیں گے۔

حضرت عمار بن یاسر ان مسلمانوں میں شامل ہیں جنہوں نے دعوت اسلام قبول کر کے کفار مکہ کی بے پناہ سختیاں برداشت کی تھیں۔ بلکہ ایک بار مشرکین مکہ نے انہیں آگ میں جلاڈالا تھا۔ آپ کے جسم پر پھپھولے بن کے پھوٹ چکے تھے زخموں سے خون اور پانی رستا تھا۔ بڑی تکلیف میں تھے مگر زبان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کا نام جاری رہا۔

حضور ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے تو اپنے ہاتھ مبارک ان کے زخموں پر پھیرتے دعا فرماتے کہ

اے آگ! تو عمار پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہو گئی تھی۔ آپ ﷺ نے حضرت عمار بن یاسر کا نام طیب والمطیب رکھا تھا۔

آپ صحت یاب ہوگئے مگر قریش مکہ کی سختیاں کم نہ ہوئیں۔ ہجرت مدینہ کا وقت آیا تو آپ ان مہاجرین میں شامل تھے جو سب سے پہلے مدینہ پاک میں پہنچے۔

آپ نے جو حضور ﷺ کی زبان مبارک سے سنا کہ میرے عمار کو میری امت کے باغیوں کا گروہ قتل کر دے گا۔ تو یقین ہو گیا کہ شہادت ان کے مقدر میں ہے۔

آپ غزوۂ بدر اور دیگر لڑائیوں میں شریک ہوتے رہے اور ہر جہاد میں غازی بن کے واپس لوٹتے رہے۔ یہاں تک کہ مکہ فتح ہو گیا۔ مدینہ میں اسلامی ریاست کی ایک مستحکم بنیاد پڑ گئی۔ مگر عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے اس حکم کے منتظر ہیں جو آپ نے مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کے موقعہ پر فرمایا تھا۔

حضور ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنی خلافت حضرت عمر فاورق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کر کے چلے گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہادت کا درجہ حاصل کر کے رخصت ہوگئے۔

یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی باغیوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش فرما گئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی۔

حضرت عمار بن یاسر اپنی عمر کے نوے سال پورے کر کے اگلی دہائی میں داخل ہو چکے تھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان نزاع شدت اختیار کر گئی۔ جنگ صفین ۳۷ھ میں ہوئی تو ایک ۹۳ سالہ بوڑھا ہتھیار سجا کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوجوں میں شامل ہو گیا۔ یہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جن کے بڑھاپے پر جوانوں کا سا جوش و جذبہ غالب تھا۔ باغیوں کی صفیں چیرتے ہوئے آگے نکل جاتے پھر خون آلود تلوار لے کر ایسے نکلتے جیسے بدلیوں کی اوٹ میں سے چاند نکلتا ہے۔

آخر عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تیروں اور تلواروں کے اتنے وار ہوئے کہ سنبھلنا مشکل ہو گیا شہادت کا جام اپنے لبوں سے لگا لیا۔

نکتۂ غیب

آج جس بوڑھے مجاہد کے جسم سے خون کے فوارے چھوٹے اس کی شہادت کی خبر 36 سال پیشتر حضور ﷺ نے دے دی تھی۔ جن کی نگاہوں میں ماہ و سال کی طوالتیں روز و شب کے اندھیرے اجالے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ آپ جو کچھ فرماتے ہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر فرماتے ہیں۔

(بخاری شریف، تاریخ اسلام، فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا)

حدیث جبریل

حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام کے درمیان میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک اجنبی شخص آیا اس نے حضور ﷺ سے یہ سوال پوچھے۔

۱۔ ایمان کیا چیز ہے؟

۲۔ اسلام کیا چیز ہے؟

۳۔ احسان کیا چیز ہے؟

۴۔ قیامت کب آئے گی؟

یہ شخص عام لوگوں کی نگاہ میں ایک عام شخص تھا مگر حقیقت میں یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔ جو حضور ﷺ کی امت پر ایمان، اسلام، احسان اور قیامت کے حقائق واضح کرنے کے لئے تشریف لائے تھے دیکھنا یہ ہے کہ یہ باتیں جبرئیل نے سوالات کی طرز میں حضور ﷺ سے کیوں پوچھیں؟

اگر ان باتوں کا علم مسلمانوں تک پہنچانا مقصود تھا تو وہ جس طرح خدا کے دیگر احکام حضور ﷺ تک لے کر آتے تھے ان کی وضاحت بھی فرمادیتے۔ مگر نہیں ایسا نہیں کیا گیا بلکہ سوال پوچھے گئے ہیں۔

قاعدہ یہی ہے کہ جس سے کوئی سوال پوچھا جاتا ہے اس کے بارے میں یہ یقین ہوتا ہے کہ وہ اس کے جواب کو جانتا ہے اور سوال پوچھنے والے سے متعلق دو گمان ہو سکتے ہیں۔ ۱۔ اگر تو وہ بطور ممتحن پوچھتا ہے تو وہ بھی ان سوالوں کے جوابات جانتا ہے۔ اور اگر اضافہ علم کی خاطر پوچھتا ہے تو شاید نہ جانتا ہو۔

حضور ﷺ نے پہلے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر اس کے فرشتوں پر، آخرت پر اللہ تعالیٰ سے ملنے پر، اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں پر ایمان لاؤ اور قیامت کا یقین کرو۔

دوسرے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اور نماز پڑھو اور فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔

اور تیسرے سوال کے جواب میں فرمایا۔ کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس خلوص اور خشوع کے ساتھ کرو کہ گویا تم اسے (اللہ کو) دیکھ رہے ہو اور اگر یہ حالت پیدا نہیں ہوتی تو یہ خیال اور یقین ضرور رہے کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

چوتھا سوال قیامت کے بارے میں تھا۔ کہ قیامت کب آئے گی آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس سے سوال کیا جارہا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔

اس جواب میں قیامت کے بارے میں علم رکھنے کا قطعی انکار نہیں ہے۔ بلکہ آپ نے فرمایا ہے کہ اس کے جاننے میں یا نہ جاننے میں ہم دونوں برابر ہیں۔ اس راز کو افشانہ کرنے کی حقیقت سے ہم دونوں آگاہ ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر خاموش رہنے کا حکم ہے لہٰذا سوال کرنے والے کو ایسا سوال نہیں کرنا چاہئے تھا۔

ہاں اگر سوال کرنے والے کو زیادہ ہی اصرار ہے تو قیامت آنے سے قبل کچھ اس طرح کے حالات ضرور دیکھیں گے۔

۱۔ جب لونڈی اپنے سردار کو جنے گی۔

۲۔ جب سیاہ اونٹوں کو چرانے والے عمارتوں میں رہنے لگیں گے۔ تو سمجھ لینا قیامت قریب ہے۔

۳۔ جس وقت امانت ضائع کردی جائے گی تو قیامت کا انتظار کرنا اور امانت کا ضائع کرنا یہ ہے کہ کام نااہل لوگوں کے سپرد کئے جائیں گے (کام سے مراد حکومت کی عدل و انصاف کی ذمہ داری ہے)

۴۔ قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ علم اٹھ جائے گا اور جہل قائم ہو جائے گا۔ شراب نوشی ہونے لگے گی اور زنا اعلانیہ ہونے لگے گا۔

۵۔ عورتوں کی کثرت ہو جائے گی اور مردوں کی قلت یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا تعلق صرف ایک مرد سے ہوگا۔

"ذکر خیر" کے صفحہ ۱۱۲ پر ایک واقعہ یوں لکھا گیا ہے کہ حضور ﷺ ایک جہاد میں تشریف لے گئے حسب معمول کفار سے فرمایا۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ پر اس کے رسول ﷺ پر اور قیامت پر ایمان لاؤ۔ اگر ایمان لے آؤ تو تمہارا حال ہمارے جیسا ہوگا اور اگر انکار کرتے ہو تو ہمارے اور تمہارے درمیان میں تلوار فیصلہ کرے گی۔

کفار نے جواب دیا کہ ہم قیامت کو نہیں مانتے۔ قیامت تو بس یہی ہے کہ مرے اور خاک مٹی ہو گئے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاس ہی کھڑے تھے۔ وہ آگے بڑھے اور بڑے جوش کے ساتھ فرمایا۔ یا رسول اللہ ﷺ اگر اجازت ہو تو میں ان کفار کو ابھی قیامت دکھا دوں۔ کہ قیامت کا میدان قائم ہے اور جھنڈے لگے ہوئے ہیں حساب کتاب ہو رہے ہیں۔

حضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بازو پکڑ لیا۔ فرمایا سلمان معلوم ہوتا ہے تیرے دل سے رومال اٹھ گیا ہے۔ اور جس کے دل پر سے رومال اٹھ جاوے وہ ایسا کر سکتا ہے۔ مگر ہمیں تو احکام پہنچانے اور غیب پر مسلمان کرنے کا حکم ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم بھی قیامت کے سارے منظر دکھا سکتے تھے۔ مگر ہم کو اس وقت اس کا حکم نہیں ہے۔

"ذکر خیر" میں ہی ایک حدیث کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح ہیں جس طرح میری یہ انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔

پہلا نکتہ غیب

قیامت کا قائم ہونا بے شک امور غیب میں سے ہے اور ان پانچ چیزوں میں شامل ہے جن کا علم صرف خدا کو ہے یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ غیب کی پانچ کنجیاں ہیں کہ انہیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۱۔ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے۔

۲۔ نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ رحم مادر میں کیا چیز ہے۔

۳۔ نہ کسی کو معلوم ہے کہ وہ کل کیا کرے گا۔

۴۔ نہ کسی کو یہ خبر ہے کہ وہ کس ملک میں مرے گا۔

۵۔ اور نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ بارش کب ہو گی۔

آپ اپنی اس حدیث میں فرمارہے ہیں کہ ان علوم غیبیہ کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔ یعنی اس وقت اور اس گھڑی کوئی نہیں جانتا۔ یہ نہیں فرمایا کہ کوئی نہیں جانے گا اللہ تعالیٰ ابھی اپنے حبیب کو بتادے تو حضور ﷺ خود جاننے لگیں گے۔ کیونکہ قرآن پاک میں ارشاد باری ہے کہ

> عٰلِمُ الغَیْبِ فَلاَ یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَداً اِلاَّ مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَسُوْلٍ
>
> غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا، سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

اس طرح آج کی سائنس کے باعث دنیا میں جو بعض امور میں ہم وقت سے پہلے آگاہ ہو رہے ہیں اس کے تحت حضور ﷺ کی صداقت میں کوئی اعتراض نہیں کرسکے گا کیونکہ

ہم دیکھتے ہیں کہ موسم کی خبریں دینے والے ہوا کے دباؤ کے اثرات سے جو نتائج مرتب کرتے ہیں اس کے تحت وہ بتادیتے ہیں کہ کہاں کہاں بارش ہو گی۔ اور اکثر ان کی یہ پیش گوئی درست ثابت ہوتی ہے۔ ہسپتالوں میں سائنسی آلات کی مدد سے ماں کے پیٹ کے بچے کے بارے میں بھی بتادیا جاتا ہے۔ اور کوئی شخص کل کیا کرنے والا ہے اسکی قوت ارادی پر موقوف سمجھا جاتا ہے وہ جو ارادہ کرتا ہے زیادہ تر اس کے

مطابق کام کر ہی لیتا ہے۔

رہی یہ بات کہ کل کیا ہونے والا ہے یا کون کس ملک میں مرے گا تو اولیاء اللہ کے حالات میں ایسی بے شمار مثالیں مل جاتی ہیں جو وقت سے پہلے کسی کی موت اور مقام سے آگاہ کر دیتے تھے یا کل کے حالات کے متعلق بتادیا کرتے تھے۔

آقائے نامدار حضور ﷺ کی ہستی تو دوسری تمام ہستیوں سے بالا ہے۔ وہ بھلا کیسے ان علوم غیبیہ سے نا آشنا رہ سکتی ہے تو اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ۔

غیب کی کنجیاں میرے پاس ہیں میں جسے پسند کرتا ہوں دے دیتا ہوں۔ بات صاف عیاں ہے حضور ﷺ کے علاوہ کون زیادہ پسندیدہ ہونے والی ہستی ہے؟

لہٰذا دو اعتبار سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضور ﷺ کو قیامت کا علم ہے۔

ا۔ جب حضور ﷺ قیامت کی نشانیوں سے آگاہ ہیں تو آپ قیامت کے قیام سے بھی آگاہ ہیں۔

۲۔ جب قیام قیامت علوم غیب کی ایک کنجی ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے قیام سے بھی آگاہ فرمادیا ہے۔

دوسرا نکتہ، غیب

حضرت جبرئیل علیہ السلام کے تیسرے سوال میں یہ بات پوچھی گئی تھی کہ احسان کیا ہے؟ اس کا جواب حضور ﷺ نے یہ دیا کہ تم اللہ کی عبادت اس خلوص اور خشوع سے کرو گویا تم اسے (اللہ تعالیٰ کو) دیکھ رہے ہو۔ اور اگر یہ حالت پیدا نہیں ہو سکتی تو یہ خیال اور یقین ضرور رہے کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اس جواب میں خصوص اور عموم پایا جاتا ہے۔ خصوص پہلے حصے میں ہے اور عموم دوسرے حصے میں۔

خصوص یہ ہے کہ عبادت اس خلوص اور خشوع سے کرو گویا تم اپنے اللہ تعالیٰ کو

دیکھ رہے ہو۔ یہ خصوصیت دنیا کے کسی بھی انسان میں پیدا ہو یا نہ ہو مگر حضور ﷺ سے متعلق یہ یقین کرنا پڑے گا کہ وہ اس خلوص اور خشوع سے عبادت کرتے ہیں یعنی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کو دیکھتے رہتے ہیں۔

اللہ سب سے بڑا غیب ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو اس غیب کی ایک جھلک دیکھ کے ہی بیہوش ہو گئے تھے اور طور جل گیا تھا۔ مگر حضور ﷺ تو اس غیب کو کم از کم ہر عبادت میں دیکھ رہے ہیں۔ اور معراج کی رات میں حضور ﷺ نے اپنے رب کو جی بھر کے دیکھا۔ (بخاری شریف)

جنت اور دوزخ

ہجرت کے بعد ایک دفعہ اچانک دھوپ میں اندھیرا شامل ہونے لگا۔ سورج کی ٹکڑی کم ہونے لگی۔ یہ سورج گرہن لگنے کا وقت تھا سورج گرہن یا چاند گرہن کے بارے میں سائنس جو کچھ کہتی ہے کہتی پھرے۔ لیکن اسلام کے پاس ایک اپنا نظریہ ہے روشنی کا جو اتنا بڑا کرہ اپنی روشنی سے محروم ہو رہا ہے ہمیں ایک سوچ اور فکر دینے کے لئے ہے۔ کہ سورج کی پوجا کرنے والے جان جائیں کہ کوئی اس سے بھی بڑی ہستی ہے جو اسے مغلوب کر سکتی ہے۔ جس طرح سورج بے نور ہو سکتا ہے زمین کی رونقیں بھی بے آباد ہو سکتی ہیں۔

حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو بلایا فرمایا آؤ نماز پڑھنے کے لئے وضو کرو۔

حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں میں عین اس وقت اپنی بہن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (زوجہ مکرمہ حضور ﷺ) کے گھر میں آئی جبکہ لوگ حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عائشہ بھی نماز پڑھ رہی تھیں۔

حضور ﷺ نے یہ نماز بڑی لمبی پڑھی۔ یہاں تک کہ میں (حضرت اسماء) بے

ہوش ہونے لگی۔ اور اپنے سر میں پانی ڈالنے لگی۔

جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اس کے بعد فرمایا۔

جس چیز کو میں نے آج تک نہ دیکھا تھا وہ میں نے اس وقت اس جگہ کھڑے کھڑے دیکھ لی ہے۔ یہاں تک کہ جنت و دوزخ کو بھی۔ اور بیشک میرے اوپر یہ وحی آئی ہے کہ قبروں میں تم لوگوں کی آزمائش ہوگی۔ تم میں سے ہر ایک کے پاس فرشتے بھیجے جائیں گے۔ اور اس سے کہا جائے گا کہ اس مرد (حضور ﷺ) کے متعلق تم کو کیا علم ہے۔

وہ کہے گا یہ میرے محمد ﷺ ہیں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں ہمارے پاس معجزے اور ہدایت لے کر آئے تھے۔ ہم نے ان کی بات مانی اور ایمان لائے اور پیروی کی۔

اس سے کہا جائے گا کہ آرام سے سو جا اس لئے کہ ہم نے جان لیا کہ تو مومن ہے۔

نکتۂ غیب

جنت اور دوزخ کی حقیقتیں اللہ تعالیٰ نے پردہ غیب میں رکھی ہیں۔ مگر حضور ﷺ کے لئے تو یہ غیب کے پردوں میں نہیں۔ حضور ﷺ تو فرما رہے ہیں کہ میں نے جنت اور دوزخ کو بھی یہیں کھڑے کھڑے دیکھ لیا ہے۔

اور پھر اپنے متعلق یہ بھی بتایا کہ ہر مرنے والے سے پوچھا جائے گا کہ اس مرد (محمد ﷺ) کے بارے میں تیری معلومات کیا تھیں اور کیا ہیں۔ اچھا عقیدہ رکھنے والا یقیناً اچھی بات کہے گا۔ یہ بات حضور ﷺ کی محض ظاہری حیات تک محدود نہیں ہے بلکہ قیام قیامت تک ہے۔ (بخاری شریف)

رویت پشت

نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو کھڑے ہو گئے حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ میرا منہ قبلہ کی طرف ہے لیکن خدا کی قسم تمہارا رکوع،

تمہارا سجدہ اور تمہارا خشوع اپنی پشت سے ویسا ہی دیکھتا ہوں جیسا سامنے سے۔

نکتہ غیب

انسان کی کمر سے پیچھے کی دنیا انسان کی آنکھ سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ یا پردہ غیب میں چلی جاتی ہے۔ مگر آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ میں اپنی پشت سے بھی ویسا ہی دیکھتا ہوں جیسا سامنے سے یعنی حضور ﷺ کے لئے پشت کی دنیا کی کوئی چیز پردہ غیب میں نہیں ہے۔

اگر ہم اس حدیث کے سارے لفظوں پر غور کریں تو یہ امر بڑا واضح ہو جائے گا کہ سجدہ اور رکوع تو نظر آ جانے والے ہیں مگر خشوع ایک ایسی صفت ہے جو دیکھنے کے باوجود بھی دکھائی دینے والی نہیں ہے۔ اس کا تعلق دل کے ساتھ ہے حضور ﷺ فرما رہے ہیں جس خشوع و خضوع کے ساتھ آپ نماز پڑھ رہے ہیں مجھے وہ بھی نظر آ رہا ہے اور یہ خشوع اور خضوع صرف ایک مقتدی کا نہیں ہے بلکہ صف در صف کے ہر مقتدی کے دل پر آپ کی نگاہ ہے۔

جو ہستی نماز کی حالت میں اپنی پشت سے پیچھے کے حالات سے واقف ہے وہ عام حالات میں ہمارے دل کی دنیا سے آشنا کیونکر نہ ہو گی۔ (بخاری شریف)

نماز

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک بار ہم حضور نبی کریم ﷺ کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے اس وقت ایک شخص آخری صف میں کھڑا مصروف نماز تھا وہ نماز ٹھیک طرح سے نہیں پڑھ رہا تھا۔

حضور ﷺ نے نماز مکمل کر کے سلام پھیرا تو اس شخص کو طلب فرمایا کہا۔ کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ تو نماز کیسے پڑھتا ہے؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہارا کوئی عمل مجھ پر چھپا

رہتا ہے۔ اللہ کی قسم! میں پیچھے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسا کہ اپنے آگے دیکھتا ہوں۔

نکتۂ غیب

جو آدمی درست نماز نہیں پڑھ رہا تھا وہ آخری صف میں کھڑا تھا اور آخری صف بھی نہ جانے کتنی صفوں کے بعد تھی۔ نماز میں کیا غلطی کر رہا تھا کسی کو کوئی علم نہیں۔ آیا وہ قیام ورکوع اور سجود میں جلدی یا سستی کر رہا تھا۔ یا اپنے پاؤں آگے پیچھے کر رہا تھا۔ یا ہاتھوں سے سر یا جسم کا کوئی حصہ بار بار کھجلاتا تھا۔

ان ظاہری غلطیوں کے علاوہ شائد تسبیحات میں کوئی کوتاہی کر رہا تھا یا خشوع و خضوع میں فرق تھا۔ اور پھر یہ بھی یقینی امر ہے کہ اس شخص سے جو بھی غلطی ہو رہی تھی وہ عمداً یا دانستہ نہیں ہو رہی تھی بلکہ نادانستہ طور پر ہو رہی تھی۔

آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو فوراً اسے کھڑا کر کے فرمایا کہ تم خدا سے نہیں ڈرتے ہو کہ اس کے دربار میں حاضر ہو کر نماز پڑھنے میں کوتاہی کئے جا رہے ہو۔

اندازہ کریں نمازیوں کے ایک ہجوم اور صف در صف کے آخر میں کھڑے نمازی کی نماز کو آپ ﷺ دیکھ رہے ہیں۔ بلکہ مزید فرمایا کہ میں تمہیں پیچھے سے بھی ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے آگے سے دیکھتا ہوں۔ (مسند احمد)

مناکحت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضور ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ سب سے بڑی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ ان سے چھوٹی صاحبزادی حضرت سیدہ رقیہ، ان سے چھوٹی حضرت سیدہ ام کلثوم اور سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

حضرت سیدہ زینب کی شادی حضرت ابو العاص بن ربیع سے ہوئی تھی۔ جو فتح مکہ سے کچھ تھوڑا عرصہ پہلے دائرہ اسلام میں آئے۔ حضرت سیدہ رقیہ اور حضرت سیدہ ام

کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقد میں آئیں اور سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنگ بدر کے زمانے کو سن بلوغ تک پہنچ چکی تھیں۔ خاندان قریش کے سردار اور شہزادے خواہش کرتے تھے کہ وہ حضرت فاطمہ کو اپنی زوجیت میں لے لیں۔ انہوں نے بارگاہ رسالت میں درخواست کی لیکن حضور ﷺ نے سب کو یہی جواب دیا جیسا اللہ تعالیٰ چاہے گا۔

یہ بات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم میں آئی ان کی تمنا یہی تھی کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہو جائے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ جانے حضور ﷺ کی خدمت میں کیوں درخواست نہیں کی۔ شاید اپنی غربت و افلاس کی وجہ سے یہ جسارت نہ کر رہے ہوں۔

یہ دونوں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں گئے۔ آپ اس وقت کسی انصاری کے باغ میں کام کر رہے تھے۔

یہ تینوں صاحب وہاں پہنچے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں دیکھا تو پوچھا۔ خیریت تو ہے؟ کیسے آنا ہوا؟

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی آمد کی وجہ بتائی اور آپ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا۔

آپ حضور ﷺ سے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ مانگئے شائد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے یہ رشتہ آپ کے لئے روکا ہوا ہے۔

حضرت علی کی آنکھوں میں آنسو ہی آنسو تھے۔ کہا۔

رسول اللہ ﷺ کے دوستو! میری تمنا تو یہی ہے کہ یہ شرف مجھے حاصل ہو لیکن تہی داماں ہوں۔ عرض کرنے کی جرأت کیسے کروں؟

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔

حضور ﷺ کے نزدیک مال و دولت کی کوئی وقعت نہیں۔ آپ ان کی خدمت اقدس میں ضرور جائیں۔ آپ کے اخراجات ہم برداشت کرنے کو تیار ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں لجاتے اور شرماتے ہوئے حاضر ہوئے اور سراپا ادب بن کر بیٹھ گئے۔ لیکن ہمت نے ساتھ نہ دیا۔ زبان گنگ ہو گئی۔ یارائے تکلم نہ رہا۔ زبان قال اگر خاموش تھی تو زبان حال ماجرائے دل کی ترجمانی کر رہی تھی

زمشتاقاں اگر تاب سخن بردی نمی دانی
محبت می کند گویا نگاہ بے زبانے را

نبی مکرم ﷺ نے مہر سکوت کو توڑا فرمایا۔

مَاجَآءَ بِكَ اَلَكَ حَاجَةٌ

(اے علی) کیسے آئے ہو؟

آپ نہیں بولے۔ آپ کی قوت گویائی جواب دے گئی۔ زبان میں حرکت کرنے کی جرأت نہ تھی۔ چہرے پر پسینہ تھا۔ سر جھکا ہوا تھا ایسا کیوں نہ ہوتا کسی کے جگر کے ٹکڑے کو اس سے مانگنا کوئی آسان کام تو نہیں ہے۔

حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حالت دیکھی تو خود ارشاد فرمایا۔

لَعَلَّكَ جِئْتَ تَخْطُبُ فَاطِمَةَ

کیا فاطمہ کے رشتہ کے لئے آئے ہو۔

بڑی آہستہ آواز میں عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ ﷺ اور سر کو مزید جھکا دیا۔

حضور ﷺ نے پوچھا۔ کیا مہر ادا کرنے کے لئے کوئی چیز ہے؟

عرض کی

لاَ واللہ یارسول اللہ

یارسول اللہ! بخدا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا وہ زرہ جو میں نے تمہیں پہنائی تھی وہ کدھر گئی۔ عرض کی وہ تو میرے پاس ہے۔

فرمایا۔ وہی زرہ بطور مہر پیش کردو۔

اس طرح نکاح پہلے پڑھا گیا اور رخصتی کچھ عرصہ بعد میں ہوئی۔

نکتہ غیب

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے ہاں پرورش پائی آپ کو گھر میں آنے جانے میں کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی صرف۔ تمنا رکھتے تھے۔ زبان سے اس کا اظہار نہیں کیا۔ اور جہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں گئے اور انہیں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رشتہ کی درخواست کرنے کا مشورہ دیا وہ جگہ مدینہ سے باہر ہے۔

مگر حضور ﷺ کی نگاہیں اس سارے منظر کو دیکھ رہی ہیں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے کا ایک ایک لفظ سن رہے ہیں۔ اور جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں آکر بیٹھ جاتے ہیں تو آپ کی نگاہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل کے نہاں خانوں تک جھانک رہی ہیں تبھی تو آپ نے فرمایا۔

لَعَلَّكَ جِئْتَ تَخْطُبُ فَاطِمَةَ

(اے علی) کیا فاطمہ کے رشتہ کے لئے آئے ہو۔

(ضیاء النبی جلد سوم، از پیر محمد کرم شاہ الازہری)

غزوۂ بدر

کفار مکہ کی ایذائیں جب حد سے بڑھ گئیں تو حضور ﷺ نے اپنے آبائی شہر مکہ کو چھوڑ دیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر مدینہ پاک کی طرف ہجرت فرمائی۔ اس ہجرت سے قبل یہاں (مدینہ) کے ۷۲ افراد بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانیہ میں مسلمان ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ ان کی وجہ سے اسلام کے ساتھ عقیدت و محبت مدینہ منورہ کے بچوں اور بچیوں میں بھی راسخ ہو چکی تھی۔

آپ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو انہیں بچیوں نے دف بجا بجا کر آپ ﷺ کا استقبال کیا تھا۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوِدَاعِ
چاند نکل آیا ہے کوہ وداع کی گھاٹیوں سے
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَادَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ
ہم پر خدا کا شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں

مدینہ منورہ میں آپ کی آمد سے ایک مستحکم ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ مواخات کے رشتہ میں انصار و مہاجرین منسلک ہو گئے۔ وہ ایک دوسرے کے دست و باز و بن گئے اس طرح اسلام کو ایک مضبوط تقویت ملنے لگی۔ بلکہ اسلام اہل مدینہ کو تحفظ دینے لگا۔

کفار مکہ کے پاس مسلمانوں کے ان بہتر حالات کی خبریں برابر پہنچ رہی تھیں۔ انہیں مسلمانوں کی ترقی اور ایک مستحکم وجود کی حیثیت سے ابھرنا قطعہً گوارا نہیں تھا۔ وہ

انہیں زک پہنچا کر اسلام سے بددل کر دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک ہی سال کے بعد مسلمانوں پر جنگ بدر ٹھونس دی گئی۔

بدر ایک گاؤں کا نام ہے جہاں سال کے سال میلہ لگتا تھا۔ یہ مقام مدینہ منورہ سے ۸۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ مکہ والوں نے اسلحہ اور مصارف جنگ کا خوب انتظام کیا ایک ہزار کا لشکر تیار کر کے مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لئے چل دیئے۔

حضور ﷺ کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابہ کو جمع کیا اور واقعہ کا اظہار فرمایا۔ اس پر مہاجرین نے جانیں نثار کر دینے کے عزم کو ظاہر کیا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ انصار کی طرف دیکھ رہے تھے کہ وہ اپنے کس ارادے کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ بیعت کے وقت انصار نے صرف یہ اقرار کیا تھا کہ جب کوئی دشمن مدینہ پر چڑھائی کرے گا تو ان کی تلواریں فوراً میانوں سے باہر آ جائیں گی۔ اب سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سردار خزرج) اٹھ کھڑے ہوئے۔ عرض کیا حضور ﷺ کا انصار کی طرف دیکھنے کا مطلب کیا ان کی رائے طلب کرنا ہے؟ خدا کی قسم آپ ﷺ فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں۔ حضرت مقداد نے عرض کیا ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ علیہ السلام کا خدا لڑیں۔ ہم لوگ آپ کے داہنے سے، بائیں سے، سامنے سے اور پیچھے سے لڑیں گے۔

صحابہ کا یہ عزم دیکھ کر حضور ﷺ کا چہرہ چمک اٹھا۔

غرض ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ کو آپ ۳۱۳ جان نثاروں کے ساتھ شہر سے نکلے۔ ان میں ۷۷ مہاجرین اور ۲۳۶ انصار تھے۔ ایک میل مدینہ سے باہر جا کر فوج کا جائزہ لیا۔ اس لشکر اسلام میں کچھ کم عمر بھی تھے آپ ﷺ نے انہیں واپس بھیج دیا کہ یہ کفر اسلام کا پہلا معرکہ ہے بچوں کا جانا ٹھیک نہیں ہے۔

مدارج النبوت کی صراحت سے پتہ چلتا ہے کہ جب یہ قافلہ مدینہ طیبہ سے روانہ

ہوا تو حضور ﷺ کے ہمراہ ۳۰۵ جان نثار تھے جن میں ۸۰ مہاجرین اور بقیہ انصار تھے۔ اور آٹھ اصحاب وہ تھے جو کسی عذر کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے تھے مگر مال غنیمت میں سے حصہ ان کو بھی عطا فرمایا گیا۔ اہل سیر ان کو بھی اصحاب بدر میں شمار کرتے ہیں جیسے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اپنی بیوی سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (بنت رسول) کی تیمارداری کے باعث شریک نہیں ہوئے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مشرکین کے قافلہ کی جستجو میں نکلے تھے۔

بہر حال جب یہ مختصر سا قافلہ بدر کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت . کے دوسری طرف سے پر قریش بھی ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے مناسب مقامات پر قبضہ کر لیا تھا۔ بخلاف اس کے مسلمانوں کی طرف کوئی کنواں یا چشمہ نہ تھا۔ زمین اس قدر ریتلی تھی کہ اونٹوں کے پاؤں ریت میں دھنس دھنس جاتے تھے۔

کچھ مسلمانوں پر حالت جنابت وارد ہو گئی۔ شیطان نے ایسے مسلمانوں کے دلوں میں وسوسہ پیدا کیا کہ کفار نے تو بدر کے چشموں اور کنوؤں پر قبضہ کر لیا ہے مگر تم صرف اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ کو ہی کافی سمجھتے ہو۔ حالانکہ اب تم نجس ہو۔ تمہیں غسل کی ضرورت ہے۔ جنگ میں لڑو گے تو تمہاری پیاس تمہاری بہادریوں کو لے ڈوبے گی۔ جہاں تمہاری بھوک اور پیاس سدراہ ہو گی، وہاں تمہارے دشمن بھی تمہیں نوچ کھانے کے منتظر ہیں۔ تم مرو گے تو ناپاک ہی مرو گے۔

اللہ تعالیٰ نے اس وسوسہ شیطانی کو خارج کرنے کے لئے بارش برسا دی ادھر ریتلی زمین سخت ہو گئی اور ادھر دلدل ہو گئی۔ مسلمانوں نے گڑھے کھود لئے جہاں ضرورت سے وافر پانی جمع ہو گیا اس طرح مسلمانوں کے دل شیطانی وسوسے سے پاک ہو گئے بلکہ سکون و اطمینان بھی حاصل ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر فرمایا۔

وَ يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ
عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ (انفال:۱۱)

اور اللہ نے آسمان سے تم پر پانی اتارا تاکہ اس سے تم پاکی حاصل کرو۔ اور حق تعالیٰ تمہارے دلوں سے شیطان کا وسوسہ دور فرما دے۔

حضور ﷺ کے لئے شاخوں اور ٹہنیوں سے ایک عریش بنایا گیا جس میں آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے۔ دروازے پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار کی ایک جماعت کے ساتھ پہرہ دینے لگے۔

حضور ﷺ نے سجدے میں سر رکھ دیا۔ بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔ بار الٰہا یہ قوم (کفار مکہ) بڑے تکبر و غرور کے ساتھ آئی ہے۔ یہ چاہتے ہیں کہ تیرے اور تیرے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کریں۔ اے خدا میں تیری مدد کا منتظر ہوں جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ اگر تو نے مسلمانوں کی اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔

پہلا نکتہ غیب

حضور ﷺ کی دعا قبول بارگاہ ہوئی۔ جنگ تو دوسرے دن ہونے والی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے جنگ کا پورا نقشہ حضور ﷺ کو آج ہی دکھا دیا۔ غیب کے سارے پردوں کو اٹھا دیا۔

حضور ﷺ اٹھے باہر تشریف لائے۔ صحابہ سے فرمایا میں کل ہونے والی جنگ کو دیکھ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کامیاب کرے گا فتح حق کی ہو گی اور میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ کون کس جگہ مرے گا۔ آپ ﷺ نے زمین پر نشان بنایا فرمایا۔

یہ نشان ولید بن عتبہ کے مرنے کا ہے۔ یہاں شیبہ تڑپ تڑپ کر جان دے گا۔ یہاں ابو جہل اپنے انجام کو پہنچے گا۔

ہاں ہاں میرے صحابہ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ یہاں ابو البختری مرے گا۔ زمعہ بن الاسود کے مرنے کی یہ جگہ ہے عاص بن ہشام کے مرنے کا وہ مقام ہے۔ امیہ بن خلف اس جگہ تڑپتا ہوا مر جائے گا۔ منبہ بن الحجاج کی یہ قتل گاہ ہے۔ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۷ رمضان بروز جمعہ حق و باطل کا یہ معرکہ کارزار رونما ہوا۔ کفار کی مبارزت طلبی پر حضرت عوف و معاذ پسران حارث اور حضرت عبداللہ بن رواحہ تشریف لائے۔

کفار مکہ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم انصاری ہیں۔ ان کافروں نے کہا تمہارے ساتھ ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ ہم اپنے چچاؤں کے بیٹوں کو بلاتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک نے آواز دے کر کہا۔

اے محمد ﷺ! ہماری قوم میں سے ہمارے ہم کفو کو بھیجو۔ اس پر حضور ﷺ نے حضرت عبید بن الحارث۔ حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا جاؤ ان کے ساتھ مبارزت یعنی مقابلہ کرو۔

پھر یہ تینوں نکلے اور میدان میں آئے اس پر ان کافروں نے کہا۔ ہاں تم ہمارے برابر کے ہو۔ پھر حضرت عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بہت بوڑھے تھے اور ان کی عمر ۸۰ سال کی تھی عتبہ کے مقابل آئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیبہ کے مقابل ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولید بن عتبہ سے مقابلہ کیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولید کو قتل کر دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیبہ کا سر تن سے جدا کر کے رکھ دیا پھر یہ دونوں حضرت عبید کی مدد کو پہنچے جو اس وقت اپنے دشمن کے وار سے زخمی ہو چکے تھے ان کے آتے ہی عتبہ بھی زخمی ہو کے

گرا اور موت کو آوازیں دینے لگا اور کراہتے اور تڑپتے ہوئے بے حس و حرکت ہو گیا۔

پھر عام جنگ ہوئی۔ مسلمان کفار مکہ سے گتھم گتھا ہو گئے حضور ﷺ جنگ کا سارا نقشہ دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ریت کی ایک مٹھی لے کر کفار کے منہ پر پھینکی۔ اور پڑھا۔ شَاهَتِ الْوُجُوْه یعنی ان کے چہرے مسخ ہوں۔

آپ ﷺ کا اس ریت کو پھینکنا تھا کہ اس کا ایک ایک ذرہ بندوق کی گولی بن گیا جہاں جہاں کفار مسلمانوں سے لڑ رہے تھے یہ ذرے ان تک پہنچے۔ اور آنکھوں کانوں اور ناکوں میں گھس گئے۔ ان کے منہ پھر گئے اور شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

اس موقعہ پر ایک آیت نازل ہوئی۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (انفال: ۱۷)
یعنی اے محبوب وہ مشت خاک آپ ﷺ نے نہیں پھینکی جب
کہ آپ نے پھینکی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔

جب بدر میں فتح کا نعرہ بلند ہوا اور اسیران بدر کی مشکیں باندھ دی گئیں تو صحابہ نے دیکھا کہ مقتولین مکہ میں سے ہر ایک اس جگہ پر مرا پڑا تھا جس کے لئے جس جگہ کا نشان آنحضور ﷺ نے ایک روز قبل بتا دیا تھا۔

دوسرا نکتہ غیب

غزوۂ بدر میں کفار مکہ کے ستر آدمی اسیر بنا لئے گئے۔ ان اسیروں میں حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس بھی تھے۔ جب وہ مشرکین مکہ کے ساتھ بدر میں معرکہ آرائی کی غرض سے آئے تھے تو اپنے ساتھ ۲۰ اوقیہ سونا لائے تھے تاکہ مشرکوں کو کھانا دیں۔ اور کچھ سونا خفیہ طور پر اپنی بیوی ام فضل کے سپرد کر دیا تھا۔ جب اسیر ہوئے تو ان کا ۲۰ اوقیہ سونا مال غنیمت بن گیا۔

قیدیوں کو جب فدیہ لے کر رہا کر دینے کا فیصلہ ہوا تو آپ کو حضور ﷺ کی

خدمت میں لایا گیا۔

حضور ﷺ نے ان سے فدیہ طلب کیا۔

کہنے لگے۔ میرے پاس ۲۰ اوقیہ سونا تھا۔ وہ غنیمت کی صورت میں آپ ﷺ کے پاس ہے۔ اس میں سے فدیہ لے لیں۔

مگر حضور ﷺ نے اسے قبول نہیں فرمایا۔ اور فرمایا کہ یہ تو وہ مال ہے جو تم مسلمانوں کے خلاف جنگ میں استعمال کرنے کے لئے لائے تھے۔ اور اب وہ مسلمانوں کی غنیمت ہے اسے فدیہ میں محسوب نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت عباس نے کہا اس کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں ہے میں کہاں سے فدیہ ادا کروں۔ اور آپ ﷺ کا خیال یہ ہے کہ میں کسی سے قرض لے کر فدیہ ادا کروں۔ تو آپ یہ کیسے گوارا کرلیں گے کہ آپ ﷺ کا چچا لوگوں سے بھیک مانگے اور لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائے۔

کیا یہ سچ ہے کہ آپ کے پاس گھر میں فدیہ ادا کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے؟

بالکل کچھ نہیں ہے۔

تو وہ سونا کیا ہوا جو تم نے اپنی زوجہ ام الفضل کو اس وقت دیا تھا جب تم کعبہ سے روانہ ہوئے تھے۔

حضرت عباس نے سر جھکا دیا عرض کیا۔ ہاں وہ سونا واقعی میرے گھر میں موجود ہے مگر اس کی اطلاع آپ کو کیسے ہوئی۔ وہ سونا جب میں نے اپنی زوجہ کے سپرد کیا تھا س وقت ہم دونوں کے سوا تیسرا شخص کوئی نہ تھا۔ اور آپ ﷺ تو پھر بھی پونے تین سو میل مکہ۔ سے دور تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ایک سچے نبی کے لئے ایسی باتوں کو جاننا کوئی مشکل نہیں ہے۔ اسے اس کا اللہ آگاہ کر دیتا ہے۔

پھر کیا تھا حضرت عباس نے عرض کیا اے نبی اللہ! آپ واقعی صادق ہیں آپ جو فرما رہے ہیں بالکل ایسے ہی ہے میں آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لاتا ہوں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرتا ہوں۔ مجھے بھی آپ دائرہ اسلام میں داخل کر لیں۔ پھر انہوں نے کہا۔

اَشْهَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(سیرت النبی از شبلی نعمانی، ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری)

تمنائے شہادت

حضرت ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت نیک خاتون صحابیہ تھیں۔ جب حضور ﷺ بدر کی جنگ کی تیاری میں مشغول تھے تو ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی یہ درخواست لے کر حاضر خدمت ہوئیں کہ انہیں بھی اس جہاد میں شامل ہونے کی اجازت فرمائی جاوے۔ میں شائد زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی ہوئی یا پانی پلاتی ہوئی شہادت پا سکوں۔

حضور ﷺ مسکرا دیئے۔ فرمایا ام ورقہ تم اپنے گھر میں رہو تمہیں شہادت کا درجہ گھر پر مل جائے گا۔

ام ورقہ کا دل اگرچہ شکستہ سا ہو گیا مگر یہ خوشی ضرور ہوئی کہ انہیں شہادت ضرور نصیب ہو گی۔

یہ پہلی خاتون ہیں جنہیں زندگی میں شہیدہ کا لقب مل گیا۔ لوگ انہیں ام ورقہ شہیدہ کہنے لگے۔ اس کا یقین تو یہ تھا کہ وہ شہادت کا مرتبہ پا کر شہیدہ کہلائے۔ لیکن یہ مرتبہ اسے حضور ﷺ کی زندگی میں نہ مل سکا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ بھی گزر گیا۔ مگر وہ شہادت پانے سے محروم رہی اب تو وہ بڑھاپے کی وادی میں قدم رکھ چکی تھی یہ شہادت اسے نصیب نہیں ہو رہی تھی اس کی سمجھ میں کچھ

نہیں آرہا تھا کہ بوڑھی خاتون کی حیثیت میں کیسے میدان جنگ میں شہادت کا مرتبہ پائے گی۔

یہ دور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا دور تھا ام ورقہ کے ہاں ایک غلام اور ایک لونڈی تھی نہ جانے انہیں کیا ہوا کہ انہوں نے اس کا سارا مال ٹھکانے لگانے کا پروگرام بنایا اور دونوں نے مل کر ایک رات اسے گلا دبا کر مار دیا۔ اس طرح وہ شہیدوں کی صف میں شامل ہو گئی۔

نکتہ غیب

ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غزوۂ بدر کے تقریباً سولہ سال بعد شہیدہ ہوئیں مگر حضور ﷺ نے سولہ سال قبل ہی اس کی آنے والی زندگی کو انجام تک دیکھ لیا۔ وہ تو غزوہ بدر میں شہید ہو جانا چاہتی تھیں مگر حضور ﷺ نے دیکھ لیا کہ اس نے ابھی سولہ سال مزید زندہ رہنا ہے یقیناً وہ غزوۂ بدر میں شہید نہیں ہوں گی۔ آپ ﷺ نے اسے شہیدہ کا لقب تو اسی دن سے دیدیا مگر شہید ہونے کا اعزاز اسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ملا۔ (سیرت النبی از شبلی نعمانی جلد سوم)

خفیہ معاہدہ

اسلام کا بہت بڑا دشمن اور حضور ﷺ کو قدم قدم پر ایذائیں دینے والا ایک شخص عمیر بن وہب تھا۔ بدر میں سخت ہزیمت اٹھانے کے بعد وہ خانہ کعبہ میں اپنے مقتولین پر نوحہ کناں تھا۔ کہ اتنے میں صفوان بن امیہ بھی آ گیا۔ اور اس کی نوحہ خوانی میں شامل ہو گیا۔ پھر صفوان نے کہا۔

عمیر! اس رونے دھونے کا کیا فائدہ۔ مرنے والے مر گئے ہمارے رونے سے وہ واپس نہیں آسکیں گے۔ ہم زندہ ہیں تو ہمیں زندوں والا کوئی کام کرنا چاہئے یوں رو رو

کر اپنے کو ہلکان کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

ہاں صفوان! تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں نے بارہا اس امر پر غور کیا ہے۔ کہ خفیہ طور پر میں مدینہ میں جاؤں اور چپکے سے (نعوذ باللہ) محمد (ﷺ) کا کام تمام کر کے آ جاؤں۔ مگر جب اپنی بیوی بچوں کا خیال آتا ہے تو ارادہ ترک کر دیتا ہوں۔

کیا آپ کے بیوی بچے کہیں چلے جائیں گے؟

نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ بس خوف سا آتا ہے کہ اگر محمد (ﷺ) کے صحابہ نے مجھے مار دیا تو میری بیوی بچوں کی کفالت کون کرے گا؟ عمیر نے کہا۔

اگر تم بہادری سے یہ کام کر سکتے ہو تو اس خوف اور فکر کو میرے دامن میں ڈال دو کہ اگر تم مارے گئے تو میں تمہاری بیوی اور بچوں کی کفالت کروں گا۔

میرے سر پر کچھ قرضوں کا بوجھ بھی ہے۔

میں ان قرضوں کو بھی ادا کر دوں گا۔

صفوان! کیا تم یقیناً ایسا کر سکو گے۔

ہاں عمیر! اگر تم اس کام میں کام آ گئے۔ تو تمہارے قرضے اتارنے اور تمہاری بیوی بچوں کی کفالت میرے لئے قطعۂ کوئی بوجھ نہ ہو گا۔

عمیر بن وہب اسی وقت اٹھا۔ گھر گیا میان میں سے تلوار نکالی اسے صاف کیا اور زہر میں بجھایا اور پھر مدینہ کی جانب چل دیا۔

مدینہ پہنچا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دیکھ لیا۔ اور پہچان لیا۔ وہ آگے بڑھے اور گریبان سے پکڑ لیا۔ کہا

کس ارادے سے آئے ہو؟

میں اپنے بیٹے کو چھڑانے کی غرض سے آیا ہوں جو بدر کے معرکے میں آپ لوگوں کا قیدی بن گیا ہے۔ عمیر نے کہا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔

حضور ﷺ نے بھی اس سے یہی سوال کیا کہ وہ مدینہ میں کس نیت سے آیا ہے؟

عمیر کا جواب وہی پہلا تھا، کہ اپنے بیٹے کو چھڑانا چاہتا ہوں۔

عمیر سچی بات کرو گے تو چھوڑ دیئے جاؤ گے ورنہ تمہیں قتل کر دینا ہمارے لئے کوئی زیادہ مشکل نہیں ہے۔

اے محمد بن عبداللہ (ﷺ) میں سچ کہتا ہوں میں اپنے بیٹے کی رہائی کی غرض سے آیا ہوں۔ اگر آپ میرے بیٹے کو چھوڑ دیتے ہیں تو میں اسے لے کر واپس مکہ میں چلا جاؤں گا اور زندگی بھر آپ کا احسان مند رہوں گا۔

فرمایا۔ بیٹے کی رہائی کی غرض سے آتے تو ہم تیرا بیٹا تیرے حوالے کر دیتے۔ مگر تم تو اس نیت سے آئے ہی نہیں ہو۔

نہیں اے ابوالقاسم میں اس غرض سے آیا ہوں۔

ٹھیک ہے۔ مگر وہ جو خانہ کعبہ میں بیٹھ کر تم نے صفوان بن امیہ سے خفیہ بات چیت کی ہے وہ کہاں جائے گی۔ کیا تم میرے قتل کی نیت سے نہیں آئے ہو؟ کیا صفوان نے تمہارے قرضے ادا کرنے کا وعدہ تم سے نہیں کیا ہے کیا اس نے تمہاری بیوی بچوں کی کفالت کی ذمہ داری قبول نہیں کی ہے؟

عمیر کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ اس کی اندرونی خباثت کو حضور ﷺ نے بھرے مجمع میں ظاہر کر دیا اسے اب اپنی موت دکھائی دینے لگی۔ اب اس نے ہاتھ باندھ دیئے عرض کرنے لگا۔

آپ ﷺ واقعی اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔ آپ ﷺ پر ہماری غیب کی باتیں کھل جاتی ہیں۔ آپ سچ فرما رہے ہیں میں واقعی آپ ﷺ کے قتل کے ارادے سے آیا تھا صفوان نے میرے قرضوں کی ادائیگی اور میری بیوی بچوں کی کفالت کی ذمہ داری

بھی قبول کی تھی۔ مگر جس وقت ہم نے یہ خفیہ طور پر معاہدہ کیا اس وقت حرم میں ہمارے دونوں کے سوا کوئی اور نہ تھا۔ آپ کو کیسے علم ہو گیا؟

عمیر! تم جانتے ہو جب تم یہ خفیہ معاہدہ کر رہے تھے تو میرا اللہ تمہیں دیکھ رہا تھا۔ اور مجھے بتا رہا تھا۔

عمیر اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ حضور ﷺ نے اس کے بیٹے وہب بن عمیر کو اس کے حوالے کر دیا۔ پھر یہی عمیر بن وہب مکہ میں جا کر لوگوں کو دعوت اسلام دینے لگے۔

نکتہ غیب

حضور ﷺ غزوۂ بدر سے فارغ ہو کر واپس آئے تھے۔ اسیر ان بدر کے معاملات طے ہو رہے تھے۔ ظاہری طور پر وہ اس کام میں اس قدر مصروف تھے کہ ان کا دھیان کسی اور جانب جاتا ہی نہیں ہے۔ مگر نہیں ایسا نہیں ہے وہ تو بدر میں ہزیمت اٹھانے والے ایک ایک فرد کے دلوں میں جھانک رہے ہیں۔ ان کی حرکات و سکنات پر آپ کی نگاہ ہے۔

بیٹھے مدینہ میں ہیں مگر یہاں سے کئی سو میل دور مکہ والوں کے خفیہ منصوبوں پر آپ کی نظر ہے۔

جیسا کہ اس واقعہ سے عیاں ہے صفوان بن امیہ اور عمیر بن وہب حضور ﷺ کے قتل کر دینے کا خفیہ منصوبہ بناتے ہیں۔ ذمہ داریاں سونپی جا رہی ہیں اور ذمہ داریاں قبول کی جا رہی ہیں۔ مگر آپ کی نگاہ کے سامنے یہ دوریاں اور پردے کچھ اہمیت نہیں رکھتے۔ سب اٹھا دیئے جاتے ہیں آپ ﷺ انہیں ایسے ہی دیکھ رہے ہیں جیسے ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر کوئی چیز رکھی ہوئی ہو۔

(سیرت النبی جلد سوم از شبلی نعمانی، اسد الغابہ۔ جلد ہفتم)

غزوۂ احد

غزوۂ احد ۳ ہجری میں پیش آیا۔ اس کی وجہ محض جوش انتقام تھا۔ کیونکہ عرب میں ایک شخص کا قتل لڑائی کے ایک طویل سلسلے کو چھیڑ دیتا تھا یہاں تو بدر کی لڑائی میں ستر (۷۰) ایسے آدمی مارے گئے تھے جو سرداران مکہ تھے۔ اور اپنے قبیلوں کے تاج تھے۔ ان ستر سرداروں کے قتل کے انتقام کو وہ اپنی چمکتی تلواروں کی باڑھ پر ایک قرض اور فرض سمجھتے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ قریش کو جونہی کشتگان بدر کے ماتم سے فرصت ملی تو اس فرض کے ادا کرنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ انہوں نے اس مال تجارت سے ہونے والے کثیر نفع کو سنبھال کے رکھا ہوا تھا۔ جو جنگ بدر کے دوران میں شامی قافلہ کما کے لایا تھا۔

جنگ بدر کے مقتولین کے بیٹے اور اعزہ اکٹھے مل کر ایک دن ابوسفیان کے پاس گئے۔ انہوں نے اپنے عمامے گلوں میں ڈال رکھے تھے۔ روتے روتے عرض کیا کہ اے ابوسفیان محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں نے ہماری قوم کا خاتمہ کر دیا ہے اب انتقام کا وقت ہے ہم چاہتے ہیں کہ مال تجارت کا جو نفع اب تک جمع ہے وہ اس کام میں صرف کیا جائے۔

یہ ایک ایسی درخواست تھی جو پیش ہونے سے پہلے قبول کر لی گئی۔

چونکہ انہیں بدر کے معرکہ میں مسلمانوں کی قوت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے وہ بدر میں لے جائے گئے سامان جنگ کی نسبت اب دوگنا سامان اکٹھا کرنا چاہتے تھے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

جب مدینہ میں قریش مکہ کے اس حملہ کی تیاریوں کی خبریں آنے لگیں تو حضور ﷺ نے دو خبر رساں خبر لانے کے لئے بھیجے جن کے نام انس اور مونس تھے۔ انہوں نے آکر اطلاع دی کہ قریش کا ایک بھاری لشکر مدینہ کے قریب پہنچ چکا ہے۔ اور مدینہ

کی چراگاہ عریض کو ان کے گھوڑوں نے صاف کر دیا ہے۔

حضور ﷺ ایک ہزار مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ مکہ والوں کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلے مگر رستے میں عبداللہ بن ابی سلول اپنی تین سو کی جمعیت لے کے واپس چلا گیا باقی صرف سات سو صحابہ کرام لشکر محمد میں رہ گئے۔

احد کے مقام پر قریش کی فوجیں اتر چکی تھیں۔

حضور ﷺ نے میدان جنگ کا جائزہ لیا۔ تو پشت کی طرف سے دشمن کے حملے کا احتمال تھا۔ آپ ﷺ نے پچاس تیر اندازوں کا دستہ متعین فرمادیا انہیں ہدایت کی گئی کہ جنگ کا نقشہ خواہ کچھ بھی ہو تم نے اس درے کو نہیں چھوڑنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے افسر تھے۔

میدان احد میں اولاً مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا اور انہوں نے کفار مکہ کو شکست کی حد تک پیچھے دھکیل دیا مگر پچاس تیر انداز جو درے پر تعینات تھے کو ہدایت تھی کہ جنگ کا نقشہ خواہ کچھ بھی ہو تم نے اس درے کو نہیں چھوڑنا ہے۔ ان سے صبر نہ ہو سکا۔ انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کو فتح ہو گئی ہے تو وہ بھی مال غنیمت کو اکٹھا کرنے میں لگ گئے۔

خالد بن ولید نے جب درے کو خالی پایا تو وہ تیزی سے اپنے لشکر کے ساتھ آیا اور پیچھے سے حملہ کر دیا۔ مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ وہ سنبھل نہ سکے اور خود اپنی ہی تلواروں سے مسلمان بھائیوں کو شہید کر دیا۔ حضرت اسید بن حضیر کو جو دو زخم لگے وہ مسلمانوں کی ہی تلواروں سے لگے تھے۔ حضرت ابو بردہ کو اس موقعہ پر مسلمانوں نے زخمی کر دیا تھا اور حضرت حذیفہ کے والد ماجد اسی اضطرابی حالت میں مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے تھے۔ گویا کہ یہ ایک ایسا افراتفری کا عالم تھا کہ جاں نثار صحابہ بھی حضور ﷺ سے بے خبر ہو گئے۔

اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عبداللہ بن تمیہ جو قریش کا مشہور بہادر تھا

آگے بڑھا اور حضور نبی کریم ﷺ کے بالکل قریب آگیا اور چہرہ مبارک پر تلوار ماری۔ مغفر کی دو کڑیاں چہرہ مبارک میں چبھ گئیں۔ حضور ﷺ زخمی ہو گئے دندان مبارک شہید ہو گئے۔

مسلمانوں کے لئے یہ لمحات بڑی شرمندگی کے تھے۔ کہ وہ ایک طرف جس آقا کے وضو کے پانی کو زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے آج ان کی آنکھوں کے سامنے وہی آقا زخمی ہو گئے ہیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کو گھیرے میں لے لیا آپ ﷺ کے گرد ایک دیوار سی بن گئے یہ چودہ صحابی تھے جن میں سات انصاری اور سات مہاجرین تھے۔ مہاجرین میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت علی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت زبیر بن العوام، حضرت طلحہ بن عبداللہ اور ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے اور انصار میں سے حضرت حباب بن المنذر، حضرت ابو دجانہ، حضرت عاصم بن ثابت، حضرت سہل بن حنیف، حضرت اسید بن حضیر، حضرت سعد بن معاذ اور حضرت حارث بن صیحہ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے۔

جنگ احد میں شجاعت کے جوہر دکھانے والوں میں حضرت وہب بن قابوس مزنی اور ان کے بھتیجے حارث بن عقبہ بن قابوس بھی تھے۔ جب خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابو جہل نے درے میں سے آکر مسلمانوں پر حملہ کیا تو ان دونوں نے جم کر مقابلہ کیا ان کے پائے استقلال میں ذرا بھر جنبش نہ آئی۔ اور نہایت ثابت قدمی سے لڑتے رہے اسی اثناء میں جب کافروں کا ایک غول رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔

مَن بِھٰذہ الضبرتہ   کون ہے جو اس غول کا مقابلہ کرے اور انہیں دفعہ کرے؟

اس وقت وہب بن قابوس نے کہا۔

اَنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ   میں ہوں یارسول اللہ

حضور ﷺ نے انہیں بتوں کے پجاریوں کو مار بھگانے کی اجازت دی۔ انہوں نے ایک ایک کافر کو تلوار کی باڑ اور نیزوں کی انّی پر رکھ لیا۔ اور ایسے کاری زخم لگائے کہ وہ بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک اور غول حضور علیہ السلام پر حملہ آور ہونے کے لئے نمودار ہوا۔ اس وقت پھر حضور ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ بھذہ الکتبیة   کون ہے جو ان شیطانوں کو دور کرے؟

وہب بن قابوس جو ابھی پہلے غول سے لڑتے لڑتے فارغ ہوئے تھے۔ حضور ﷺ کی آواز پر جلدی سے آگے بڑھے عرض کیا۔

اَنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ   میں ہوں یارسول اللہ۔

انہیں پھر کفار مکہ سے مقابلہ کرنے کی اجازت مل گئی۔ انہوں نے پلٹ پلٹ کر دشمنوں پر کاری وار کئے کچھ زخمی ہوئے اور بہت سے واصل جہنم ہوئے یہاں تک کہ میدان صاف ہو گیا کہ تیسرا ٹولہ حضور ﷺ پر حملہ کرنے کے لئے دکھائی دیا۔ اب کے پھر حضور ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ ھٰؤلَاءِ   ان کے لئے کون ہے؟

اب پھر وہی وہب بن قابوس ہی آگے بڑھے اور عرض کیا۔

اَنَا یَارسول اللّٰہِ   میں ہوں یارسول اللہ۔

وہب بن قابوس کی بار بار کی آواز پر کہ اَنا یارسول اللہ میں ہوں اے اللہ کے حبیب۔ اس کام کے لئے حاضر ہوں پر آپ بڑے خوش ہو رہے تھے فرمایا۔

قُمْ وَاَبْشِرْ بِالْجَنَّۃِ   قائم رہو اور جنت کی بشارت لو۔

وہب اس بشارت سے سر فراز ہو کر کفار کی صفوں میں گھس گئے۔ کافروں نے ان

کو گھیر کر شمیر و سناں سے بری طرح مجروح کر دیا زخم اس قدر کاری تھے کہ بہت خون بہہ گیا۔ رنگ زرد ہونے لگا کمزوری بڑھ گئی۔ آخر گر پڑے اور شہید ہو گئے۔

پہلا نکتہ غیب

حضرت وہب بن قابوس سے حضور ﷺ نے تین بار یہ جملہ فرمایا کہ ان شیطانوں کو بھگانے والا کون ہے؟ اور ہر بار حضرت وہب بن قابوس نے اس کے جواب میں عرض کیا، انا یا رسول اللہ۔ لیکن تیسری بار کے جواب پر آپ ﷺ نے فرمایا۔

قُمْ وَاَبْشِرْ بالجنۃ یعنی قائم رہو اور جنت کی بشارت لو۔

گویا اب حضور ﷺ کی آنے والے حالات پر نظر تھی اور آپ ﷺ دیکھ رہے تھے کہ اب حضرت وہب بن قابوس کی شہادت ہو گی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اب کی بار حضرت وہب بن قابوس کفار مکہ کے نرغے میں آ گئے اور ان کی تلواروں نے آپ کو گھائل کر دیا جس کے نتیجے میں آپ شہید ہو گئے۔

جب وہب بن قابوس شہید ہوئے اس وقت حضرت مصعب بن عمیر علمبردار لشکر تھے۔ وہ بھی درمیان میں آ گئے اور شہید ہو گئے۔ چونکہ آپ کی مشابہت حضور ﷺ سے تھی اس لئے مشہور ہو گیا کہ حضور ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔

اس خبر سے مسلمانوں کے حوصلے پست ہو گئے وہ کہنے لگے اب لڑنا فضول ہے۔ انہوں نے اپنی تلواریں میانوں میں ڈال لیں اہل قریش اس خبر سے بڑے خوش ہوئے۔ اب انہوں نے بھی لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا۔

اگرچہ مجاہدین اس وقت تتر بتر ہو گئے تھے۔ لیکن انہوں نے میدان کو نہیں چھوڑا تھا کہ اچانک ان کے کانوں نے حضرت کعب بن مالک کی ایک خوش کن آواز سنی۔ وہ بڑے پر جوش نعرے مار مار کر اعلان کر رہے تھے کہ۔

لوگو! رسول اللہ ﷺ صحیح و سلامت ہیں اس آواز پر صحابہ کے تن مردہ میں جان پیدا ہو گئی۔ حوصلوں میں توانائی آ گئی۔ اور وہ آپ ﷺ کے جھنڈے تلے پھر جمع ہو گئے۔

اگلا قدم اٹھانے سے پہلے ابوسفیان اس افواہ کی تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ کیا واقعی حضور ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ اس نے چند ساتھیوں کی مدد سے آپ ﷺ اور اکابر صحابہ کی نعشوں کو تلاش کیا پھر وہ مسلمانوں کے کیمپ کے قریب ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ کر پکارا کیا یہاں محمد (ﷺ) ہیں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی جواب نہ دے۔

پھر اس نے باری باری حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پکارا۔ جب بھی کوئی آواز نہ آئی۔ تو خوشی سے نعرہ زن ہوا کہ سب مارے گئے اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔

اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ضبط نہ ہو سکا انہوں نے باآواز بلند کہا۔

او دشمن خدا ہم سب زندہ ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب نے ابوسفیان کی ساری خوشیوں پر پانی پھیر دیا۔ لیکن اپنی انا کی تسکین کی خاطر جیسے اس نے سنا ہی نہ ہو کہا اعل ہبل اے ہبل تو بلند ہے۔

اب حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا تم نعرہ لگاؤ اللہ اعلی واجلُّ اللہ بلند اور جلیل ہے۔

ابوسفیان نے پھر کہا اَلعُزّٰی لنَ وَلاَ عُزّٰی لکم بت عزیٰ ہمارا ہے تمہارا نہیں۔

اس کے جواب میں صحابہ بولے اللّٰہُ مَولاَنَا وَلاَ مولی لکُمْ اللہ ہمارا پروردگار ہے تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

پھر ابوسفیان نے مسلمانوں کو چیلنج دیا۔

اِنَّ موعد کُم البدر العام المقبل

آئندہ سال بدر میں ہمارا تمہارا مقابلہ ہوگا۔

آپ ﷺ نے یہ چیلنج قبول فرمایا اور ایک صحابی کے ذریعے جواب دیا۔

نَعَمْ ھی بیننا وبینکُمْ مَوْعِدٌ

ٹھیک ہے یہ بات ہمارے تمہارے درمیان طے ہوگئی۔

یہ جواب سن کر ابوسفیان اپنے لشکر کے ساتھ پلٹ گیا۔

دوسرا نکتہ غیب

جب مشرکین مکہ لوٹ گئے تو صحابہ کے دلوں میں خیال آیا کہ مبادا وہ پلٹ کر مدینہ کو تاخت و تاراج کر دیں۔ لیکن وہ اس کا اظہار نہیں کر رہے تھے۔ حضور ﷺ نے جب ان کے چہروں کو دیکھا تو دلوں کے حالات سے آگاہ ہوگئے۔ فرمایا۔ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! آپ دشمن کے عقب میں جائیں اور اس خبر کی تحقیق کریں جو صحابہ کے دلوں میں پیدا ہوئی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے تعاقب میں دور تک گئے۔ اور یہ خبر لائے کہ مشرکین مکہ کی جانب چلے گئے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔ آج کے بعد کفار و قریش ہم پر کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ اور انشاءاللہ تعالیٰ ہمیں مکہ مکرمہ پر فتح نصیب ہوگی۔

آپ جانتے ہیں غزوۂ احد ۳ ہجری میں ہوا اور فتح مکہ ۸ ہجری میں ہوئی یعنی ۸ ہجری تک کے درمیان ۵ سال کا فاصلہ ہے۔ حضور ۵ سال قبل کے حالات بتا رہے ہیں

کہ مکہ مکرمہ کی فتح ہمیں نصیب ہو گی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ احد کے بعد واقعۃً کسی بھی معرکہ میں قریش کو کامیابی نہیں ملی۔ اور ۸ ہجری میں مسلمانوں کو ہی مکہ مکرمہ میں فتح نصیب ہوئی۔ (سیرت النبی از شبلی نعمانی)

(ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری)

تلوار

احد کے میدان میں جب حضور نبی کریم ﷺ فوجوں کی صف بندی فرما رہے تھے تو آپ ﷺ نے اپنی تلوار نکالی۔ اسے ہوا میں بلند کیا فرمایا۔

میرے صحابہ! دیکھتے ہو میرے ہاتھ میں کیا ہے؟

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ آپ ﷺ کی اپنی تلوار ہے فرمایا میں اس تلوار کو اسے دینا چاہتا ہوں جو اس کا صحیح حق ادا کرے۔

مَنْ یَّاْ خُذُ ھٰذَا السَّیْفَ بِحَقِّہٖ

کون آدمی اس تلوار کو اس شرط پر لے گا کہ وہ اس کا حق ادا کرے۔

اس تلوار کا حق یقیناً یہی تھا کہ اس سے کفر کا گلا اس وقت تک کٹتا رہے جب تک احد کی جنگ برپا کرنے والے اطاعت اسلام نہ کر لیں۔ اور یہ حق ایک ایسا حق تھا جس کو ادا کرنے کے لئے ہر صحابی رسول میدان جنگ میں آیا تھا۔ اس لئے کئی صحابہ کرام نے اپنے ہاتھ بلند کر دیئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ کی اس تلوار کا حق ادا کریں گے۔

مگر حضور ﷺ نے کسی کے ہاتھ میں یہ تلوار نہیں دی بار بار فرماتے رہے

مَنْ یَّاْخُذُ ھٰذَا السَّیْفَ بِحَقِّہٖ

کون آدمی اس تلوار کو اس شرط پر لے گا کہ وہ اس کا حق ادا

کرے۔

ہر بار صحابہ کرام یہ یقین دلانے کی کوشش کرتے کہ وہ اس کا حق ادا کریں گے اور حضور ﷺ ہر بار اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیتے اور تلوار کسی کے ہاتھ میں نہ دیتے۔

ایسے لگتا تھا کہ اس تلوار کے حق ادا کرنے والے کو آپ جانتے ہیں اور شاید وہ اس وقت اس محفل میں نہیں ہیں۔

آخر ایک نوجوان آگے بڑھا عرض کیا

مَا حَقُّهٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

اے اللہ کے پیارے رسول اس کا حق کیا ہے؟

فرمایا: اَنْ تضرَبَ بِہ العدو حتّی یخنی

اس کا حق یہ ہے کہ اس سے دشمن پر تو پے در پے وار کرے یہاں تک کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے۔

نوجوان نے عرض کیا مجھے منظور ہے میں اسی شرط پر آپ کی یہ تلوار لینے کے لئے تیار ہوں۔

حضور ﷺ نے یہ تلوار اسے دے دی۔

اس نوجوان کا نام سماک بن خرش تھا جو ابو دجانہ کی کنیت سے زیادہ پہچانا جاتا تھا۔

ابو دجانہ کے پاس ایک سرخ رنگ کا دوپٹہ تھا جسے عصابۃ الموت یعنی موت کا دوپٹہ کہا جاتا تھا۔ وہ جس وقت اس دوپٹہ کو سر پر باندھتے تو لوگوں کو یقین ہو جاتا کہ اب دشمن کی خیر نہیں۔

جنگ کی تیاری میں سب صحابہ نے ہتھیار سجائے ابو دجانہ نے سرخ دوپٹہ باندھا تلوار پرتلے میں لٹکائی اور بڑے فخریہ انداز میں اترا اترا کر ٹہلنے لگے۔

حضور ﷺ نے ابو دجانہ کی اس ادا کو دیکھا تو فرمایا اللہ تعالیٰ کو یہ ادا پسند نہیں بلکہ

سخت ناپسند ہے۔ لیکن جس موقعہ پر ابو دجانہ یہ انداز دکھا رہے ہیں وہ ناپسند نہیں ہے۔

نکتہ غیب

آپ نے دیکھا جب حضور ﷺ نے تلوار دیتے وقت فرمایا کہ اس کا حق کون ادا کرے گا تو کئی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے خیال کے مطابق اس کا حق ادا کرنے کی اہلیت رکھتے تھے اور اس تلوار کو لینے کے خواہشمند ہوئے۔ مگر حضور ﷺ کی نگاہ ہر ایک کے دل اور حوصلوں کو دیکھ رہی ہے آپ سمجھتے ہیں کہ وہ اس تلوار کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ مگر حضرت ابو دجانہ کے بارے میں آپ ﷺ کو یقین ہے کہ وہی اس کا صحیح حق ادا کر سکتے ہیں۔

یہی وجہ تھی کہ جونہی انہوں نے تلوار کے لئے ہاتھ بلند کیا تو آپ ﷺ نے تلوار اسے دیدی۔ (ضیاء النبی جلد سوم، از پیر محمد کرم شاہ الازہری)

ہلاکت

حضور ﷺ کو ستانے والوں میں ایک شخص ابی بن خلف بھی تھا۔ آپ ﷺ نے اسے ایک بار فرمایا۔

ابی! تم عنقریب میرے ہاتھوں قتل ہو جاؤ گے۔

ابی کو اس بات پر کب یقین آتا۔ ان لوگوں کی ایذائیں روز بروز اس قدر زیادہ ہوتی جا رہی تھیں کہ انہیں صاف دکھائی دینے لگا کہ محمد (ﷺ) اپنے مٹھی بھر ساتھیوں کو ہمارے ہاتھوں سے قتل کرا کے اکیلے رہ جائیں گے۔ اور پھر وہ بھی (نعوذ باللہ) ہماری تلواروں کی باڑھ پر رکھ لئے جائیں گے۔

مگر ان کے سارے عزائم اور منصوبے انہیں اپنی کامیابی کی منزل تک نہ لے جا سکے اور حضور ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لے آئے۔ اور

۳ہجری میں جب جنگ احد لڑی گئی تو ابی بن خلف بھی کفار مکہ کے ہمراہ آیا تھا۔ شروع کی کامیابی کے بعد جب جنگ نے پانسہ بدلا اور کفار مکہ کی جیت ان کے پلڑے میں آگئی۔ تو ابی بن خلف گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمانوں کے لشکر کے قریب آیا۔ حضور ﷺ سے مخاطب ہوا کہنے لگا۔ اے محمد (ﷺ) دیکھ لیا جنگ کا نتیجہ۔ ہمارے بہادروں نے تمہارے دوستوں کو چن چن کر مار دیا ہے۔ اب میری باری ہے پھر نہ کہنا پتہ نہیں تھا۔ میرا حملہ صرف آپ (ﷺ) کی ذات کی خاطر ہے۔ میں آپ ﷺ کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اور میں لات و عزیٰ کی قسم کھاتا ہوں اگر آپ آج بچ گئے تو مجھے کسی معاملے میں بھی کبھی نجات نہ ہو۔

حضور ﷺ اس وقت حارث بن صمہ اور سہیل بن حنیف کے درمیان کھڑے تھے قریب ہی مصعب بن عمیر کھڑے تھے۔ ابھی حضور ﷺ کی طرف سے اس کی لاف و گزاف کا کوئی جواب اسے نہیں ملا تھا کہ اس نے حضور ﷺ پر وار کر دیا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلدی سے آگے بڑھے اور حضور ﷺ کے لئے ڈھال بن گئے۔ تلوار کے کئی وار آپ کے جسم پر ہوئے زخم پر زخم آئے۔ خون کے فوارے چھوٹ نکلے۔ وہ لڑکھڑا کر گرے اور اپنے پیارے حبیب ﷺ پر اپنی جان نچھاور کر دی۔

حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں اس وقت ایک ہی نیزہ تھا۔ حضور ﷺ نے وہ نیزہ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور ابی بن خلف کی زرہ کے نیچے چبھو دیا۔ ایک معمولی سی خراش آئی مگر اس خراش میں نہ جانے کتنی تکلیفیں پوشیدہ تھیں۔ ابی بن خلف نے فوراً اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور میدان سے بھاگ گیا اور بیلوں کی طرح چلانے لگا۔ ابوسفیان بھاگ کر اس کے پاس گیا۔ دیکھا تو معمولی سی خراش تھی اسے شرم دلائی تم اس طرح چلاؤ گے تو اہل مکہ کی ناک کٹ جائے گی۔ حوصلہ کرو۔ بالکل

معمولی زخم ہے اتنا شور تو وہ نہیں مچاتے جن کے جسم زخموں سے چور چور ہیں۔

ابی بن خلف نے کہا۔ ابوسفیان! تو ہلاک ہو جائے۔ میری جان نکلی جا رہی ہے اور تو میرے ساتھ مذاق کر رہا ہے۔ تجھے کیا خبر یہ زخم محمد (ﷺ) کے نیزے کا ہے۔ وہ مکہ میں مجھے کہا کرتے تھے کہ تو عنقریب میرے ہاتھوں سے مرے گا۔

ابوسفیان! محمد (ﷺ) کی بات کو اللہ رد نہیں کرے گا۔ میرے ہلاک ہونے کا وقت آگیا ہے یہ نیزہ جس کے ہاتھ سے لگا ہے وہ اول تو کسی پر ہتھیار اٹھاتا نہیں۔ اور اگر کسی پر اٹھالے تو اس کا وار کبھی خالی نہیں گیا ہے۔

قسم ہے مجھے لات و عزیٰ کی اس زخم کا درد اس قدر شدید ہے کہ اگر اسے سارے حجاز میں تقسیم کر دیا جائے تو سب کے سب ہلاک ہو جائیں۔

وہ واویلا کرتا ہوا دائیں بائیں آگے پیچھے جھول رہا تھا۔ آخر گرا اور جہنم تک جانے کا راستہ اس کے لئے آسان ہو گیا۔

نکتہ غیب

ابی بن خلف ۳ ہجری میں حضور ﷺ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا مگر اس کی ہلاکت کی خبر حضور ﷺ نے کم و بیش سات سال قبل دیدی۔

مکہ میں آپ ﷺ کو ایذائیں دینے والے کتنے ہی لوگ تھے۔ مگر اس کی ہلاکت کا نقشہ آپ ﷺ نے سات سال پہلے ہی دیکھ لیا۔ صرف ہلاک ہونا ہی نہیں یہ تک بھی دیکھ لیا کہ میرے ہاتھوں (حضور ﷺ) سے ہلاک ہوگا۔ کسی کو یہ تک نہیں پتہ تھا کہ آپ ہجرت فرما کر مدینہ میں آئیں گے۔ مدینہ میں بدر واحد کے معرکے ہوں گے۔ اور ابی بن خلف بلبلاتا ہوا اپنی موت کو آواز دے گا اگر کوئی جانتا تھا تو وہ خدا کے حبیب کی ذات تھی جن کی آنکھوں کے سامنے حجابات حجابات نہیں رہتے۔ (شواہد النبوت)

غزوۂ خندق

شوال ۵ ہجری میں مسلمانانِ مدینہ کو ایک ایسا معرکہ پیش آیا جس میں قریب قریب عرب کے سارے قبائل اسلام کی راہ میں حائل ہوئے۔ اسی لئے اس غزوہ کو غزوۂ احزاب کا نا دیا جاتا ہے۔ اور چونکہ دشمن کے ایک بہت بڑے لشکر کی تباہی سے بچنے کیلئے مسلمانوں نے مدینہ پاک کے اردگرد ایک خندق بنائی تھی۔ اس لئے اس غزوہ کو غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں۔

اس غزوہ نے اسلام اور مسلمانوں کی دعوت اسلامی کی تاریخ پر ایک گہرا اثر ڈالا ہے۔ اور دین حق کے فروغ اور اسلام کی پیش قدمی میں بڑے دوررس نتائج مرتب کئے ہیں اور یہ ایک ایسی سخت آزمائش تھی جس کا تجربہ اس سے قبل مسلمانوں کو نہ تھا۔

اس غزوہ کا اصل سبب یہود تھے۔ کیونکہ بنی نضیر اور بنی وائل کے کچھ لوگ مکہ گئے اور قریش کو حضور ﷺ کے خلاف خوب اکسایا۔ قریش مکہ اگرچہ جنگوں سے پسے ہوئے تھے ان کی معیشت تباہ ہو چکی تھی۔ ان کے بڑے بڑے سورمے بدر اور احد کے معرکوں میں مر چکے تھے۔ لیکن انتقام کی آگ کے الاؤ ان کے سینوں میں اٹھ رہے تھے۔ یہود مدینہ کا یہ سہارا ان کے لئے سازگار حالات کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ ان یہودیوں نے کہا ہم دل و جان سے آپ کے ساتھ ہیں اور جب تک اس دین کو بیخ و بن سے ختم نہ کر دیں گے دم نہ لیں گے۔ اس بات پر قریش بڑے خوش ہوئے اور تیاریاں شروع کر دیں۔ مختلف قبائل میں گھوم پھر کر مدینہ پر ایک نئے حملے کا منصوبہ بنایا۔ اس طرح متحدہ قبائل نے ۶۰۰۰ کی جمعیت دینے کا وعدہ کیا اور قریش نے ۴۰۰۰ کی فوج تیار کی اس طرح دس ہزار کی فوج مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہوئی۔

حضور ﷺ کو جب قریش اور مختلف قبائل کی تیاریوں کا پتہ چلا تو آپ ﷺ نے مہاجرین و انصار سے مشورہ کر کے مدافعانہ جنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس مشاورت میں شامل تھے۔ انہوں نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔ حضور ﷺ نے اس تجویز کو بے حد پسند فرمایا۔ آپ ﷺ نے شمال مغرب میں واقع میدان میں خندق کھودنے کا حکم فرمایا۔

یہ خندق کھودنے کا کام حضور ﷺ نے اپنے اصحاب میں اس طرح تقسیم فرمایا کہ ہر دس آدمیوں کی ایک ٹولی کے ذمے تقریباً چالیس ہاتھ کا کام تھا۔ خندق کا طول تقریباً پانچ ہزار ہاتھ کا تھا۔ جس کی گہرائی سات ہاتھ سے دس ہاتھ تک تھی۔ اور اس کی چوڑائی ۹ ہاتھ سے کچھ اوپر تھی۔ ہر شخص اپنے اپنے کام میں بڑے جوش و جذبہ کے ساتھ لگ گیا۔ کسیاں، کدالیں اور پھاوڑے ہوامیں لہراتے اور پھر ایک پوری قوت کے ساتھ زمین کے سینے کو چیرنے لگتے۔

اس کام میں غریب بھی لگے ہوئے تھے اور امیر بھی۔ بوڑھے بھی تھے اور جوان بھی۔ کوئی عار نہیں تھی۔ اور نہ کوئی مجبوری تھی۔ بس آقا ﷺ کا حکم تھا اور خدام لگے ہوئے تھے۔

اور ہاں ان کا آقا صرف حکم دینے والا آقا نہ تھا۔ بلکہ وہ بھی برابر کام کر رہا تھا۔ اتنی سخت محنت کا کام مگر کھانے کے لئے کچھ پاس نہیں ہے۔ اگر ہے تو بس اتنا کہ جسم اور جان کا رشتہ قائم رہ سکے۔ کچھ صحابہ کرام حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کھانے کو کچھ پاس نہیں ہے بھوک کی وجہ سے پیٹوں پر پتھر باندھے ہوئے ہیں۔

حضور ﷺ نے اپنے پیٹ سے کرتا اٹھایا جہاں دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر صحابہ کرام مطمئن ہو گئے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ منظر دیکھا نہ گیا حضور ﷺ کی دعوت کی۔ حضور ﷺ سارے صحابہ کو ساتھ لے جاتے ہیں صحابہ کی تعداد کی نسبت کھانا بہت ہی

تھوڑا ہے۔ مگر حضور ﷺ کی برکت سے کھانے میں برکت آجاتی ہے اور یہ تھوڑا کھانا بہت سے صحابہ کیلئے کافی ہو جاتا ہے۔

پہلا نکتہ غیب

اس دعوت کا انتظام کرنے سے قبل حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ایک بکری ذبح کرتے ہیں، کھال اتارتے ہیں، گوشت بناتے ہیں۔ یہ کام حضرت جابر رضی۔ اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹوں نے دیکھا وہ بھی اس کھیل میں لگ جاتے ہیں ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو بکری بنایا اور چھری چلادی۔ وہ تڑپتے تڑپتے ٹھنڈا ہو گیا۔ بھائی نے خود اپنے بھائی کو مار دیا اب پریشان ہوا اتنا پریشان کہ چھت پر سے گر کر ہلاک ہو گیا۔

ماں نے دونوں بچوں کی لاشیں دیکھیں تو رونا پیٹنا شروع کر دیا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تجھے پتہ نہیں میرے آقا ﷺ میرے گھر میں آرہے ہیں تم گھر کو سوگ والا گھر نہ بناؤ۔

ہاں آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ حضور ﷺ کی آمد پر ہمیں رونا نہیں چاہئے۔

انہوں نے دونوں بچوں کی لاشیں اٹھائیں اور اندر کمرے میں چارپائی پر لٹادیں۔ اور دعوت کے انتظامات میں لگ گئے۔

جب حضور ﷺ تشریف لائے تو دستر خوان بچھایا گیا صحابہ کی نسبت تھوڑا سا کھانا حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا صحابہ کو بھوک نے ستایا ہوا تھا وہ کھانے کو بے قرار تھے۔

مگر حضور ﷺ کی نگاہیں جابر کے مرے ہوئے بیٹوں کو دیکھنے لگیں۔ جو دیواروں کے پیچھے اور چادر کے نیچے پڑے تھے۔ حضور ﷺ نے کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا فرمایا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تمہارے دو چھوٹے بچے بھی تھے۔ انہیں بھی اس دعوت میں شریک کرو۔

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں چھلکتے چھلکتے رہ گئیں۔ کپکپائے ہوئے ہونٹوں پر قابو پایا۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ اس وقت سوئے ہوئے ہیں انہیں کیسے جگا کے لائیں۔

یا رسول اللہ ﷺ آپ کھانا کھائیں۔ وہ بڑی گہری نیند سوئے ہوئے ہیں شائد اتنی جلدی وہ نہ جاگیں۔

نہیں نہیں۔ ہم کھانا اس وقت تک نہیں کھائیں گے جب تک آپ کے بچے ہمارے ساتھ شریک نہیں ہوں گے۔ جائیں انہیں اٹھا کے لائیں۔

جابر شکستہ دلی کے ساتھ اٹھے بیوی کو ساتھ لیا چاہتے تھے کہ دونوں بچوں کی لاشیں حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیں مگر ان کی حیرانی کی انتہا نہ رہی جب حضرت جابر نے ان بچوں کو آواز دی کہ انہیں آقا حضور ﷺ بلا رہے ہیں۔ بچے واقعۃً اٹھ بیٹھے جیسے وہ محض سوئے ہوئے تھے۔

دوسرا نکتہ غیب

دعوت کھانے کے بعد صحابہ پھر اپنے کام میں جا لگے۔ مگر کچھ صحابہ کے کام میں ایک چٹان رکاوٹ بن کر حائل ہو گئی۔ چٹان بہت بڑی تھی۔ وہ نہ اکھاڑی جا رہی تھی اور نہ ہی ٹوٹ رہی تھی۔ پھاوڑے، ہتھوڑے، اور چھینیاں بے کار ہو رہی تھیں آخر تنگ آ کے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس چٹان کی سختی اور مضبوطی کا ذکر کیا۔

حضور ﷺ تشریف لائے۔ چٹان کو دیکھا۔ کدال پکڑی اور بسم اللہ کہہ کر چٹان پر ایک ضرب لگائی تو اس کا ایک تہائی حصہ ٹوٹ کر الگ ہو گیا۔ اب حضور ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا صحابہ! مجھے شام کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔ دوسری ضرب لگائی تو چٹان کا دوسرا تہائی حصہ ٹوٹ کر جدا ہو گیا۔ اب پھر حضور ﷺ نے اللہ اکبر فرمایا اور کہا مجھے فارس کی کنجیاں دے دی گئی ہیں اور مدائن کا سفید محل اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں پھر

تیسری ضرب لگائی تو باقی ماندہ چٹان بھی ریزہ ریزہ ہو گئی۔ اب حضور ﷺ نے فرمایا مجھے یمن کی کنجیاں دے دی گئی ہیں خدا کی قسم میں اس وقت اس جگہ صنعا شہر کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔

شام، فارس اور یمن کی کنجیاں ملنے میں اس خوش خبری کا اعلان تھا کہ ان ممالک تک ہمارے قدم ضرور پہنچیں گے۔ ہم انہیں فتح کریں گے۔ اور یہ اعلان بھی اس وقت ہو رہا ہے جب بھوک اور پیاس کی شدت ہے سردی اور ٹھنڈک جان لیوا ثابت ہو رہی ہے اور دس ہزار کا لشکر حملہ کرنے کو آ رہا ہے۔ ان تھوڑے سے مسلمانوں کا اپنا مستقبل بھی خطرے میں ہے انہیں تو خود زندہ رہنے کی امید نہیں ہے۔ بلکہ اپنے مدینہ کو بچانے کے لئے دشمن کی پیش قدمی میں خندق حائل کر رہے ہیں۔

کون یقین کرے گا اس بات پر مگر نہیں وہ لوگ ذرا شک نہیں کریں گے جو یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کے سامنے کوئی پردے نہیں رکھے۔

اور ذرا اس بات پر بھی غور کریں حضور اکرم ﷺ فرما رہے ہیں کہ مجھے شام کی کنجیاں فارس کی کنجیاں اور یمن کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ ہم آنے والے دنوں میں ان ممالک کو فتح کر لیں گے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ کنجیاں دے دی گئی ہیں اور جس کے پاس گھر کی کنجی ہو وہ جب اور جس وقت چاہے اسے کھول کر اندر جا سکتا ہے۔

کون سمجھے گا اس راز کو ادھر چٹان ٹوٹتی ہے ادھر ملکوں کی کنجیاں مل رہی ہیں۔ ظاہر بین آنکھیں صرف حضور ﷺ کو کدال پکڑے دیکھ رہی ہیں کہ ایک مزدور کی طرح کام کر رہے ہیں مگر بباطن شام جو یہاں سے ۱۲۰۰ میل دور ہے۔ فارس جو یہاں سے ۱۴۰۰ میل دور ہے اور یمن جو یہاں سے ۹۰۰ میل دور ہے اپنا قبضہ اور تصرف دیکھ رہے ہیں۔

چنانچہ۔ تاریخ کے صفحات اس ثبوت کو فراہم کرتے ہیں کہ جنگ موتہ جو جمادی الاول ۸ھ میں حدود شام میں لڑی گئی۔ اور صرف تین ہزار کے لشکر اسلام نے ایک

لاکھ رومیوں کے دانت کھٹے کر دیئے اور پھر اس کے بعد تبوک کے میدان میں شامی اور غسانی ہرقل کی مدد سے میدان جنگ گرم کرنے کی نیت سے آئے مگر مسلمانوں کا رعب ایسا چھایا کہ لڑے بغیر تتر بتر ہو گئے اور میدان مسلمانوں کے ہاتھوں میں رہا۔

فارس حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں فتح ہوا۔

اور یمن میں ۱۰ھ میں حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تبلیغ دین کے لئے بھیجا۔ فرمایا کہ تین مرتبہ بلند آواز سے اسلام پیش کرنا۔ جو مان جائے اسے اسلامی احکام سکھانا اور جو نہ مانے اس سے مقابلہ کرنا اکثر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

(ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری)
(ہادیٔ کونین از حکیم محمد اسماعیل ظفر آبادی)
(سیرت النبی از شبلی نعمانی)

غزوۂ خیبر

خیبر عبرانی زبان میں قلعہ کو کہتے ہیں۔ عرب والے اس گاؤں کو بھی خیبر کہتے ہیں جہاں بہت سے قلعے بنے ہوئے ہوں۔ ہم جس خیبر کا ذکر کرنے والے ہیں وہ مقام مدینہ منورہ سے شام کی طرف ۲۰۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ اس کے اردگرد بہت سے نخلستان ہیں اور زمین بڑی زرخیز ہے۔ مدینہ منورہ سے جب بنو نضیر کے رؤسا کو جلا وطن کیا گیا تو وہ اس خیبر میں آکر آباد ہوئے۔ صرف آباد ہی نہیں بلکہ عرب کے قبائل کو اسلام کی مخالفت پر بھی برانگیختہ کرتے رہے۔ غزوۂ خندق میں جو اس قدر قبائل مجتمع ہوئے اور اسے جنگ احزاب بھی کہا گیا، وہ انہیں یہودیوں کی مخالفت کا نتیجہ تھا۔

۶ ہجری میں سلام بن ابی الحقیق جو بہت بڑا تاجر اور صاحب اثر تھا۔ اس نے خود جا کر قبیلہ غطفان اور آس پاس کے قبیلوں کو اسلام کے مقابلہ کے لئے آمادہ کیا۔ یہاں تک کہ ایک عظیم الشان فوج لے کر مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کیں۔ حضور ﷺ کو ان

تیاریوں کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحقیق حال کے لئے بھیجا۔ تو خبر کو درست پایا۔ اب حضور ﷺ نے چاہا کہ خیبر والوں سے معاہدہ ہو جائے تو بہتر ہے۔ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کام کے لئے بھیجا بھی۔ مگر یہ بے لگام قوم اس کام پر آمادہ نہ ہوئی تو آپ ﷺ نے بھی مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں پورا مدینہ اس سفر میں آپ کے ساتھ جانے کو تیار ہونے لگا آپ ﷺ نے فرمایا۔

لا یَخرُجَنَّ مَعَنَا اِلاَّ رَاغِبٌ فی الْجِھَاد

ہمارے ساتھ صرف وہ لوگ آئیں جو طالب جہاد ہوں۔

اب تک جو لڑائیاں لڑی گئیں وہ محض دفاعی تھیں۔ یہ پہلا غزوہ ہے جس میں غیر مسلم کو ایک الگ رعایا تسلیم کرتے ہوئے مسلم معاشرہ کے طرز حکومت کی بنیاد قائم ہوئی۔

بہر حال محرم ۷ ہجری میں آپ ﷺ ۱۶۰۰ نفری کی فوج کے ساتھ خیبر کی جانب روانہ ہوئے جن میں ۲۰۰ سوار اور باقی پیدل تھے۔ خیبر میں چھ قلعے تھے۔ ۱۔ ناعم۔ ۲۔ قموص۔ ۳۔ نطاۃ۔ ۴۔ شق۔ ۵۔ مربطہ۔ ۶۔ قصارۃ۔ ان قلعوں میں بیس ہزار آزمودہ کار سپاہی موجود تھے۔ ان سب میں قموص کا قلعہ سب سے زیادہ مضبوط تھا۔ مرحب اس قلعہ کا رئیس تھا جو عرب کا مشہور پہلوان تھا۔ اور ایک ہزار جوانوں کے برابر مانا جاتا تھا۔

خیبر کے یہودیوں نے حضور ﷺ کے لشکریوں کو دیکھا تو سہم گئے فوراً قلعہ بند ہو گئے۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو جنگ کا شوق دلایا۔ اور اجر آخرت، رفع درجات اور بے حد و غائت ثواب پانے کا مژدہ سنایا اور فرمایا۔ اگر تم ثابت قدم رہے تو ظفر و نصرت تمہاری ہے۔

اسلامی فوج نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور قلعہ ناعم کی طرف پیش قدمی کی۔ یہودیوں نے قلعہ کی دیواروں پر سے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ مسلمان تیروں کے زخم کھاتے رہے مگر پیچھے نہیں ہٹے۔ ان کے قدم آگے ہی بڑھتے رہے یہاں تک کہ قلعہ فتح ہو گیا۔ ایک قلعہ فتح ہوا تو یہودیوں کے حوصلے پست ہو گئے لیکن قلعہ قموص فتح ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ بڑے بڑے بہادر صحابہ اس مہم پر گئے مگر قلعہ کی فتح کا سہرا شائد کسی اور بہادر کے سر تھا۔

پہلا نکتۂ غیب

ایک شام کو آپ ﷺ نے فرمایا کل میں اس شخص کو علم دوں گا جس کے ہاتھ پر خدا فتح دے گا۔ اور جو خدا اور خدا کے رسول کو چاہتا ہے اور خدا و خدا کا رسول بھی اسے چاہتے ہیں۔ یہ رات نہایت امید اور انتظار کی رات تھی صحابہ کرام نے تمام رات اس بے قراری میں کاٹی کہ دیکھئے یہ تاج فخر کس کے ہاتھ میں آتا ہے۔

گویا کہ صبح ہونے سے پہلے آپ ﷺ جنگ کا منظر دیکھ رہے ہیں جس بہادر کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے فتح لکھ دی ہے اسے لڑتے ہوئے بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ جو ابھی رات اور دن کے اوقات کے پردوں میں پنہاں ہے آپ ﷺ کی نگاہیں ان پردوں کو چاک کر کے دیکھ رہی ہیں۔ گویا کہ کل کے پیش آنے والے واقعات پردۂ غیب سے نکل کر منصۂ شہود پر دکھائی دے رہے ہیں۔

آپ ﷺ صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں ہے؟

یہ بالکل غیر متوقع آواز تھی کیونکہ حضرت علی کی آنکھیں دکھنے آئی ہوئی تھیں۔ آشوب چشم کی آپ کو سخت تکلیف تھی اور سب کو معلوم تھا کہ وہ جنگ سے معذور ہیں۔

دوسرا نکتۂ غیب

(حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسی وجہ سے غزوۂ خیبر کے لشکر کے ساتھ نہیں آئے تھے۔ آپ مدینہ میں ہی رہ گئے تھے۔ مگر آپ کو اس عدم شمولیت کا بڑا دکھ تھا آپ بار بار فرماتے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے جدا رہ کر اور مشغلہ جہاد سے دور رہ کر اچھا نہیں کیا۔ پھر آپ نے تیاری کی اور مدینہ سے چل کھڑے ہوئے یہ اتفاق کی بات کہہ لیں کہ جس شام حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں کل اسے علم دوں گا جس کے ہاتھ پر خدا فتح دے گا اسی شام آپ خیبر میں پہنچے تھے۔ مگر ہم تو اسے بھی حضور ﷺ کی غیب دانی کہیں گے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیبر میں آتا ہوا دیکھ رہے ہیں اور ادھر وہ خیبر میں داخل ہو رہے ہیں ادھر آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ کل اسے علم دیا جائے گا جس کے ہاتھ پر خیبر کی فتح لکھی ہوئی ہے۔

بہر حال جب آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا تو یہ خبر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی انہوں نے آشوب چشم کا کوئی بہانہ نہیں بنایا۔ فوراً اٹھے آنکھوں پر ہاتھ کا سایہ کئے ہوئے آنجناب کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ عرض کیا۔

اے نبی اللہ آپ ﷺ نے مجھے یاد فرمایا ہے!

ہاں آج کی جنگ آپ کی کمان میں ہو گی۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پاس بٹھایا ان کے سر مبارک کو اپنی ران پر رکھا اور لعاب دہن ان کی چشم مبارک پر لگایا اور ان کی صحت کی دعا مانگی۔

اسی وقت ان کی آنکھ سے درد جاتا رہا اور انہیں شفائے کلی حاصل ہو گئی۔ اس کے بعد انہیں کبھی درد چشم نہیں ہوا۔ اب حضور ﷺ نے اپنی خاص زرہ انہیں پہنائی اور ذوالفقار ان کی میان میں باندھی۔ فرمایا

جا کر دشمن پر اس وقت تک التفات نہ کرنا جب تک تمہارے ہاتھ پر حق تعالیٰ قلعہ فتح نہ فرمادے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ کس وقت تک ان سے قتال کروں؟

حضور ﷺ نے فرمایا جب تک وہ لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہِ کی گواہی نہ دیں۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم لے کر روانہ ہوئے۔ اور قلعہ قموص کے نیچے آگئے انہوں نے اسلام کے اس علم کو سنگریزوں کے ایک ٹیلے پر جو قریب ہی تھا نصب کیا۔ قلعہ کی دیوار پر ایک یہودی کھڑا تھا اس نے پوچھا

اے صاحب علم! تم کون ہو؟ اور تمہارا کیا نام ہے؟

فرمایا میں علی ہوں۔ علی ابن ابی طالب ہوں۔

اس کے بعد اس یہودی نے اپنی قوم سے کہا۔ قسم ہے توریت کی تم اس شخص سے مغلوب ہو گے۔ یہ فتح کئے بغیر نہ لوٹے گا۔ کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہادری کے اوصاف سے آگاہ تھا۔

قلعے میں جو بہادر تھے انہوں نے اس کی باتوں پر توجہ نہیں دی۔ انہیں بھی اپنے شجاعانہ کارناموں پر ناز تھا۔ مرحب کا بھائی حارث آگے بڑھا اس سے کہنے لگا ایسی بددلی کی باتیں مت پھیلاؤ۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تو میں اکیلا ہی کافی ہوں۔ پھر سب سے پہلے یہی قلعہ میں سے باہر آیا۔ اس کے ہاتھ میں اس کا مخصوص نیزہ تھا جو تین من وزن کا تھا۔ اس نے آتے ہی جنگ شروع کر دی وہ مسلمانوں کی صف میں بپھرے ہوئے شیر کی طرح گھس جانا چاہتا تھا۔ مگر بڑی جلدی اس کی مڈ بھیڑ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہو گئی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر دیا مرحب نے اسے زمین پر تڑپتے ہوئے دیکھا تو فوراً ہتھیار بند ہو کر باہر نکل آیا۔ وہ دو زرہیں پہنے ہوئے تھا دو تلواریں حمائل کئے ہوئے تھا۔ دو عمامے باندھے ہوئے تھا عمامے کے اوپر خود تھی۔ اور یہ رجز پڑھتے ہوئے معرکہ کارزار میں آیا۔

قد عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنّی مَرْحَبٌ
شاکی السلاح بَطَلٌ مُجَرّبٌ

تحقیق خیبر جانتا ہے کہ میرا نام مرحب ہے میں ہتھیار بند ہوں اور تجربہ کار نوجوان ہوں۔

حضرت علی نے اس رجز کے جواب میں فرمایا۔

اَنا الّذِیْ سَمّتنِی اُمّیْ حَیْدَرَہ
ضِرُغَامُ اجَامِ وَلَیْثٌ قَسْوَرَہْ

یعنی میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ضرغام ہوں۔ اجام ہوں اور حملہ آور لیث ہوں۔

ضرغام، اجام اور لیث تینوں شیر کے مترادف المعنی الفاظ ہیں۔

مرحب کے دل میں اس رجز کے الفاظ کا قطعاً کوئی اثر نہیں ہوا مگر سوچتا رہ گیا کہ اس نوجوان کو میرے سامنے بولنے کی جرات کیسے ہوئی؟ میرے سامنے جو بولتا ہے میں اسے گستاخی تصور کرتا ہوں۔ وہ اس نوجوان کو اس کی اس گستاخی کا مزہ چکھانے کے لئے آگے بڑھا۔ مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک قدم پیچھے نہیں ہٹے وہ شیر کی تیزی سے اچھلے اور ذوالفقار حیدری سے ایک بھرپور وار اس کے سر پر کیا کہ خود کٹ گئی۔ زنجیریں کٹ گئیں اور تلوار کی کاٹ حلق تک آگئی۔ مرحب زمین پر گرا تو زمین کو زلزلہ آگیا اس کے جسم سے خون کے فوارے چھوٹ رہے تھے۔ اور وہ دائیں بائیں

لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ آخر وہ ٹھنڈا ہو گیا۔

مرحب مر گیا تو مجاہدین اسلام آگے بڑھے یہودیوں کا قتل عام شروع ہو گیا اور پہلے ہی حملے میں یہودیوں کے سات شجاع مزید ٹھنڈے ہو گئے۔ یہودی خائف ہو گئے قلعہ بند ہونے کی خاطر بھاگے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا تعاقب کیا ایک یہودی نے آپ کے دست مبارک پر وار کیا۔ آپ کی ڈھال زمین پر گر پڑی دوسرا یہودی وہ ڈھال لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اب ڈھال کے بغیر جنگ کرنا خطرناک ہو سکتا تھا۔ مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے پیچھے ہٹنا بھی ناممکن تھا وہ تیزی سے آگے بڑھے اور قلعہ کے آہنی دروازوں پر ہاتھ مارا اور ایک پٹ اکھاڑ لیا اس کی ڈھال بنا لی اور لڑنے میں مشغول رہے۔

معارج النبوت میں منقول ہے کہ اس پٹ کا وزن آٹھ سو من تھا جب آپ نے اسے پھینک دیا تو ستر آدمی اسے ہلانے میں عاجز رہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جوش و جذبے کا اثر یہ ہوا کہ قلعہ قموص والے بھی اور دوسرے قلعوں والے بھی فریاد کرنے لگے۔ اَلْاَمَانَ اَلْاَمَان کی صدائیں آنے لگیں۔ سب نے ہتھیار پھینک دیئے اور ہاتھ بلند کر دیئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کی جانب دیکھا کہ اب کیا کیا جائے۔ حضور ﷺ کے اشارے سے انہیں اس شرط پر امان دی گئی کہ ہر آدمی اونٹ پر کھانا لاد کر اپنے گھروں سے نکل جائے اور نقد اور تمام ساز و سامان اور اسلحہ مسلمانوں کے لئے چھوڑ دیں۔ کسی چیز کو چھپا کر نہ رکھیں اور اگر کسی نے بھی کوئی چیز چھپا کر رکھی تو عہد و پیمان کی طرح امان بھی مسلوب و ختم ہو جائے گی۔

خیبر فتح ہو گیا تو حضور ﷺ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے انہیں اپنی

آغوش میں لے لیا۔ اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

کنانہ بن ابی الحقیق قلعہ قموص کا حاکم تھا اسے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا حضور ﷺ نے اس کے خزانے کے بارے میں پوچھا عرض کرنے لگا۔ میرا خزانہ تو بس بکری کی کھال میں سما سکتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا سارا خزانہ لے کر آؤ۔ اس نے سونا، زیور، موتیوں کے ہار اور جواہرات بکری کے بچے کی کھال میں ڈالے مگر پورے نہ آسکے۔ اب اس نے گوسفند کی کھال میں ڈالے مگر کھال اب بھی چھوٹی رہی۔ پھر گائے کی کھال میں ڈالنے کی کوشش کی مگر خزانہ اس سے بھی زیادہ تھا۔ اب اس خزانہ کو اونٹ کی کھال میں بھر کر پیش کیا گیا۔

تیسرا نکتۂ غیب

حضور ﷺ نے پوچھا تمہارے باپ ابی الحقیق کا خزانہ کہاں ہے؟

کنانہ نے عرض کیا۔ اے ابو القاسم! اس کو تو جنگی سامان کی فراہمی اور دیگر ضرورتوں میں ہم خرچ کر چکے ہیں۔ اب اس میں سے کچھ باقی نہیں ہے اور قسم کھالی۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔ اچھی طرح غور کر لو اگر تمہاری بات کے خلاف معاملہ ہوا تو تمہارا خون مسلمانوں کے لئے مباح ہو جائے گا۔ اور تم قتل کر دیئے جاؤ گے کنانہ نے کہا اے ابوالقاسم مجھے یہ شرط منظور ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔ اے ابو بکر، اے عمر فاورق، اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اے یہود کی جماعت اس بات پر تم گواہ رہنا کہ اگر مسلمان اس کے باپ کے خزانے سے آگاہ ہو گئے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

سب نے کہا ہاں ہم گواہ رہیں گے۔

اب حضور ﷺ نے زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا کہ تم فلاں ویرانہ میں جاؤ۔ وہاں تمہیں ایک چھوٹے ٹیلے کے قریب ایک

درخت ملے گا اس کے دامن میں دائیں جانب کی جگہ کو کھودو تو تمہیں کنانہ کے جھوٹ سچ کا پتہ چل جائے گا۔

صحابہ کی یہ جماعت گئی اور حضور ﷺ کے بتائے ہوئے نشانات کے مطابق جگہ کھودی تو نیچے سے ایک بہت بڑا خزانہ مل گیا۔ جو کنانہ نے خود اپنے ہاتھوں سے اس وقت دفن کیا تھا جب قلعہ نطاۃ فتح ہوا تھا۔ حضور ﷺ کے صحابہ سارا خزانہ اپنے ساتھ لے آئے۔

کنانہ سے پوچھا کیا یہ خزانہ تم نے اپنے ہاتھوں سے دفن نہیں کیا تھا؟

کنانہ چپ تھا۔ وہ شرمندگی سے اپنا سر نہیں اٹھا رہا تھا۔ اس سے یہودیوں کی غداری ظاہر ہو گئی اس طرح عہد و پیمان کی رو سے امان بھی اٹھ گئی۔ مگر آپ ﷺ چونکہ رحمتہ للعالمین ہیں۔ آپ ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کو معاف کر دیا تاہم ان کی عورتوں کو قید کیا اور ان کے اموال کو غنیمت بنایا۔

چوتھا نکتۂ غیب

جس وقت حضور ﷺ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قلعہ قموص کی تسخیر کے لئے بھیج رہے تھے تو آپ ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا فرمایا۔ میں تمہیں ایک بشارت دینے والا ہوں کہ کل تم اپنے بھائی کے قاتل کو خود اپنے ہاتھوں قتل کرو گے۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیران تھے۔ کہ آج تو آپ ﷺ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قموص کی تسخیر کے لئے بھیج رہے ہیں اور کل آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ علم اسے دیا جائے گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے فتح لکھ دی ہے۔ اس اعتبار سے جب قلعہ آج فتح ہو جائے گا۔ تو کل حاکم قموص کو میں کیسے قتل کروں گا۔ میرے بھائی محمود بن مسلمہ کا تو وہی قاتل ہے۔ بات اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی بہر حال

وہ کل تک کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔

کنانہ کے باپ کا خزانہ مل گیا۔ تو آپ ﷺ کنانہ بن ابی الحقیق کی طرف متوجہ ہوئے جو اپنا سر جھکائے کھڑا تھا۔ محمد بن مسلمہ کو بلایا کہ تمہارے بھائی محمود بن مسلمہ کا قاتل تمہارے سامنے کھڑا ہے۔ ویسے بھی ابی الحقیق کے خزانہ کے بارے میں اس نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا تھا اور اسے کہا گیا تھا کہ اگر خزانہ مل گیا تو تمہارا خون مسلمانوں کے لئے مباح ہو گا۔ اب تم تلوار پکڑو اور اس کا سر قلم کر دو۔ چنانچہ کنانہ کا سر قلم کر دیا گیا۔

پانچواں نکتۂ غیب

اس بات سے حضور ﷺ کی غیب دانی کا ایک اور ثبوت ملتا ہے کہ حضور ﷺ اس بات سے آگاہ تھے کہ قلعہ قموص کے خواہ سارے یہودی مارے جائیں کنانہ اس محاربہ میں قتل نہیں ہو گا۔ بلکہ وہ قیدی بن کے ہمارے سامنے آئے گا وہ اپنے باپ کے خزانہ کا پتہ نہیں بتائے گا۔ اور اس پر واضح کر دیا جائے گا کہ اگر خزانہ مل گیا تو تمہارا خون مسلمانوں کے لئے مباح ہو گا اور پھر جب خزانہ ملے گا تو اس کا سر محمد بن مسلمہ کے ہاتھوں قلم کرایا جائے گا۔

چھٹا نکتۂ غیب

جب حضور ﷺ خیبر کی فتح سے فارغ ہوئے تو ایک یہودی عورت نے آپ کی اور آپ ﷺ کے صحابہ کی دعوت کی یہ عورت زینب بنت حارث تھی جو مرحب کی بھتیجی اور سلام بن مشکم کی بیوی تھی۔ حضور ﷺ نے اس دعوت کو قبول فرمالیا۔

زینب نے دعوت کی قبولیت سے پہلے لوگوں سے پوچھا کہ آپ بکری کے گوشت کا کون سا حصہ زیادہ پسند فرماتے ہیں۔ کیونکہ میں آپ ﷺ کی دعوت کرنا چاہتی ہوں اور چاہتی ہوں کہ ان کی پسند کا کھانا تیار کروں۔

لوگوں نے اس کے جواب میں ران اور شانے کے گوشت کا پتہ دیا۔

اس یہودی عورت کے دل میں خباثت بھری ہوئی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ جن لوگوں نے ان کے بیٹوں، بھائیوں، باپوں، خاوندوں اور عزیزوں کو قتل کر دیا ہے۔ ان کے قلعے تباہ کر دیئے ہیں۔ اور ان کے شہروں کو تاراج کر کے اپنے قبضہ میں کر لیا ہے انہیں دھوکے سے زہر دے کر (نعوذ باللہ) مار دے۔ اس لئے اس نے ایک خوبصورت بکری لی اس کا گوشت تیار کیا اور اس کی ایک ایک بوٹی میں زہر بھر دیا۔ یہ زہر بڑا فوری اثر کرنے والا اور ہلاک کر دینے والا تھا۔ اس گوشت میں سے اب اس نے ران اور شانے کی بوٹیاں الگ کیں۔ ان میں اس زہر کی مقدار اور زیادہ کر دی۔ اس گوشت کو الگ پکایا اور باقی گوشت کو الگ۔

حضور ﷺ اپنے پیارے صحابہ کے ساتھ اس دعوت پر تشریف لائے۔ گھر والوں نے دستر خوان بچھایا، اور کھانا چن دیا۔ حضور ﷺ اور صحابہ اس دستر خوان کے گرداگرد تشریف فرما ہوئے۔ صحابہ کی اس جماعت میں حضرت بشر بن براء بھی تھے۔ دوسرے صحابہ نے تو کھانے میں ذرا توقف فرمایا مگر بشر بن براء نے فوراً اسی وقت ایک بوٹی اٹھائی اور منہ میں ڈال لی۔

جونہی حضور ﷺ نے گوشت کا ایک ٹکڑا کھانے کو اٹھایا تو آپ ﷺ فوراً بولے بشر! اسے تھوک دو۔ یہ بوٹی کہتی ہے کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے۔

اب بشر نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے بھی ایسا ہی لگا تھا کیونکہ بوٹی چبانے میں کراہت محسوس کرتا تھا۔ مگر محفل کے آداب کے پیش نظر اسے منہ سے نکالنا اچھا نہ سمجھا۔ اور مبادا حضور ﷺ کو کھانے میں بے رغبتی ہو۔

پھر کیا ہوا بشر بن براء اپنی جگہ سے ابھی اٹھے بھی نہ تھے کہ ان کا رنگ سبز ہونے لگا اور اسی وقت انتقال کر گئے۔ ایک روایت کے مطابق ایک سال کے بعد بیمار رہ کر

وفات پائی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہود کے تمام سرداروں کو طلب کیا جو یہاں موجود تھے۔ فرمایا میں تم سے ایک بات معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم سچ بولو گے۔

انہوں نے عرض کیا ہاں! ابو القاسم۔ ہم جو عرض کریں گے اس میں کسی امر کو چھپا نہ رکھیں گے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ بتاؤ تمہارا باپ کون ہے؟ یعنی تمہارا مورث اعلیٰ جد اعلیٰ کون ہے اور تم کس کی اولاد ہو۔

انہوں نے اس نام کو چھپالیا۔ ویسے ہی کسی نام کا ذکر کر دیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ میں نے تم سے پہلے ہی وعدہ لے لیا تھا کہ تم سچ بولو گے۔ مگر وعدہ کرنے کے باوجود تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تمہارا جد اعلیٰ تو فلاں بن فلاں تھا۔

ان سرداروں کے چہروں پر خفت نمودار ہونے لگی۔ عرض کیا۔

یا رسول اللہ آپ سچ فرماتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس فرمان سے یہ امر واضح کرنا تھا کہ رسول کی نگاہ ایک عام آدمی کی نگاہ نہیں ہے۔ وہ تمہارے اندرون سے خوب واقف ہے۔ تم چھپ کر جو پروگرام بناتے ہو وہ رسول اللہ کی نگاہ سے اوجھل نہیں ہیں وہ تمہارے باطن تک سے واقف ہیں تمہارے آباؤ اجداد کو جانتے ہیں مزید اس بات سے یہ مقصد تھا کہ وہ گوشت میں زہر ملانے کے واقعہ میں ان سے سچ بولنے پر اقرار کروانا تھا اور مجبور کرنا تھا کہ سوال کے جواب میں جھوٹ بولنا یا قصداً ہوگا یا نسیان کی بنا پر ہوگا۔ نبی پر تمہارا قصد اور نسیان پوشیدہ نہ رہ سکے گا۔ اور انہیں یہ بات بھی باور کروانا تھی کہ تمہارے روبرو ایک سچا اور غیبی امور سے آگاہ پیغمبر کھڑا ہے۔

اب پھر آپ نے پوچھا کیا تم زہر کے معاملے میں سچ بولو گے یا جھوٹ۔

انہوں نے عرض کیا اے ابو القاسم! ہم بالکل سچ بولیں گے۔ کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ ہمارا جھوٹ آپ ﷺ پر کھل جائے گا جس طرح ہمارے جد اعلیٰ کے بارے میں آپ سب کچھ جانتے ہیں۔

تو بتاؤ تم بکری کے گوشت میں زہر ملا کر لائے تھے؟

وہ کہنے لگے۔ ہاں۔ مگر آپ کو یہ راز کیسے معلوم ہو گیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا ران کے گوشت نے خود مجھ سے گفتگو کی تھی کہ اے نبی اللہ مجھے نہ کھانا مجھ میں زہر ملایا گیا ہے۔

وہ کہنے لگے ہمارا مقصد یہ تھا کہ اگر آپ واقعی سچے نبی ہیں تو آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اور اگر معاذ اللہ آپ ﷺ جھوٹے نبی ہیں تو ہمیں آپ ﷺ سے نجات مل جائے گی اور ہمیں چین نصیب ہو گا۔

امام بیہقی کے نزدیک حضرت ابوہریرہ کی روایت کے مطابق اس عورت کو قتل کر دیا گیا۔

ساتواں نکتۂ غیب

اسی غزوۂ خیبر میں جب گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی تو صحابہ کرام نے دیکھا کہ ایک شخص بڑے جوش و جذبے کے ساتھ لڑ رہا ہے۔ وہ کبھی دائیں جانب سے مشرکوں پر حملہ کرتا ہے اور کبھی بائیں جانب سے اس کے ہاتھ کی تلوار کفار کے سروں کو کاٹ کر رکھ رہی تھی۔ جو بھی اس کے مقابلے میں آتا، سر کٹواتا یا شدید زخمی ہو کر میدان جنگ سے باہر نکل جاتا۔

مسلمانوں کو اس کا یہ جوش و جذبہ بڑا پسند آیا۔ آپس میں کہنے لگے ایسی جرأت و کارکردگی ہم میں سے کسی نے نہیں دکھائی۔ لوگوں نے اس شخص کا ذکر حضور ﷺ سے کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فلاں شخص تو ایسے کارنامے سر انجام دے رہا ہے

جو ہم میں سے کسی کے مقدر میں نہیں ہیں ہمیں تو اس کے ولولوں پر رشک آتا ہے۔

حضور ﷺ نے یہ بات سن کر اس شخص کو دیکھتا صحابہ سے فرمایا خبردار ہو جاؤ اور جان لو کہ میں اس شخص کو جہنم کی نار میں دیکھ رہا ہوں۔

حضور ﷺ کا ایسے بہادر شخص کے لئے یہ فرمانا بڑا تعجب خیز تھا ان کی حیرانیوں میں ہر لمحہ اضافہ ہی ہوتا گیا۔ اگر کوئی اور شخص ان مسلمانوں کو ایسی اطلاع دیتا تو شاید وہ اس سے لڑ پڑتے۔ مگر چونکہ صحابہ کرام کا ایمان اس قدر پختہ اور پکا تھا کہ انہیں یقین کرنا پڑا۔ اور اس وقت کا انتظار کرنے لگے، کہ حضور ﷺ کی یہ بات سب لوگوں پر کب واضح ہوتی ہے۔

یہاں تک کہ ایک صحابی نے اس شخص کے ساتھ رہنا شروع کر دیا تاکہ وہ دیکھ سکے کہ حقیقت حال کیا ہے۔ اس طرح وہ جدھر جاتا یہ صحابی بھی اس کے پیچھے پیچھے رہتے۔ جہاں وہ رک جاتا یہ صحابی بھی وہیں رک جاتے۔

آخر ایک وقت ایسا آیا کہ وہ شخص لڑتا ہوا مشرکوں کے نرغے میں آگیا۔ مشرکوں نے بڑے کاری زخم لگائے۔ زخموں سے خون کے فوارے پھوٹ نکلے۔ کمزوری بڑھ گئی اور وہ نڈھال ہو کر گر پڑا۔ وہ ان زخموں سے بڑا تنگ تھا وہ ایک شدید کرب میں مبتلا تھا وہ اٹھا اس نے اپنی تلوار کے دستہ کو زمین میں گاڑا اور اس کی نوک اپنے پستانوں کے درمیان رکھ کر اس پر جھول گیا۔ اس طرح اس نے اپنی جان خودکشی کر کے ضائع کر دی۔

یہی خودکشی اسے جہنم تک لے جانے کے لئے کافی تھی۔

اس شخص کی موت خودکشی سے وابستہ تھی۔ خودکشی کا یہ فعل ابھی وقوع پذیر نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اس شخص نے اس کا ارادہ بھی نہیں کیا تھا۔ مگر حضور ﷺ آنے والے وقت سے پہلے کے حالات سے واقف ہو گئے اور اپنے صحابہ کو بتا دیا کہ وہ شخص جہنم کا ایندھن بننے والا ہے۔ (سیرت النبی از شبلی نعمانی)

از شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی

نوٹ:۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ اس شخص کا نام قزمان تھا اور یہ غزوہ احد میں اسی طرح (خود کشی کر کے) مرا۔

پانی

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضور ﷺ کے ساتھ تقریباً پندرہ سو کی تعداد میں صحابہ کرام تھے۔ نماز کا وقت ہوا تو وضو کے لئے پانی نہ تھا۔ علاوہ ازیں سب صحابہ پیاس کی وجہ سے بے تاب تھے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہیں سے پانی کا پتہ کرو۔

ایک صحابی کے پاس تھوڑا سا پانی چمڑے کے برتن میں تھا وہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

آپ ﷺ نے اس پانی سے وضو فرمانا شروع کیا تو صحابہ کرام بے تابانہ آپ ﷺ کی جانب بڑھے کہ شائد پانی مل گیا ہے۔ مگر بہت تھوڑا پانی دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے کیونکہ ان کے گمان کے مطابق یہ پانی صرف حضور ﷺ کے وضو کے لئے بھی تھوڑا تھا۔

حضور ﷺ نے ان صحابہ کو دیکھا کہ ہونٹ پیاس کی وجہ سے خشک ہیں۔ فرمایا۔

ٹھہر جاؤ! آؤ پانی پی لو اور وضو بھی کر لو۔

آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اس برتن میں ڈال دیا۔ پھر کیا تھا پانچوں انگلیوں سے پانچ چشمے جاری ہو گئے۔ صحابہ کرام نے وضو کرنے اور پانی پینے لگے۔ اس طرح پندرہ سو صحابہ کرام نے اپنی ضرورت کے مطابق پانی کا خوب استعمال کیا۔

نکتۂ غیب

اس واقعہ سے جہاں آپ ﷺ کے ایک معجزہ کا ثبوت ملتا ہے وہیں یہ بات بھی عیاں ہے کہ آپ ﷺ کو یہ یقین تھا کہ ان کی انگلیوں میں پانی کے چشمے موجود ہیں ان

کی اٹھتی ہوئی لہروں کو آپ ﷺ دیکھ رہے تھے اسی لئے آپ نے ان انگلیوں سے پانی پھوٹنے سے پہلے یہ فرمادیا کہ آؤ پانی بھی پی لو اور وضو بھی کر لو۔ شواہد النبوت

ملک کے ٹکڑے ہونا

حدیبیہ کی صلح ہو گئی تو آنحضور ﷺ نے جنگ و جدال کی زندگی میں کچھ سکون محسوس کیا۔ چونکہ اسلام کی دعوت ایک عالمگیر دعوت ہے اور حضور ﷺ کسی خاص وقت، جگہ یا قبیلہ کے لئے نبی نہیں ہیں بلکہ آخر الزمان نبی ہیں اور پوری دنیا کے لئے نبی ہیں۔ اب آپ ﷺ نے ایک دن صحابہ کرام کو جمع فرمایا۔ خطبہ دیا کہ اے لوگو! خدا نے مجھے تمام دنیا کے لئے رحمت اور پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ دیکھو! حوارین عیسیٰ کی طرح اختلاف نہ کرنا میری طرف سے پیغام حق ادا کرو۔

آپ ﷺ نے وفود اور خطوط اطراف و اکناف کے سلاطین اور بادشاہوں کی طرف بھیجے۔ حضور ﷺ کے یہ خطوط جو لوگ لے کر گئے اور جن کے نام گئے ان کی تفصیل اس طرح سے ہے۔

دحیہ کلبی	قیصر روم کی طرف
عبداللہ بن حذافہ سہمی	خسرو پرویز کجکلاہ ایران کی طرف
حاطب بن بلتعہ	عزیز مصر کی طرف
عمرو بن امیہ	نجاشی بادشاہ حبش کی طرف
سلیط بن عمرو بن عبد شمس	رؤسائے یمامہ کی طرف
شجاع بن وہب الاسلامی	رئیس حدود شام حارث غسانی کے نام۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ ہر ایک قاصد جس بادشاہ کی طرف بھیجا گیا حق تعالیٰ نے اسے بادشاہ کی زبان الہام فرمادی۔ یہ حضور ﷺ کے معجزوں میں سے ایک معجزہ ہے۔

شاہ فارس خسرو پرویز کے پاس مکتوب گرامی لے جانے والے قاصد عبد اللہ بن حذافہ سہمی تھے۔ جو قدیم الاسلام صحابی اور سابقین اولین مہاجرین میں سے ہیں۔ اور سہم بن لطی کی طرف منسوب ہیں جو قریش کی ایک شاخ ہے۔

انہیں حکم فرمایا کہ بحرین کے حاکم کے پاس لے جاؤ وہ کسریٰ تک پہنچادے گا۔

مکتوب گرامی کا مضمون یہ تھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے

کسریٰ کے نام جو فارس کا حکمران ہے۔

سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی الہ (معبود، محبوب اور مطلوب و مقصود) نہیں وہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ محمد اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ میں تمہیں اللہ کی طرف آنے کی دعوت دیتا ہوں۔ میں جملہ نوع انسانی کے لئے اللہ کا رسول ہوں تاکہ جو لوگ زندہ ہیں انہیں بد عملیوں سے ڈرایا جائے۔ اور کافروں پر حجت قائم ہو اسلام قبول کرلو۔ سلامت رہو گے اگر انکار کروگے وبال تم پر ہوگا۔

اللہ
رسول
محمد

خسرو پرویز کے پاس جب حضور ﷺ کا خط پہنچا تو تلملا اٹھا۔ کہ وہ شخص مجھے خط لکھتا ہے کہ میں اس کے تابع ہو جاؤں۔ حالانکہ وہ میرے بندے اور رعایا ہیں (نعوذ باللہ) اور یہ کہنے میں بھی گستاخی کی کہ مسلمانوں کا نبی کیسا ہے کہ اس نے اپنا نام تو اوپر لکھا اور میرا نام نیچے لکھا ہے۔ میں قطعاً اس حرکت کو پسند نہیں کرتا اس نے خط کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور زمین پر پھینک دیا اس نے نہ تو جواب میں خط لکھا اور نہ ہی عبد اللہ بن حذافہ پر کوئی التفات کیا۔

پہلا نکتۂ غیب

ابھی عبداللہ بن حذافہ مدینہ واپس نہیں پہنچے کہ حضور ﷺ کو خط کے ٹکڑے ہو جانے کی خبر پہنچ گئی۔ کیسے پہنچی؟ اللہ اور اللہ کا حبیب بہتر جانتا ہے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ یہ خبر آپ ﷺ کے غیب جاننے کی ہے کہ کم و بیش ۱۴۰۰ میل کی مسافت پر بیٹھے حضور ﷺ خسرو پرویز کے دربار کو دیکھ رہے ہیں اس کے ماتھے کی ایک ایک شکن دیکھ رہے ہیں اور خط کے پھاڑے جانے کی آواز تک کو سن رہے ہیں تبھی تو جب آپ ﷺ کے خط کے ٹکڑے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا۔

مَزَّقَ كِتَابِى فَمَزَّقَ اللهُ مُلْكَه

اس بدبخت نے میرے خط کو پارہ پارہ کیا ہے حق تعالیٰ نے اس
کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔

عبداللہ بن حذافہ کے رخصت ہونے کے بعد خسرو پرویز نے یمن کے حاکم باذان کو لکھا کہ ایسا سنا گیا ہے کہ ایک شخص عرب حجاز میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہے میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس داعی نبوت کو پکڑو۔ اسے رسیوں سے باندھو۔ اور میرے سامنے پیش کرو۔ باذان کانپ گیا۔ کہ جو شخص بدر و احد اور خندق کے معرکوں میں ثابت قدم رہتا ہے۔ وہ باذان کو کیسے خاطر میں لائے گا۔ مگر شاہ فارس کے حکم کے آگے وہ بے بس تھا۔ اس نے اپنے خزانچی کو جس کا نام باتویہ تھا اور فارس کے عقلمندوں اور بہادروں میں سے تھا۔ ایک اور فارسی شخص کے ساتھ جس کا نام خرخرہ تھا اور وہ بھی فارسیوں میں امتیازی شان رکھتا تھا۔ حضور ﷺ کے [illegible] کی تفتیش و تحقیق کے لئے بھیجا اور ایک خط لکھا کہ

ان دو شخصوں کے ساتھ کسریٰ کے پاس پہنچو۔ یونہ۔ اس نے تم کو بلایا ہے یہ دونوں طائف پہنچے اور وہاں کے صنادید قریش سے مثلاً ابوسفیان اور صفوان بن امیہ

وغیرہما سے حضور ﷺ کے احوال شریف کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ مدینہ میں رہتے ہیں۔

یہ صنادید قریش اپنے دل میں بڑے خوش ہوئے کہ فارس جیسے ملک کے بادشاہ کے ساتھ محمد ﷺ کا بگاڑ ہو گیا ہے۔ یہ بگاڑ ہمارے حق میں رہے گا، اور ہماری خواہشوں کی تکمیل کرے گا۔ پھر دوسرے مشرکین میں اس بات کا خوب چرچا ہو گیا۔

القصہ یہ دونوں مدنیہ منورہ میں پہنچے اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے رفتار و گفتار میں رعونت تھی جو اس دربار کے کسی بھی خادم کو پسند نہ تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کو بارگاہ نبوت کے آداب سکھادیں۔ مگر حضور ﷺ نے انہیں روکے رکھا۔ کہ کسی ایلچی کے ساتھ ناخوش گوار رویہ نہیں رکھنا چاہئے۔ اب حضور ﷺ ان قاصدوں کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا کہ ان کی آمد کا مقصد کیا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ شہنشاہ کسریٰ نے ملک یمن کے حاکم باذان کو خط لکھا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ اپنے معتمد مصاحبوں میں سے دو شخصوں کو آپ کے پاس بھیجا جائے چنانچہ یمن کے حاکم باذان نے اس بنا پر ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے کہ ہم آپ کو شہنشاہ خسرو پرویز کے پاس لے جائیں۔ اگر ہمارے ساتھ آپ خوشی و رغبت کے ساتھ چلیں تو باذان شہنشاہ کو سفارش لکھ دے گا، تاکہ وہ گذشتہ جرم کی معافی دیدے اور اگر آپ انکار کریں تو کسریٰ کی صولت و سطوت آپ کو معلوم ہے اور آپ یہ جانتے ہیں کہ وہ کس طرح کا بادشاہ ہے۔ وہ آپ کی قوم کو ہلاک کر دے گا اور آپ کے شہروں کو تباہ و برباد کر دے گا۔ اس کے بعد باذان کا خط حضور ﷺ کو دیدیا۔

حضور ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے ان کی طرف دیکھا۔

ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے وہ ریشمی لباس پہنے ہوئے تھے، کمر میں زریں پٹکے باندھے ہوئے تھے۔ ڈاڑھیاں منڈوائے ہوئے تھے اور مونچھیں چھوڑے

ہوئے تھے۔

حضور ﷺ نے جب ان کو اس ہیئت اور شکل میں دیکھا تو اسے مکروہ جانا اور فرمایا افسوس ہے کہ تم کو ایسی وضع کا حکم کس نے دیا ہے کہ ڈاڑھی منڈواؤ اور مونچھیں بڑھاؤ۔

انہوں نے کہا ہمارے رب یعنی کسریٰ نے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ ڈاڑھی لمبی کروں اور مونچھوں کو پست کروں۔

اس کے بعد فرمایا بیٹھ جاؤ۔ اس پر وہ دو زانو ہو کے بیٹھ گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کو دعوت اسلام دی اور ثواب وعتاب کی ترغیب وترہیب فرمائی۔

وہ کہنے لگے اے محمد ﷺ! اٹھو راہ سفر اختیار کرو۔ تاکہ آپ کو شہنشاہ کے سامنے لے جائیں اور اگر غفلت کرو گے تو شہنشاہ عجم ایک ضرب سے آپ کو اپنے حال پر لے آئے گا۔ سب کو قتل کر دے گا یا جلاوطن کر دے گا۔

مروی ہے کہ یہ دونوں ناپاک کافر باوجودیکہ نازیبا رویہ اختیار کئے ہوئے تھے اور بے ادبی سے بات کرتے تھے لیکن ان پر عظمت نشان نبوت اور مجلس اقدس کی ہیبت اتنی طاری تھی کہ ان کا جوڑ جوڑ لرز رہا تھا اور قریب تھا کہ خوف ودہشت سے پگھل جائیں اور ان کا جوڑ جوڑ کھل جائے کیونکہ وہ بارگاہ نبوت میں بے ادبی سے پیش آرہے تھے۔

حضور ﷺ نے ان کو معاف فرماتے ہوئے کہا کہ باذان کے خط کا جواب کل لکھا جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنی قیام گاہ میں جا کر ٹھہرو کل آنا۔ پھر دیکھیں گے کیا ہوتا ہے۔

جب یہ دونوں مجلس شریف سے باہر آئے تو ایک نے دوسرے سے کہا اگر اس مجلس مبارک میں ہم کچھ دیر اور ٹھہرتے تو اندیشہ تھا کہ ہیبت سے ہلاک ہو جاتے۔ دوسرے نے کہا کہ ساری عمر میں مجھ پر اس قسم کی ہیبت کبھی بھی غالب نہ ہوئی تھی۔

جو آج اس شخص کی مجلس میں غالب ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تائیدات الٰہیہ سے تائید یافتہ ہیں اور ان کا کام خدا کا کام ہے۔

دوسرا نکتۂ غیب

اب پھر غیب کے پردے اٹھے اور کم و بیش ۱۴۰۰ میل کی دوریاں سمٹ گئیں خسرو پرویز کے ہاں کی ایک ایک حرکت آپ ﷺ کی نگاہوں کے سامنے تھی۔ بلکہ تاریک رات کے اندھیرے بھی آپ ﷺ کی نگاہوں کے سامنے رکاوٹ نہ بن سکے۔ آپ ﷺ نے دیکھا ابھی رات کا سات گھنٹے کا سفر باقی ہے کہ خسرو پرویز کا بیٹا شیرویہ ہاتھ میں خنجر پکڑے اس کے کمرے میں داخل ہوا۔ اور فوراً باپ پر جھپٹ پڑا دوسرے لمحے اس کا خنجر پرویز کے پیٹ میں پیوست ہو گیا تھا خون کا ایک فوارہ چھوٹا اور خسرو پرویز تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ حضور ﷺ اگر اس وقت سو رہے تھے تو بھی اور اگر جاگ رہے تھے تو بھی پرویز کا قاتل آپ ﷺ کی آنکھوں سے اوجھل نہ تھا۔

دوسرے دن جب باذان کے دونوں قاصد دربار اقدس میں آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

جاؤ اپنے صاحب یعنی باذان سے کہہ دو کہ میرے رب نے تیرے شہنشاہ کا بوجھ اتار دیا ہے۔ یعنی خسرو قتل کر دیا گیا ہے اسے اس کے بیٹے شرویہ نے قتل کیا ہے۔

شہنشاہ فارس قتل ہو گئے ہیں! اپنے بیٹے کے ہاتھوں قتل ہو گئے۔ قاصد دل میں خیال کرنے لگے۔ یہ ۱۴۰۰ میل دور سے خبر آپ ﷺ تک کیسے پہنچ گئی۔ حضور ﷺ تو قاتل کے نام تک کو جانتے ہیں شیرویہ اس قدر معروف نہیں تھا کہ اس کا نام سرزمین حجاز تک پہلے پہنچ چکا ہوتا۔

ہاں ہاں میں نے آپ سے کہہ دیا ہے کہ آپ کا بادشاہ جسے تم رب کہتے تھے وہ اپنے انجام کو پہنچ گیا ہے۔ اب تم جاؤ اور باذان سے کہہ دینا کہ بہت جلد اسلام کی سلطنت

کسریٰ کی مملکت پر غالب آجائے گی۔ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو جتنا علاقہ تیرے قبضہ و تصرف میں ہے وہ تیرے ہی پاس رہے گا۔ اور تم کو فارسیوں پر حاکم مقرر کر دیا جائے گا۔

قاصد رخصت پا کر چلے گئے۔ انہوں نے جو کچھ مجلس اقدس میں مشاہدہ کیا تھا وہ باذان سے کہہ دیا اور جو حضور ﷺ کا پیغام تھا وہ بھی پہنچا دیا۔

باذان نے پوچھا۔ کیا محمد ﷺ کے دروازے پر دربان اور محافظ ہیں وہ کہنے لگے نہیں وہ تو آزادانہ گلیوں میں اور بازاروں میں پھرتے ہیں۔

باذان نے کہا جو کچھ تم کہتے ہو وہ واقعۃً بادشاہوں کے حال میں نہیں ہوتا۔ وہ یقیناً خدا کے پیغمبر ہیں۔

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ باذان کے ہاں شیرویہ کا خط آیا کہ کسریٰ چونکہ بڑے بڑے لوگوں اور اعیان سلطنت کو بغیر ان کے کسی جرم کے مار ڈالتا تھا، لہٰذا میں نے اسے قتل کر دیا ہے اور لوگوں کو اس کے شر سے محفوظ کر دیا ہے۔ اس خط نے حضور ﷺ کی بات کی تصدیق کر دی باذان اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ اور اس کی رعایا بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئی۔ (سیرت النبی از شبلی نعمانی)

(ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری)

طویل زندگی

حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ غزوۂ خیبر میں آپ کی شمولیت ثابت ہے۔ آپ صحابہ کرام کی اس محفل میں بیٹھے ہوئے تھے جو مسجد نبوی ﷺ میں جمی ہوئی تھی۔ اور حضور ﷺ ان کے درمیان میں بیٹھے ہوئے گفتگو فرما رہے تھے۔

آپ ﷺ نے حضرت رویفع بن ثابت سے فرمایا۔

یا رُوَیْفع لَعَلَ الحیوۃ ستطول بكَ بَعْدِی

اے رویفع شائد تو میرے بعد لمبی زندگی پائے گا۔

لوگوں کو آگاہ کر دینا کہ جو شخص ڈاڑھی کو گرہ لگائے گا یا گردن میں چمڑے کا دھاگا لٹکائے گا یا جانور کے گوبر یا ہڈی کے ساتھ استنجا کرے گا تو بے شک محمد ﷺ اس سے بیزار ہیں۔

حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر معاویہ نے ۴۶ ہجری میں طرابلس میں جو مغرب کا ایک شہر ہے کا حاکم بنا کر بھیجا پھر آپ نے ۴۷ ہجری میں افریقہ میں جہاد کیا اور اس گاؤں کو فتح کر لیا جس کا نام حربہ تھا اس گاؤں کی فتح کے بعد آپ خطبہ دینے کے لئے منبر پر کھڑے ہوئے اور لوگوں سے فرمایا۔ میں تمہارے سامنے وہی باتیں بیان کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے ہم سے غزوۂ خیبر میں فرمائی تھیں۔ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس کو جائز نہیں کہ مال غنیمت کی کسی چیز کو تقسیم سے قبل بیچ ڈالے اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے جائز نہیں کہ مال غنیمت کے کسی جانور پر سواری کرے یہاں تک کہ وہ دبلا ہو جائے تو اس کو واپس کر دے اور کسی شخص کو جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو جائز نہیں کہ مال غنیمت کے کسی کپڑے کو پہنے یہاں تک کہ وہ پرانا ہو جائے تو اس کو واپس کر دے۔

پھر آپ نے وہ باتیں بھی بیان کیں جو حضور ﷺ نے مسجد نبوی میں خاص طور پر فرمائی تھیں۔ کہ جو شخص ڈاڑھی کو گرہ لگائے گا یا جو گردن میں چمڑے کا دھاگا لٹکائے گا یا جانور کے گوبر یا ہڈی سے استنجا کرے گا تو بے شک محمد ﷺ اس سے بیزار ہیں۔

آپ نے شام میں یا برنہ میں ۵۶ ہجری میں وفات پائی۔

نکتۂ غیب

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے رویفع بن ثابت تم میرے بعد لمبی زندگی پاؤ گے۔

تاریخ نے ثابت کر دیا کہ آپ کی وفات حضور ﷺ کی رحلت کے ۴۵ سال بعد ہوئی گویا کہ آپ ﷺ رویفع بن ثابت کے سال وفات کو جانتے تھے تبھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ رویفع تم میرے بعد ایک لمبی عمر پاؤ گے۔ (مشکوٰۃ شریف)

عبادت وریاضت

ایک دفعہ تین آدمی حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے حضور نبی مکرم ﷺ کی عبادات کے بارے میں دریافت کیا۔

جب انہیں بتایا گیا تو وہ بڑے حیران ہوئے کہ آپ ﷺ رات بھر اس قدر قیام و سجود فرماتے ہیں کہ آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے ہیں اور دن کو آپ ﷺ اکثر روزے سے رہتے ہیں۔ یہ لوگ سوچنے لگ گئے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے ہم کیا چیز ہیں۔ وہ تو فروگذاشتوں سے مبرا ہیں پھر بھی اس قدر عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے ہیں۔

ہماری زندگی میں تو فروگذاشتیں ہی فروگذاشتیں ہیں۔ ہمارے جسم کے اعضا گناہوں سے آلودہ ہیں اور ہمارے خیالات میں پاکیزگی نہیں ہے۔ ہمیں زیادہ عبادت کی ضرورت ہے تاکہ ہماری زندگی میں تقویٰ پیدا ہو سکے۔

ان میں سے ایک نے کہا میں ہمیشہ رات کو نماز ہی پڑھتا رہوں گا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا کبھی افطار نہ کروں گا۔ سبحان اللہ! صحابہ کرام میں کس قدر عبادت وریاضت اور زندگی میں پرہیزگاری حاصل کرنے کا شوق اور ذوق ہے۔ ابھی ان لوگوں نے اس انہماک کے ساتھ عبادت وریاضت شروع نہیں کی تھی کہ مسجد نبوی میں حضور ﷺ نے انہیں روک لیا۔

فرمایا تم وہ لوگ ہوں جنہوں نے یہ باتیں کی ہیں۔ آگاہ رہو بخدا! میں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں۔ اور تم سب سے بڑھ کر پرہیزگار ہوں مگر میں روزے رکھتا

بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں۔ میں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ یاد رکھو جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

نکتۂ غیب

یہ تینوں شخص جب حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ حضور ﷺ اس وقت گھر میں تشریف نہیں رکھتے تھے انہوں نے حضور ﷺ کی عبادت کے بارے میں پوچھا اور چلے گئے۔ پھر نہ جانے کس جگہ پر بیٹھ کر انہوں نے یہ پروگرام بنایا کہ ایک شخص رات بھر نماز ہی پڑھتا رہے گا۔ دوسرا ہمیشہ روزہ سے رہے گا اور تیسرا عورتوں سے الگ رہے گا، نکاح نہیں کرے گا۔ مگر جب حضور ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرمایا۔

گویا کہ یہ حضرات جب ایسے فیصلے کر رہے تھے تو آپ کی نگاہیں انہیں دیکھ رہی تھیں اور ان کی باتیں آپ کے کان سن رہے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف)

صدقہ

مسلم اور بخاری کی ایک متفقہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مشکوٰۃ شریف میں نقل کی گئی ہے کہ ایک دفعہ ہم حضور ﷺ کی محفل میں بیٹھے تھے۔ کہ ایک شخص روتا ہوا آیا اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں ہلاک ہو گیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔ تجھے کیا ہوا ہے؟

عرض کرنے لگا۔ میں نے روزہ کی حالت میں اپنی عورت سے مجامعت کر لی ہے۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو گردن (غلام) پاتا ہے جسے تو آزاد کر دے؟

اس شخص نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ ﷺ!

آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو دو مہینے کے روزے لگاتار رکھنے کی طاقت رکھتا ہے؟

وہ شخص عرض کرنے لگا نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟

اس نے عرض کیا۔ نہیں۔

آپ ﷺ نے جب ہر سوال کے جواب میں ''نہیں'' سنا تو فرمایا اچھا بیٹھ جا۔ وہ شخص خاموشی سے بیٹھ گیا اور حضور ﷺ انتظار میں خاموش ہو گئے پھر اچانک ایک شخص کھجوروں کی ٹوکری لے کر حاضر خدمت ہوا۔

عرض کی یارسول اللہ ﷺ! اسے قبول فرمائیں۔

اب آپ ﷺ نے اس شخص کو طلب فرمایا جس نے اپنے ہلاک ہونے کی خبر دی تھی۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں۔

آپ ﷺ نے اسے فرمایا۔ ان کھجوروں کو لے اور فقراء پر صدقہ کر دے۔

اس شخص نے ہاتھ باندھ دیئے عرض کرنے لگا۔ کیا میں ان کھجوروں کو اپنے سے زیادہ محتاج انسانوں پر صدقہ کروں؟

یارسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم مدینہ کے دو سنگستانوں کے درمیان یعنی مدینہ طیبہ کی زمین کے دو جلے ہوئے پتھروں کے درمیان کوئی گھر والا میرے گھر والوں سے زیادہ محتاج نہیں۔

اس پر حضور نبی کریم ﷺ مسکرا دیئے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دانت مبارک دکھائی دینے لگے۔ اب آپ ﷺ نے فرمایا ان کھجوروں کو اٹھاؤ۔ گھر لے جاؤ اور اپنے بال بچوں کو کھلاؤ۔

نکتۂ غیب

حضور نبی کریم ﷺ نے ہر سوال پر جب سائل کی زبان پر جواب نفی میں دیکھا تو

آپ ﷺ نے اسے بیٹھ کر انتظار کرنے کو فرمایا۔ اس شخص سے سلسلہ گفتگو منقطع ہو گیا۔ محفل میں مکمل سکوت تھا وہ شخص سوچ رہا ہے کہ کہ دیکھیں حضور ﷺ کیا جواب دیتے ہیں؟ اور حضور نبی کریم ﷺ بھی خاموش تھے اور شائد کسی آنے والے کے منتظر تھے۔

ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک آنے والا شخص اپنے ساتھ کھجوروں کی ایک ٹوکری لایا۔

یہ انتظار اور خاموشی اس شخص کے لئے تھی کہ وہ آئے اور سلسلہ کلام کو جاری کیا جائے۔ وہی شخص آ گیا۔ جو حاضرین محفل کی ہر ایک آنکھ سے اوجھل تھا۔ مگر حضور ﷺ کی آنکھوں سے اوجھل نہیں تھا۔ اس کے آنے کی رفتار کو آپ دیکھ رہے تھے بلکہ یہ تک دیکھ رہے تھے کہ اس شخص کی نیت یہ کھجوریں ہمارے پاس لانے کی ہے۔ اندازہ کریں جو شخص موجود نہیں ہے اس کے دل کے ارادے تک کو آپ مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

(مشکوٰۃ شریف)

نجاشی

عرب اور حبش کے درمیان زمانہ قدیم سے تجارتی تعلقات تھے۔ شاہ حبش اصحمہ بن ابجری کی فطرت میں بھلائی لکھی ہوئی تھی۔ چنانچہ جس وقت مکہ میں قریش نے مسلمانوں کی زندگی اجیرن بنا دی۔ تو حضور ﷺ نے کچھ مسلمانوں کو حبشہ کی طرف جانے کی اجازت فرما دی۔ شاہ حبش نے انہیں اپنی پناہ میں رکھا۔

ان مہاجرین میں حضرت عبیداللہ بن جحش بھی تھے۔ جن کی بیوی ام حبیبہ ابوسفیان کی بیٹی تھی۔ عبیداللہ بن جحش کا انتقال حبشہ میں ہو گیا۔ غریب الوطنی میں ام حبیبہ بنت ابوسفیان کے بیوہ ہو جانے کی اطلاع جب حضور ﷺ کو ملی تو ان کے دکھوں کا مداوا یہ کیا کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے ذریعے ان سے نکاح پڑھوا لیا۔ مہر کی رقم جو

چار سو دینار تھی آپ ﷺ کی طرف سے نجاشی نے ادا کی اور حضرت ام حبیبہ کو بڑے احترام کے ساتھ شرحبیل بن حسنہ کے ہمراہ مدینہ میں روانہ کر دیا۔

اور پھر جس وقت نبی کریم ﷺ نے مختلف سلاطین کے نام خطوط لکھے تو ایک خط شاہ حبش کے نام بھی تھا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از جانب محمد رسول اللہ ﷺ

بنام نجاشی اصحم (یا اصحمہ) بادشاہ حبشہ

سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی طلب و جستجو رکھتا ہے واضح ہو کہ میں تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں وہ بادشاہ (الملک) ہے ہر قسم کے نقص سے منزہ (القدوس) خود سلامت (السلام) امن دینے والا۔ (المومن) اور نگہبان (المہیمن) ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کی روح اور کلمہ ہیں۔ اللہ نے اسے پاک دامن کنواری مریم میں القاء کیا جس سے وہ حاملہ ہوئیں۔ تو اللہ نے عیسیٰ کو اپنی روح اور نفخ سے پیدا کیا جس طرح آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ اور میں تم کو اور تمہارے حبش کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے اللہ کا حکم پہنچا دیا اور نصیحت کر دی۔ تم میری نصیحت قبول کرو۔ اور سلام اس پر جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔

اللہ
رسول
محمد

اس خط کا اثر یہ ہوا کہ نجاشی نے اسلام قبول کر لیا۔

نکتہ غیب

۹ ہجری میں اس نجاشی کا انتقال ہو جاتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کم و بیش اٹھارہ سو

میل دور بیٹھے ہیں۔ مگر درمیان کی ساری رکاوٹیں ہٹ جاتی ہیں۔ درختوں کی شاخیں رستہ دے دیتی ہیں۔ پہاڑوں کی دبیز تہیں شیشے کی مانند شفاف ہو جاتی ہیں اور حضور ﷺ کی نگاہیں حبشہ کے شاہی محلوں میں شاہ حبش کو بے حس و حرکت دیکھنے لگتی ہیں۔

حضور ﷺ اسی دن جس دن نجاشی کا انتقال ہوتا ہے فرماتے ہیں۔

لوگو! آج تمہارے بھائی مرد صالح اصحمہ بن ابجر نے وفات پائی ہے اٹھو اور ان کی نماز جنازہ پڑھو۔ اور اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔

صحابہ کرام اسی وقت اٹھے وضو کیا اور عید گاہ کی جانب چل دیئے اور حضور ﷺ کی اقتدا میں نجاشی کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ (بخاری شریف)

فتح مکہ

صلح حدیبیہ کو دیکھیں تو اس کی آخری شرط یہ تھی کہ قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ وہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اس کی رو سے قبیلہ بنی بکر قریش کے ساتھ مل گیا۔ اور قبیلہ بنو خزاعہ حضور ﷺ کے ساتھ مل گیا۔ زمانہ جاہلیت میں ان دونوں قبیلوں میں نزاع، اختلاف اور عداوت چلی آتی تھی اور آپس میں بہت جنگ و جدال واقع ہو چکا تھا۔ لیکن جب آفتاب اسلام طلوع ہوا تو اس کی کرنوں کی راہ میں چونکہ پورا عرب حائل تھا اور کوئی قبیلہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اسلام پھلے پھولے۔ وہ آپس کی عداوتیں بھول کر بس اسلام کی مخالفت میں اکٹھے ہو گئے تھے۔

لیکن صلح حدیبیہ کی وجہ سے مخالفانہ جنگوں کا سلسلہ منقطع ہوتا دکھائی دیا تو ان کی آپس کی دشمنیاں پھر عود کر آئیں۔ ایک دن قبیلہ بنی بکر کا ایک شخص سرور عالم ﷺ کی ہجو بیان کر رہا تھا۔ اتفاق سے بنو خزاعہ کا بھی ایک آدمی پاس کھڑا تھا اس نے اسے منع کیا مگر وہ باز نہ آیا۔ اس پر اسے غصہ آ گیا اس نے اس کا گریبان پکڑ لیا۔ دو چار گھونسے مارے اور اس کا سر اور منہ پھوڑ دیا۔ وہ واپس اپنے قبیلے میں گیا اور اپنی زیادتی بتائے بغیر

بنو خزاعہ کا الجھنا اور پٹائی کرنا خوب بڑھا چڑھا کر بیان کیا۔ بنی بکر کے لوگ مشتعل ہو گئے اور بنو خزاعہ سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوئے اور قریش سے مدد مانگی۔ اہل قریش سے وہ لوگ نکل آئے جنہیں حضور ﷺ سے موروثی دشمنی تھی ان لوگوں نے اپنے چہروں پر موٹی نقابیں ڈال کر اور بنی بکر کے ساتھ مل کر بنی خزاعہ پر شب خون مارا اور خوب جنگ و قتال کیا یہاں تک کہ جنگ کرتے کرتے زمین حرم میں داخل ہو گئے۔

بنو خزاعہ نے اب بلند آواز سے نوفل بن معاویہ سے کہا جو بنو بکر کا سردار تھا کہ خدا کا خوف کرو اور حرم کی حرمت کا پاس و لحاظ کرو۔ نوفل نے جواب میں کہا۔ اگرچہ تمہاری بات ٹھیک ہے اور حرم کی حرمت کا لحاظ کرنا چاہئے مگر آج اس پر عمل کرنے کی فرصت نہیں پاتا۔ اس طرح بنو خزاعہ کے بیس آدمی مارے گئے۔

پہلا نکتۂ غیب

قریش کے نوجوان چونکہ نقابیں اوڑھے ہوئے تھے۔ اس لئے ان کا خیال تھا کہ وہ پہچانے نہیں جائیں گے اور معاملہ پوشیدہ رہے گا لیکن حضور اکرم ﷺ کو اسی رات اس واقعہ کی خبر ہو گئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ جس رات بنی بکر اور بنی خزاعہ کا واقعہ ہوا اس کی صبح رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے عائشہ مکہ مکرمہ میں یہ حادثہ واقع ہوا ہے۔ اور قریش نے عہد شکنی کی ہے۔

مدینہ مکہ سے ۲۷۵ میل دور ہے جو کم از کم دس دن کا سفر ہے۔ حضور ﷺ کو اسی رات اس واقعہ کی خبر ہو جاتی ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ خبر آپ ﷺ تک کیسے پہنچی؟ اگر ہم اس بات پر یقین کر لیں کہ حضور ﷺ اور مکہ کے درمیان کے سارے پردے اٹھا دیئے گئے تھے اور آپ ﷺ اپنی آنکھوں سے بنو خزاعہ اور بنو بکر کی نزاع کا پورا منظر دیکھ رہے تھے تو بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔

اس بات کی تصدیق ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے طبرانی نے معجم صغیر میں سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے نقل کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں ایک رات میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ وضو فرما رہے ہیں اچانک آپ ﷺ نے تین بار لبیک۔ لبیک-لبیک اور تین مرتبہ نُصرتَ- نُصرتَ- نُصرتَ تری مدد ہو گئی ہے۔ تری مدد ہو گئی ہے۔ تری مدد ہو گئی ہے۔ جب میں حضور ﷺ کے قریب ہوئی تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے آپ ﷺ کو باتیں کرتے سنا ہے کیا کوئی شخص تھا جس سے آپ ﷺ گفتگو فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ راجز بنی کعب تھا جو قبیلہ بنی خزاعہ سے ہے وہ مجھ سے مدد مانگ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ قریش نے بنی بکر کی مدد کی یہاں تک کہ ہم پر شب خون مارا۔

کچھ دنوں کے بعد سالم خزاعی چالیس سواروں کے ساتھ مکہ سے مدینہ منورہ آیا۔ اور جو کچھ واقعہ پیش آیا تھا حضور ﷺ سے عرض کر کے نصرت و اعانت کی درخواست کی۔ اس پر حضور ﷺ کھڑے ہوئے اس حال میں کہ آپ ﷺ کی چادر مبارک زمین پر گھسٹتی جا رہی تھی اور فرمایا میری مدد نہ ہو گی اگر میں نے تمہاری مدد نہ کی۔ جس طرح میں اپنی مدد کرتا ہوں اس طرح تمہاری مدد کروں گا۔

اس مسئلے کو سفارتی سطح پر حل کرنے کی خاطر آپ ﷺ نے قریش کے پاس اپنا ایک سفیر بھیجا۔ اور تین شرطیں پیش کیں کہ ان میں سے کسی ایک کو منظور کیا جائے۔

۱۔ مقتولوں کا خون بہا دیا جائے۔

۲۔ قریش فوراً بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

۳۔ معاہدہ حدیبیہ کے ٹوٹ جانے کا اعلان کر دیا جائے۔

قریش نے جوشِ ظلم اور نشاط غفلت میں تیسری شرط منظور کرنے کا فیصلہ کیا اور ان کے ترجمان قمر بن عمر نے تنسیخ معاہدہ کا اعلان بھی کر دیا۔ لیکن بعد میں جب اس

معاملے پر غور کیا تو اپنے فیصلے کی غلطی اور اس کے خطرناک نتائج کا احساس ہوا اپنی حرکت پر نادم ہوئے انہوں نے ابوسفیان کو حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ معذرت خواہی کر کے کہے کہ یہ فعل میرے مشورہ سے واقع نہیں ہوا اب از سر نو صلح کی تجدید کر کے مدت بڑھا دیجئے۔ ابوسفیان نے سفارشیں ڈھونڈیں منتیں کیں مگر ناکام رہا۔ وہ حضور ﷺ تک نہیں جا سکا۔ اور نہ ہی کسی سفارشی نے اسے حضور ﷺ تک لے جانے کی حامی بھری۔ وہ خائب و خاسر واپس مکہ چلا گیا۔

دوسرا نکتۂ غیب

حضور ﷺ نے مکہ کے لئے تیاریاں شروع کر دیں۔ اور ان تیاریوں میں اس قدر احتیاط کی کہ مکہ والوں کو خبر تک نہ ہونے پائے۔ تاہم حاطب بن ابی بلتعہ جو ایک معزز صحابی تھے نے قریش کو ایک خفیہ خط لکھ دیا اور ان کو خبردار کیا کہ حضور ﷺ ایک لشکر تیار کر کے لا رہے ہیں اس خط کا مضمون کچھ اس طرح سے تھا کہ۔

حضور نبی کریم ﷺ ایک لشکر کی تیاریاں فرما رہے ہیں اور میرا گمان ہے کہ مکہ مکرمہ کے سوا کسی اور طرف نہیں جائیں گے۔ تمہیں اپنے مال کی فکر کرنی چاہئے۔ اس خط کو ایک مزنی عورت کے سپرد کیا کہ وہ قریش کو پہنچا دے اس عورت نے نہایت احتیاط سے اس خط کو اپنے بالوں کی چوٹی میں چھپا لیا۔ اور ہودج میں بیٹھ کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئی۔

حضور ﷺ نے حضرت علی حضرت زبیر بن العوام اور حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلایا۔ فرمایا جلدی کرو مکہ کی طرف ایک عورت جا رہی ہے وہ اپنی اونٹنی کے ہودج میں بیٹھی ہے وہ ایک خط لئے جا رہی ہے جو اس نے قریش مکہ تک پہنچانا ہے۔ یہ خط ان تک پہنچ گیا تو ہماری تیاریوں کی ساری احتیاط بے کار جائے گی اگر تم جلدی کرو گے تو فاخ کے باغوں تک اس کو پا لو گے۔

یہ تینوں صاحب چل دیئے۔ اور بڑی جلدی اس عورت تک پہنچ گئے پوچھا تمہارے پاس کوئی خط ہے جو تم اہل قریش تک لے جانا چاہتی ہو۔

عورت نے انکار کر دیا کہا کہ اس کے پاس کوئی خط وغیرہ نہیں ہے۔

ہم تلاشی لئے بغیر تمہیں نہیں جانے دیں گے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔

ہاں بڑے شوق سے میرے سامان اور ہودج کی تلاشی آپ لے سکتے ہیں اس عورت نے جواب دیا۔

بہتر یہ ہے کہ تلاشی لئے بغیر وہ خط تو ہمیں دیدے۔ عورت کی تلاشی لینا ہمیں معیوب لگتا ہے۔

جب تمہیں میری بات پر یقین نہیں آتا تو تلاشی دینے کے سوا میرے پاس میری صداقت کے لئے کچھ نہیں ہے۔

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اس کے سارے سامان کو اچھی طرح دیکھا مگر کوئی خط نہ مل سکا کہنے لگے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! مجھے تو اس عورت کی بات میں صداقت نظر آتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصہ آگیا۔ فرمایا اگر اس عورت کی بات میں صداقت ہے تو حضور ﷺ کی بات کی صداقت کہاں جائے گی۔ میں اپنے پختہ یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ حضور ﷺ کی بات کی صداقت میں شک نہیں کیا جا سکتا ہے اس عورت کی بات پر ہم یقین نہیں کریں گے۔ اسے ہم بالکل نہیں جانے دیں گے جب تک یہ ہمیں خط نہ دے گی۔

عورت نے آنسو بہانا شروع کر دیئے۔ روتی جاتی اور یقین دلانے کی کوشش کرتی کہ اس کے پاس کوئی خط نہیں۔

حضرت علی نے فرمایا۔ ہمیں مخبر صادق ﷺ نے اطلاع دی ہے کہ تمہارے پاس کوئی خفیہ خط ہے۔ ہمیں تیری نسبت ان کی بات پر زیادہ یقین ہے اگر تم خط نہیں دو گی تو تمہیں حضور ﷺ کے پاس لے جائیں گے جن کی نگاہ سے کوئی بات پوشید نہیں رہ سکتی۔

اب عورت کو یقین ہو گیا کہ خط دیئے بغیر کام نہیں بنے گا۔ اس نے اپنے بالوں کی چوٹی میں ہاتھ ڈالا اور خط نکال کر دیدیا۔ یہ خط حاطب بن بلتعہ کا لکھا ہوا تھا۔

تیسرا نکتۂ غیب

اب اندازہ کریں خط کو کسی خفیہ مقام میں بیٹھ کر لکھا گیا ہے اس عورت سے بھی کسی خفیہ جگہ پر خط لے جانے کا معاہدہ ہوا ہے۔ وہ خط عورت کے بالوں کی چوٹی میں چھپا ہوا ہے اور وہ عورت اونٹنی کے ہودج میں بیٹھی ہے۔ علاوہ ازیں عورت خط لے کر حدود مدینہ سے نکل چکی ہے۔ لیکن حضور ﷺ کی غیب دانی دیکھیئے کہ آپ ﷺ ہر پردے کے پیچھے کی بات، چیز اور معاملہ سے آگاہ ہیں۔

خط حضور ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ ﷺ نے حاطب بن بلتعہ کو طلب فرمایا اور اس سے پوچھا کیا یہ خط تمہارا لکھا ہوا ہے؟

حاطب شرمندہ ہو گیا عرض کیا جی حضور! یہ خط میں نے ہی لکھا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوگئے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن ماروں حضور ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ اطَّلَعَ عَلٰی اَھْلِ بَدْرٍ وَقَالَ اعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ

بلاشبہ اہل بدر کے لئے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو چاہو کرو
بلاشبہ میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔ اور عرض کرنے لگے

اللہ اور اللہ کا رسول ہی زیادہ جانتا ہے۔

اب پھر حضور ﷺ حاطب کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس سے تمہارا کیا مقصد تھا۔

اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ پر جلدی نہ فرمائیے۔ خدا کی قسم میں مومن ہوں اور خدا اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں۔ مکہ میں کوئی ایسا نہیں ہے جو میرے مال و اہل کی حفاظت کرے اور وہ حضرات جو مہاجرین میں سے آپ ﷺ کے ساتھ ہیں مکہ مکرمہ میں ان کے عزیز و اقارب ہیں جو ان کے مال و اہل کی حمایت و حفاظت کرتے ہیں اسی بات نے مجھے اس فتنہ میں ڈالا ہے۔ میں نے یہ عمل نفاق و ارتداد سے نہیں کیا ہے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا

آگاہ اور باخبر ہو جاؤ حاطب سچ کہتا ہے۔

چوتھا نکتہ، غیب

اگر غور کریں تو اس واقعہ میں بھی حضور ﷺ کی غیب دانی کا پتہ چلتا ہے۔ حاطب بن بلعتہ کا عمل صحابہ کرام کو پسند نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے بھی اسے ناپسند فرمایا ہے۔ مگر حضور ﷺ تو حاطب کے دل کی دنیا سے واقف ہیں اس کے دل کے کسی گوشے کی کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ تبھی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات کو اہمیت نہیں دی۔ بلکہ حاطب کی وضاحت سے پہلے اس کی دلجوئی فرمائی۔ اور جب انہوں نے وضاحت کی (جو اہل مجلس کے لئے ضروری سمجھی) تو حضور ﷺ نے اس کی بات کی تصدیق فرمادی اور اس کے عذر کو مقبول قرار دیا۔

بہر حال تیاری مکمل ہو گئی۔ تو حضور ﷺ دس ہزار کے عظیم لشکر اسلام کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے اس دن ۸ ہجری کے رمضان کی دس تاریخ تھی۔ قبائل عرب بھی رستے میں آ آ کر ملتے جاتے تھے۔ مر الظہران پہنچ کر لشکر نے

پڑاؤ ڈالا اور فوجیں دور دور تک پھیل گئیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمام فوج رات کو الگ الگ آگ روشن کرے اس سے تمام صحرا وادی ایمن بن گیا۔

فوج کی آمد کی خبر قریش کے کانوں میں پڑ چکی تھی۔ انہوں نے حکیم بن حزام (حضرت خدیجہ کے بھتیجے) ابوسفیان اور بدیل بن ورقہ کو بھیجا۔ ابوسفیان پکڑے گئے مگر حضور ﷺ نے اس کے سارے قصور معاف فرما دیئے۔ اس نے اپنے سارے ماضی پر نگاہ ڈالی ایک ایک زیادتی کو یاد کیا جو اس نے حضور ﷺ سے اور آپ ﷺ کے پیروکاروں سے روا رکھی۔ پھر حضور ﷺ کا عفو و کرم دیکھا تو مسلمان ہو گیا۔

مکہ کی طرف پیش قدمی کرنے سے پہلے آپ ﷺ نے لشکر قریش میں اعلان کرا دیا کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے گا اسے معاف کر دیا جائے گا۔

جو شخص ابوسفیان کے ہاں پناہ لے لے گا اسے بھی کچھ نہیں کہا جائے گا۔

جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا وہ بھی زیر عتاب نہیں آئے گا۔

اور جو خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے اس کے لئے بھی معافی ہے۔

یہ عام معافی کا اعلان تھا جس کا خاطر خواہ اثر ہوا اور بلا مقابلہ مکہ فتح ہو گیا۔ آپ ﷺ حرم میں تشریف لے گئے۔ وہاں ۳۶۰ بت رکھے گئے تھے آپ ﷺ کے ہاتھ ایک چھڑی تھی وہ جب بت کو لگاتے وہ پاش پاش ہو جاتا۔ دیواروں کی تصویریں مٹا دی گئیں اور یوں خانہ خدا بتوں اور تصویروں سے پاک ہو گیا۔ آپ ﷺ بار بار پڑھتے جاتے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

(بنی اسرائیل: ۸۱)

حق آگیا اور باطل فرار ہو گیا۔ بلاشبہ باطل کو فرار ہونا ہی تھا۔

آپ ﷺ نے بیت اللہ کا دروازہ کھول دیا حضرت بلال اور حضرت طلحہ کے ہمراہ اندر داخل ہوئے تکبیریں کہیں اور نماز پڑھی۔

پھر آپ ﷺ نے خطبہ فتح مکہ دیا۔ اس میں اگرچہ خطاب اہل مکہ سے تھا مگر حقیقت میں یہ خطاب تمام نسل انسانی کے لئے تھا۔ اب آپ ﷺ اہل قریش کے عظیم اجتماع کی طرف متوجہ ہوئے دیکھا تو اسلام کا نام گوارا نہ کرنے والے کھڑے تھے۔ اسلام قبول کرنے والوں پر سختیاں کرنے والے کھڑے تھے۔ حضور ﷺ کی راہوں میں کانٹے بکھیرنے والے سہمے کھڑے تھے۔ حضور ﷺ پر پتھر برسانے والے کھڑے تھے۔ سب پر خوف طاری تھا کہ حضور ﷺ کا ایک اشارہ ہوگا تو آپ ﷺ کے صحابہ ہماری بوٹی بوٹی کر دیں گے۔ ہمیں کتوں کی خوراک بنادیا جائے گا۔

مگر رحمت عالم ﷺ نے فرمایا تم کو معلوم ہے کہ میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں یہ لوگ بے رحم ہونے کے باوجود مزاج شناس ضرور تھے کہنے لگے۔

اَخٌ کَرِیْمٌ وَابْنُ کَرِیْمٍ
آپ شریف بھائی ہیں اور شریف برادر زادہ ہیں۔

آپ متبسم ہوئے فرمایا میں بھی آج وہی بات کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی یعنی۔

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ

آج تم پر کوئی الزام نہیں۔ اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ (یوسف: ۹۲)

وہ لوگ حیران تھے کہ ہم ان کے ساتھ اس قدر زیادتیاں کرنے والے ہیں کہ جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ مگر آپ فرما رہے ہیں کہ آج تم سے کوئی پرسش نہیں۔ کیا خبر ہم جانے لگیں تو روک دیئے جائیں۔ وہ حضور ﷺ کے چہرہ اقدس کو ملتجی ہو کر دیکھنے لگے۔ کہ کیا واقعی ہم معاف کر دیئے گئے ہیں؟

حضور ﷺ نے ان کے چہروں کی التجا پڑھ لی۔ اور ان کے کپکپاتے ہونٹوں سے وہ بات سن لی جو وہ کہنا چاہتے تھے مگر کہہ نہیں رہے تھے۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں ہاں میں نے آپ سے کہہ دیا ہے۔

اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

جاؤ اب تم آزاد ہو، قید سے رہائی پا چکے ہو۔

(بخاری شریف)
(ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری)
(سیرت النبی از شبلی نعمانی)

شہید

عبدالعزیٰ نامی ایک لڑکا نہایت تھوڑی عمر میں یتیم ہو گیا۔ چچا نے اس کی کفالت کی۔ پالا پوسا۔ جوان ہوا تو اسی چچا نے اونٹ، بکریاں اور غلام دے کر اس کی حالت درست کر دی۔

اسلام کے حقائق اس پر واضح ہو چکے تھے۔ اس نے اپنا نام بدل کے عبداللہ رکھ لیا۔ نئے ملنے والوں سے وہ اپنا نام عبداللہ ہی بتایا کرتا تھا۔ اسلام کی محبت اس کے دل میں گھر کر چکی تھی۔ مگر وہ اپنے چچا کے خوف سے اس کا اظہار نہیں کرتا تھا۔

آخر اس نے دیکھا کہ بانی اسلام مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہو گئے ہیں اب یہ نوجوان اپنے چچا کے پاس گیا عرض کیا۔

پیارے چچا! مجھے برسوں انتظار کرتے گزر گئے۔ کہ آپ کے دل میں اسلام کی تحریک کب پیدا ہوتی ہے؟ اور آپ کب مسلمان ہوتے ہیں؟ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا حال وہی پہلا سا ہے میں اپنی عمر پر زیادہ اعتماد نہیں کر سکتا۔ مجھے اجازت فرمائیے کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔

چچا اس دعوت کو سن کر چونک اٹھا۔ اس کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا۔ غصہ اس کے انگ انگ سے ہویدا تھا۔

عبدالعزیٰ تم جانتے ہو تمہاری غربت کو امارت میں میں نے بدلا ہے۔ تم یہ بھی جانتے ہو جب تمہارا باپ تمہیں اکیلا چھوڑ گیا تو تمہارے پاس کیا تھا۔ میں نے تمہاری پرورش کی۔ آج تم اونٹوں، بکریوں اور غلاموں کے مالک ہو اور عزت والی زندگی گزار رہے ہو۔ یاد رکھو اگر تم نے محمد (ﷺ) کا دین قبول کر لیا تو میں سب کچھ تم سے چھین لوں گا۔ تیرے بدن پر چادر اور تہبند تک باقی نہ رہنے دوں گا۔

عبداللہ نے جواب دیا۔ آپ کی یہ انتہائی گری ہوئی حرکت میری راہ میں حائل نہیں ہو سکے گی۔ میں اسلام قبول کروں گا اور محمد ﷺ کی اتباع میں بقیہ زندگی بسر کروں گا۔ شرک اور بت پرستی سے میں بیزار ہو چکا ہوں۔ اب جو آپ کا منشاء ہے کیجئے اور جو کچھ میرے قبضے میں زر و مال وغیرہ ہے سب سنبھال لیجئے۔ میں جانتا ہوں کہ ان سب چیزوں کو آخر ایک دن یہیں دنیا میں چھوڑ دینا ہے۔ اس لئے میں ان کے لئے سچے دین کو ترک نہیں کر سکتا۔

عبداللہ نے یہ کہہ کر اپنے کپڑے اتار دیئے۔ اور مادر زاد برہنہ ہو کر اپنی ماں کے پاس چلا گیا۔ رستے میں لوگوں نے دیکھا تو مجذوب اور دیوانہ کہنے لگے۔ ماں نے دیکھا تو حیران ہوئی کہ بیٹا کیا ہوا؟

عبداللہ نے کہا میں مومن اور موحد ہو گیا ہوں نبی ﷺ کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں ستر پوشی کے لئے کپڑے کی ضرورت ہے۔ مہربانی فرما دیجئے۔ ماں نے ایک کمبل دے دیا عبداللہ نے کمبل پھاڑا۔ آدھے کا تہبند بنا لیا اور آدھا اوپر لے لیا۔ اور مدینہ کی جانب روانہ ہو گیا دن رات چلتا رہا۔

مدینہ میں پہنچا تو دن کے اجالے میں ابھی دیر تھی۔ اندھیرے میں اسے کوئی

پہچان نہ سکا وہ مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ حضور ﷺ ابھی مسجد میں تشریف نہیں لائے تھے وہ مسجد کی دیوار کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھ گیا۔ حضور ﷺ جب مسجد میں تشریف لائے تو ایک اجنبی کو دیکھ کر پوچھا کہ وہ کون ہے؟

کہا میرا نام عبدالعزیٰ ہے عبداللہ بننا چاہتا ہوں۔ فقیر مسافر ہوں۔ عاشق جمال اور طالب ہدایت ہو کر در دولت تک آ پہنچا ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ہاں تم عبدالعزیٰ نہیں عبداللہ ہو۔ اور تمہارا لقب ذوالبجادین ہے تم ہمارے قریب ہی ٹھہرو۔ اور مسجد میں رہا کرو۔

عبداللہ اصحاب صفہ میں شامل ہو گیا۔ قرآن پڑھنے لگا اور دین کی باتیں سیکھنے لگا۔

جب غزوۂ تبوک کی تیاری ہونے لگی۔ تو حضرت عبداللہ ذوالبجادین بھی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ دعا کیجئے میں بھی راہ خدا میں شہید ہو جاؤں۔

نبی پاک ﷺ نے فرمایا کسی درخت کا چھلکا اتار لاؤ۔

جب عبداللہ چھلکا لے آئے تو نبی کریم ﷺ نے اسے ان کے بازو پر باندھ دیا اور زبان مبارک سے فرمایا الٰہی میں اس کا خون کفار پر حرام کرتا ہوں۔

عبداللہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں تو شہادت کا طالب ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا جب غزا کی نیت سے تم نکلو گے اور تپ آ جائے اور مر جاؤ تب بھی تم شہید ہو گے۔

تبوک پہنچ کر ایسا ہی ہوا۔ عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اچانک تپ چڑھی اور وفات پا گئے۔

نکتۂ غیب

حضور ﷺ نے جیسے فرمایا تھا ویسے ہو گیا۔ گویا تبوک کے میدان میں پہنچنے سے

پہلے آپ ﷺ نے وہ حالات دیکھ لئے جو وہاں پیش آنے تھے۔ یہ تک دیکھنے میں غیب کے پردے حائل نہ ہوئے کہ حضرت عبداللہ ذوالبجادین کسی کافر کی تلوار سے نہیں مریں گے بلکہ میدان جنگ میں تپ کے باعث جان دے کر شہداء کی صف میں شامل ہو جائیں گے۔

حضرت بلال بن حارث مزنی فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفن کی کیفیت دیکھی ہے کہ

رات کا وقت تھا بلال کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کی لاش کو قبر میں رکھ رہے تھے۔ اور حضور ﷺ اس کی قبر میں خود اترے ہوئے تھے اور ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرما رہے تھے۔

اَدَبًا اِلی اَخَاکُمَا

اپنے بھائی کا ادب ملحوظ خاطر رکھو۔

حضور ﷺ نے قبر میں انہیں دفن کرنے کے بعد فرمایا۔ الٰہی آج شام تک میں اس سے خوش رہا ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

(رحمۃ للعالمین از سلیمان منصور پوری)
(ہادی کونین از حکیم محمد اسماعیل ظفر آبادی)

موت

مکہ فتح ہو گیا تو اہل مدینہ کو مکہ جانے میں اور اہل مکہ کو مدینہ میں آنے میں کوئی رکاوٹ نہ رہی۔ یہ لوگ حج و عمرہ اور کاروباری ضروریات کے علاوہ اپنے رشتہ داروں کے ہاں بھی آنے جانے لگے۔

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کی رشتہ داریاں مکہ میں تھیں۔ وہ ان کے پاس آتے جاتے تھے۔ وہ ایک دفعہ بیمار ہو گئے ان کی بیماری طول پکڑنے لگی۔

تو حضور ﷺ ان کی عیادت کو تشریف لے گئے۔

حضرت سعد کے لئے حضور ﷺ کی آمد یقیناً خوشی کا باعث بنی وہ بیمار ہونے کے باوجود اٹھ کر بیٹھ گئے عرض کرنے لگے۔

یارسول اللہ ﷺ دعا فرمائیے کہ وہ مجھے ایڑیوں کے بل نہ لوٹادے یعنی چونکہ میں مکہ سے ہجرت کر چکا ہوں اب میری موت مجھے مدینہ میں آئے مکہ میں نہ آنے پائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔ سعد گھبراؤ نہیں تم بیشک مکہ میں آتے جاتے رہو مگر تمہیں مکہ کی زمین میں موت نہیں آئے گی اور نہ ہی مکہ کی جانب موت آپ کا پیچھا کرے گی۔ تمہاری موت آئے گی تو مدینہ میں تمہاراا نتظار کرے گی یعنی تم مدینہ میں مروگے۔

حضور ﷺ کے صحابی کا یقین اس قدر پختہ تھا کہ مرنے سے پہلے اگر وہ کبھی مکہ میں تشریف لے بھی گئے تو وہ اس بات سے بے فکر ہوتے کہ کہیں مکہ میں وہ مر نہ جائیں۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات واقعۃً مدینہ پاک میں ہوئی۔

نکتۂ غیب

حضرت سعد کی تمنا تھی کہ وہ مدینہ پاک میں وفات پائیں۔ اور یہ تمنا اس خیال کے پیش نظر تھی کہ ان کو موت مکہ میں آئے تو شائد وہ ہجرت کے ثواب سے محروم نہ ہو جائیں۔ اور ان کی ہجرت بھی تبھی قائم رہ سکتی ہے کہ جس شہر کے لئے انہوں نے مکہ سے ہجرت کی ہے اسی شہر کے ہو کے رہ جائیں یہاں تک کہ انہیں موت بھی اسی شہر میں آئے۔

حضور ﷺ نے اپنے پیارے صحابی سے وعدہ فرمایا۔ کہ تم مدینہ میں ہی مروگے۔ کوئی بندہ کب اور کہاں مرے گا اس کا تعلق علوم غیب سے ہے مگر حضور ﷺ وعدہ فرما رہے ہیں ایسے لگتا ہے آپ ﷺ حضرت سعد کو مدینہ میں ہی مرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ (بخاری شریف)

عزت کا صدقہ

غزوۂ تبوک کی تیاری کا اعلان نہایت تنگی و عسرت کے دنوں میں ہوا۔ مدینہ میں قحط کے دن تھے۔ باغات کے پھل پک رہے تھے۔ اور باد سموم کے جھونکے بدن کو جلا دینے والے تھے۔

حضور ﷺ نے تیس ہزار کا لشکر تیار کیا۔ مگر اس لشکر کے پاس نہ سواریاں تھیں نہ ہتھیار تھے اور نہ ہی کھانے پینے کا سامان تھا۔ اسی لئے آپ نے اعلان فرمایا کہ ہر قبیلے کا سردار اپنے آدمیوں کے لئے خود ایسے سامان کا انتظام کرے۔

مدینہ میں جب اس سامان کو اکٹھا کیا جانے لگا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے سارے سامان کا آدھا لے کر آئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر کا سارے کا سارا مال واسباب لے آئے۔ یہاں تک کہ اپنی قمیص کے بٹن بھی اتار کر اس میں شامل کر دیئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲۰۰ اونٹ جو سامان سے لدے ہوئے تھے پیش کئے عورتوں نے اپنے زیورات اتار کر اس فنڈ میں جمع کروا دیئے۔

مال اس قدر جمع ہوا کہ ڈھیر لگ گئے مگر جب یہ سامان مجاہدین کو دیا گیا تو لشکر کے تیسرے حصے کے لئے بمشکل پورا ہوا۔ سات بڑے ہی غریب صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حاضر خدمت ہوئے جن کے پاؤں میں جوتے بھی نہ تھے۔ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ہمیں بھی سواریاں عنایت فرمایئے ہم بھی آپ کے ساتھ جانا چاہتے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔ اب تو ہمارے پاس کچھ بھی مزید سامان نہیں ہے۔ وہ صحابہ روتے ہوئے چلے گئے۔ انہیں ”گروہ بکائین“ کا نام دیا گیا۔ انہیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے ایک نہایت ہی چھوٹی عمر کے صحابی حضرت زید بن

حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے حضرت علبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔

وہ گھر جا کر رات بھر روتے رہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ وہ سامان جنگ میں کچھ بھی نہیں دے سکے۔ دوسرے ان کے پاس شریک جہاد ہونے کے لئے سواری نہیں ہے۔ اب وہ کھڑے ہوتے ہیں رو رہے ہیں۔ آنکھوں سے جھڑی لگی ہوئی ہے۔ بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔

اے میرے اللہ تو نے ہمیں جہاد کا حکم دیا ہے اور جہاد کی ترغیب دی ہے تیرے حبیب ﷺ نے سامان جنگ کے لئے مال مانگا ہے۔ مگر مال نہ ہونے کے کچھ بھی پیش نہیں کیا۔ اور میں بوجہ سواری نہ ہونے کے جہاد سے محروم ہو رہا ہوں۔ اے میرے اللہ! مسلمانوں میں سے جس کسی نے میرے اوپر ظلم و ستم کیا ہے میرے مال کے بارے میں یا میرے جسم کے بارے میں یا عزت کے بارے میں، میں وہی صدقہ کرتا ہوں اور آئندہ بھی اگر میرے ساتھ کوئی زیادتی کرے گا تو میں اسے بھی صدقہ کرتا ہوں۔ میں کوئی مواخذہ نہیں کروں گا۔ نہ اس سے نہ حاکم وقت سے اور نہ ہی تجھ سے۔ یعنی میں معاف کرتا ہوں۔ یا اللہ! تیرے جو بندے اس جہاد میں شرکت کر رہے ہیں اگر انہیں ضرورت ہوئی کہ میں ان کے کام آسکتا ہوں تو اس کام کا معاوضہ بھی صدقہ کرتا ہوں۔

حضرت علبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات بھر بس یہی دعا کرتے رہے اور روتے رہے۔ صبح کو مسجد نبوی ﷺ میں نماز پڑھنے کے لئے گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا۔

گزشتہ رات اپنی عزت کا صدقہ کرنے والا کون ہے؟ وہ کھڑا ہو جائے۔

حضرت علبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے۔ ان کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ وہ شکستہ دلی اور رندھی ہوئی آواز میں عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں حاضر ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔ علبہ! مبارک ہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں

میری جان ہے۔ تمہارا صدقہ قبول کی ہوئی زکوٰۃ میں لکھا گیا ہے۔

نکتۂ غیب

حضرت علبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر میں رو رو کر دعائیں مانگ رہے ہیں۔ اپنی غربت پر اظہار تاسف کر رہے ہیں۔ اور اپنی عزت و آبرو کے ساتھ کھیلنے والوں کو معاف کر کے صدقہ فرما رہے ہیں۔ حضور ﷺ اپنے گھر میں اپنے معمولات میں مشغول ہیں۔ مگر جب حضرت علبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں آتے ہیں تو حضور ﷺ فرماتے ہیں اپنی عزتوں کا صدقہ کرنے والا کون ہے؟ اور پھر یہ خوش خبری بھی سناتے ہیں کہ تمہارا صدقہ قبول کی ہوئی زکوٰۃ میں لکھا گیا ہے۔

ایسے لگتا ہے کہ حضور ﷺ اپنے صحابی کی گڑگڑاہٹ، فریادیں اور دعائیں اپنے گھر میں بیٹھے سن رہے ہیں۔ اور ان کی قبولیت کو دفتر خداوندی میں بھی دیکھ رہے ہیں۔

(ابن ابی الدنیا۔ کنزالعمال)

اونٹنی کی گمشدگی

غزوہ تبوک کے موقع پر حضور نبی کرم ﷺ کی اونٹنی اچانک گم ہو گئی۔ صحابہ کرام نے ادھر ادھر تلاش کیا مگر نہ مل سکی کچھ منافقین بھی اس لشکر میں موجود تھے انہوں نے مسلمانوں کے دلوں میں وسوسے پیدا کرنے شروع کر دیئے۔

کہنے لگے محمد (ﷺ) کو اپنے پیغمبر ہونے پر گمان ہے پیغمبر کو تو پوشیدہ چیزوں کا علم ہوتا ہے۔ تم ان کی آسمان کی خبروں پر یقین کر لیتے ہو۔ مگر آج ان کی حالت یہ ہے کہ زمین کی خبریں ان کے کان نہیں سن سکتے اور گم شدہ اونٹنی کا پتہ، نشان ان کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے۔ یہ کیسے پیغمبر ہیں ہمیں تو سمجھ نہیں آتی۔ ایک تم ہی ہو جو ان کی ہر بات پر یقین کئے جا رہے ہو۔

منافقین کی یہ باتیں ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر حضور ﷺ کے کانوں تک پہنچ گئیں۔

آپ ﷺ اس مجمعے میں تشریف لائے جہاں اونٹنی کی گم شدگی پر باتیں بنائی جا رہی تھیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا تم میرے متعلق ایسی بدگمانی کیوں کرتے ہو۔ مجھے تو میرے اللہ نے ہر چیز کی اطلاع دے رکھی ہے۔ آؤ میں آپ کو جگہ اور ٹھکانا بتاتا ہوں۔ جس کا جی چاہے جا کر دیکھ لے میری اونٹنی فلاں جگہ پر ہے اور اس کی مہار درخت کی شاخوں میں اٹکی ہوئی ہے وہ تو بس بندھ کر رہ گئی ہے۔ وہ نہ کہیں جا سکتی ہے نہ کچھ کھا پی سکتی ہے۔

حضور ﷺ کے کچھ صحابہ آپ ﷺ کے بتائے ہوئے ٹھکانا کی طرف چل دیئے ایک دو منافقین بھی تصدیق حال کے لئے ساتھ چل دیئے۔

ان منافقین کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی اونٹنی کی مہار واقعۃً درخت سے اٹکی ہوئی ہے۔ وہ اونٹنی کی مہار پکڑ کر اپنے ساتھ لے آئے اور ان حالات کی تصدیق کی جن حالات میں اونٹنی کا ہونا حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔

نکتۂ غیب

حضور ﷺ کی اونٹنی اس حدود سے باہر تھی جہاں تک حضور ﷺ کے صحابہ اسے ڈھونڈ آئے تھے۔ اس کے پاؤں کے نشانات نہیں ملتے تھے۔ اور نہ اس کی کوئی آواز آتی تھی۔ سب کچھ پردۂ غیب میں ہے مگر حضور ﷺ نے جب دیکھا تو ان کے لئے کچھ بھی غیب نہ رہا۔ آپ ﷺ کو اپنی اونٹنی دکھائی دینے لگی۔ اس کی باریک مہار درخت کی پتلی پتلی شاخوں میں اٹکی ہوئی نظر آنے لگی۔ (شواہد النبوت)

کھجوریں

حضور نبی کریم ﷺ جب تبوک کی لڑائی کے لئے نکلے اور وادی القرای میں پہنچے تو ایک عورت کو اپنے باغ کی نگرانی کرتے ہوئے دیکھا۔ باغ میں سرخ سرخ کھجوروں کے گچھے لٹک رہے تھے جنہیں دیکھ دیکھ کر وہ عورت خوش ہو رہی تھی۔

حضور ﷺ نے اس باغ کی طرف اشارہ کر کے صحابہ کرام سے فرمایا ذرا ان کھجوروں کا اندازہ تو کریں کتنے وزن کی ہوں گی۔

ہر صحابی نے اپنی اپنی سوچ اور عقل سے کھجوروں کی تعداد اور وزن بتایا۔

صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ آپ کے اندازے میں کتنی کھجوریں ہو سکتی ہیں؟

فرمایا۔ میرے نزدیک تو دس وسق ہوں گی۔

اب آپ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ تم جتنی کھجوریں اپنے باغ سے اتارو اسے یاد رکھنا۔ ہم واپسی پر آپ سے پوچھیں گے۔

تبوک میں پہنچے تو فرمایا آج رات کو زور کی آندھی آئے گی اس لئے کوئی شخص کھڑا نہ رہے۔ اور جس کے پاس اونٹ ہو اسے باندھ دے۔

ابھی رات کا کچھ حصہ گزرا تھا کہ واقعی زور کی آندھی چلنے لگی ایک شخص کھڑا رہا۔

اس کو آندھی نے کندھوں پر اٹھالیا اور طے کے پہاڑوں میں جا پھینکا۔

واپسی پر جب حضور ﷺ وادی القریٰ میں پہنچے تو اس عورت سے کھجورں کی مقدار پوچھی۔

اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! دس وسق ہوئیں۔

نکتہ غیب

حضور ﷺ نے اس سفر میں دو باتیں قبل از وقت فرمائیں۔

۱۔ کھجوروں کی مقدار ۲۔ تیز آندھی کا چلنا۔

اللہ تعالیٰ نے دونوں کو سچ کر دکھایا۔ کھجوروں کی مقدار واقعۃً دس وسق ہوئی نہ کوئی کھجور زیادہ اور نہ کم۔ جیسے آپ نے خود آنک لی ہوں یا کھجوروں نے خود بول کر اپنی مقدار بتادی ہو۔ کھجوریں ابھی درختوں پر لگی ہوئی ہیں۔ کوئی گچھا زیادہ وزن کا ہے کوئی تھوڑے وزن کا ہے مگر یہ حضور ﷺ کی نگاہ ہی ہے جو بالکل صحیح صحیح وزن کر کے بتا رہی ہے۔

آپ نے تیز آندھی کی خبر دی تھی۔ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ آج رات کو آئے گی ظاہراً اس آندھی کے کوئی آثار نہ تھے۔ مگر غیب جاننے والے نبی نے جو بتایا حق بتایا۔

(بخاری شریف)

شکار

تبوک میں جنگ نہیں لڑی گئی۔ عیسائیوں اور ہرقل کی فوجوں کی آمد کی اطلاع غلط تھی۔ حضور ﷺ کچھ اوپر دس راتیں تبوک کے میدان میں رکے رہے اس دوران آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو ایک لشکر کے ساتھ دومتہ الجندل کی طرف بھیجا کیونکہ وہاں کے عیسائی بادشاہ اکیدر کے خیالات مسلمانوں کے خلاف تھے۔

خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ کرتے وقت حضور ﷺ نے فرمایا اکیدر تمہیں گائے کا شکار کرتا ہوا ملے گا۔

یہ عجیب طرح کی نشان دہی تھی اس سے قبل مسلمان جس شہر پر حملہ آور ہوئے وہاں کے لوگ قلعہ بند ہو جاتے۔ ان کی طرف سے قاصد جاتا۔ اسلام کی دعوت دیتا یا

باجگزار بن جانے کی پیش کش کرتا یا جنگ کرنے کے لئے میدان میں طلب کرتا۔ مگر اب حضور ﷺ نے اکیدر والی دومتہ الجندل سے جنگ کرنے کو فرمایا۔ اور اس کی پہچان یہ بتادی کہ وہ گائے کا شکار کرتے ہوئے خود بخود ملے گا۔

ادھر خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ دومتہ الجندل کو جارہے ہیں ادھر اکیدر اپنے محل میں سویا ہوا ہے کہ اس کے دروازے پر ایک جنگلی گائے ٹکریں مار مار کر دروازہ توڑ رہی ہے اکیدر کی نیند خراب ہو گئی اس نے جھروکے میں سے دیکھا کہ ایک گائے کود کود کر دروازے کو ٹکریں مارے جارہی ہے۔ وہ غصے سے لال پیلا ہو گیا۔ اس نے اپنے بھائی احسان کو ساتھ لیا اور گائے کو پکڑنے کے لئے دونوں باہر آئے۔ انہیں دیکھتے ہی گائے بھاگ نکلی گائے بڑی موٹی تازی تھی اکیدر اسے شکار کرلینا چاہتا تھا۔

دونوں بھائیوں نے گائے کو گھیرنے کی کوشش کی مگر گائے پر ان کی گرفت نہ ہو سکی۔ وہ کودتی بھاگتی ضرور مگر ان سے زیادہ دور نہ جاتی تھی اس طرح وہ انہیں جنگل تک لے آئی۔

ادھر سے حضرت خالد بن ولید دومتہ الجندل کے قریب آگئے۔ انہیں قلعہ دکھائی دینے لگا۔ مگر ان کی نگاہ قلعہ کی مضبوطی پر نہ تھی اور نہ ہی اس کی فصیل کے کمزور حصوں پر تھی۔ وہ تو بس جنگل میں ہی گائے کے شکاری کو دیکھ رہے تھے۔

اچانک ان کی نگاہ ایک گائے کے دو شکاریوں پر پڑی یہ گائے ان دونوں سے شکار نہیں ہو رہی تھی۔ پھر اچانک کیا ہوا گائے بیچ میں سے نکل گئی اور اکیدر اور اس کا بھائی احسان دونوں ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلواروں کی زد میں تھے۔ پہلی ضرب میں ہی احسان زخمی ہو کر زمین پر آرہا۔ زخموں سے چور چور تھا اسے تڑپنے اور سانس لینے کی زیادہ مہلت نہ ملی۔ بڑی جلدی ٹھنڈا ہو گیا۔ اکیدر نے مزید لڑنے کی بجائے اطاعت قبول کرلی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے گرفتار کر

لیا اور تبوک میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں روانہ کر دیا۔

اکیدر بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں پیش ہوا تو عرض کیا۔ حضور ﷺ میں جزیہ دینے کو تیار ہوں صلح کی پیش کش قبول فرمائیے۔

حضور ﷺ نے جزیہ قبول کر کے صلح کر لی اور اکیدر کو چھوڑ دیا۔

نکتۂ غیب

دومتہ الجندل کم و بیش پچاس میل تبوک سے دور ہے۔ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار دن کے بعد وہاں پہنچیں گے۔ مگر حضور ﷺ اتنی دور سے پیش آنے والے واقعات کو دیکھ رہے ہیں۔ غیب کا کوئی پردہ آپ کی نگاہوں کے درمیان حائل نہیں ہے اور یہیں بیٹھے بیٹھے آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ اکیدر آپ کو جنگل میں گائے کا شکار کرتے ہوئے ملے گا۔ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں پہنچتے ہیں تو واقعۃً اکیدر جنگل میں گائے کا شکار کر رہا ہے۔ جو خود حضرت خالد بن ولید کا شکار ہو جاتا ہے۔

اس واقعہ میں ایک اور پہلو کو بھی دیکھیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چار دن کے بعد دومتہ الجندل میں پہنچنا ہے۔ اور محل میں سوئے ہوئے اکیدر کو گائے نے اسی دن تنگ کیا ہے جس دن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں پہنچ رہے ہیں۔ نہ اکیدر کو پتہ ہے کہ اس کے دروازے پر کوئی گائے آئے گی اور نہ ہی گائے کا پروگرام ہے کہ وہ جنگل کی سبز گھاس چھوڑ کر بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹائے گی۔ مگر حضور ﷺ چار دن کے بعد پیش آنے والے واقعات کو دور بیٹھے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

(سیرۃ ابن ہشام)

محفل منافقاں

مکہ سے ہجرت فرمانے کے بعد مدینہ میں اگرچہ ایک اسلامی ریاست کی تشکیل ہونے لگی تھی۔ مگر یہودیوں کی شرارتوں، دل آزاریوں اور فتنہ انگیزیوں نے حضور

ﷺ اور آپ کی پاکیزہ جماعت کو برابر پریشان رکھا وہ اسلام کو نقصان پہنچانے کا ہر رنگ اختیار کرنے سے ذرا جھجک محسوس نہ کرتے تھے۔ مذہبی اور اخلاقی اقدار یا معاہدوں کا پاس انہیں باز نہ رکھ سکا۔ ایک ہی جنون تھا جس میں وہ مبتلا تھے ایک ہی خبط تھا جو ان کے قلوب واذہان پر سوار تھا کہ وہ اسلام کو زک پہنچانے میں کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

کچھ لوگ منافقت کے رنگ میں تھے جو ظاہری طور پر مسلمان ہو چکے تھے۔ مگر باطنی طور پر مسلمانوں کے ساتھ نہ تھے۔ وہ مار آستین بن کر مسلمانوں کو ڈس رہے تھے۔ مسلمانوں کی صفوں میں گھس گھس کر ان کے شیرازہ کو منتشر کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

حضور ﷺ جب معرکہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو ایک دن مسجد نبوی میں جو آئے تو منافقین کی ایک جماعت مسجد کے صحن میں بیٹھی تھی۔ وہ ظاہری طور پر آپس میں تبلیغ کر رہے تھے۔ ایک دوسرے گوشے میں صحابہ کرام کی جماعت بھی بیٹھی تھی۔ حضور ﷺ تشریف لائے تو صحابہ کرام کھڑے ہوگئے۔ سراپا نیاز بن گئے۔ آپ ﷺ ان کے درمیان میں بیٹھ گئے۔ باہم گفتگو ہونے لگی سوالوں کی وضاحتیں ہونے لگیں۔ حضور ﷺ ہر سوال کا جواب عطا فرما رہے تھے۔ مگر منافقین کے گروہ کے افراد اس جماعت میں شامل نہیں ہوئے۔

پھر حضور ﷺ نے ان منافقین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ انہیں کان سے پکڑ کر دھکے دے دے کر مسجد سے باہر نکال دو۔

یہ ارشاد نبوی ﷺ سنتے ہی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور عمرو بن قیس کو جو انہیں کے قبیلہ میں سے تھا۔ پاؤں سے پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے لے گئے اور مسجد سے باہر پھینک دیا۔ پھر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس

مڑے اور دوسرے منافق رافع بن ربیعہ النجاری کو چادر سے پکڑا۔ گھسیٹا۔ چہرے پر طمانچے مارے اور مسجد سے باہر نکال دیا۔ رافع بھی حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیلہ سے تھا۔

اس دوران میں ایک دوسرے صحابی عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ زید بن عمرو کی طرف لپکے اس کی لمبی داڑھی پکڑی اور گھسیٹتے ہوئے مسجد سے باہر لے گئے۔ پھر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلی سے زور سے دھکا دیا وہ منہ کے بل گر پڑا۔ وہ چیخ چیخ کر کہنے لگا اے عمارہ تو نے مجھے زخمی کر دیا۔

حضرت عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا۔

> اَبْعَدَکَ اللہ یا منافِق فَمَا اَعَدَّ اللّٰہُ لَکَ مِنَ العذاب اَشَدَّ مِنْ ذالِکَ وَلاَ تَقْرَبَنَّ مَسْجِدَ رَسُوْلِ اللہ صلی اللہ علیہَ وَسَلَّمَ
>
> اے منافق اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے جو عذاب اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے تیار کر رکھا ہے وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ خبردار آج کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے نزدیک بھی نہ پھٹکنا۔

پھر ایک اور صحابی ابو محمد مسعود بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بدری تھے اٹھے۔ انہوں نے قیس بن سہل منافق کو پکڑا۔ اگرچہ وہ ابو محمد مسعود بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ جوان اور صحت مند تھا۔ لیکن دھکے کھاتا ہوا صحن مسجد سے باہر نکل گیا۔

بنی خدرہ میں سے ایک مسلمان اٹھا وہ حارث بن عمرو منافق پر جھپٹا اس کے سر پر بڑے خوبصورت بالوں کا گچھا تھا انہوں نے اس گچھے سے پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے مسجد سے باہر لے گئے۔ حارث کہنے لگا تو نے مجھ پر سختی کی ہے۔

مسلمان نے جواب دیا۔ اے اللہ کے دشمن تم اسی کے سزاوار تھے۔ تو پلید ہے۔ آج کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے قریب ہرگز نہ آنا۔

بنی عمرو بن عوف میں سے ایک مسلمان اٹھا اس کا بھائی زوی بن الحارث منافق تھا۔ انہوں نے اسے پکڑ لیا اور بڑی شدت سے دھکے دیتے ہوئے اور ملامت کرتے ہوئے اس کو مسجد سے نکال دیا۔ اسے کہا کہ

شیطان نے تجھ پر غلبہ پالیا ہے۔ اور تو اس کا بندہ بے دام بن کر رہ گیا ہے۔

نکتۂ غیب

یہ منافق دھکے دے دے مسجد نبوی سے کر باہر نکالے جارہے تھے وہ بھی اپنے دفاع میں ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔ مسجد میں ایک شور اور ہنگامہ برپا تھا۔ مگر حضور ﷺ اپنی جگہ پر بیٹھے انہیں دیکھ رہے تھے۔ آج وہ نبی خاموش ہے جسے بدر کے قیدیوں کی چیخیں رات بھر بے آرام رکھتی ہیں۔

ایسے لگتا ہے ان لوگوں کے منصوبے ہی کچھ خطرناک تھے جن پر آپ ﷺ کی نگاہ تھی۔ اور وہ مسجد کے گوشے میں بیٹھے کھسر پھسر کر رہے تھے۔ ان کی زبان حضور ﷺ جانتے ہیں اسی لئے آپ ﷺ نے انہیں اس قدر ذلیل و خوار کر کے مسجد سے نکال دینے کو فرمایا۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی وہ مسجد میں آکر بیٹھا کرتے تھے۔ مگر آج نہ جانے وہ کیا کرنا چاہتے تھے جس کا علم اللہ تعالیٰ کے نبی کو ہو گیا۔

(ضیاء النبی جلد سوم از پیر محمد کرم شاہ الازہری)

غزوہ موتہ

رؤساء و سلاطین کو جب خطوط لکھے گئے تو قیصر روم کے باجگزار شام یا بصرای کے حکمران کو بھی دعوت اسلام دینے کی خاطر ایک خط لکھا۔ یہ خط حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لے کر روانہ ہوئے۔ شام کی سرحد پر بلقاء کا علاقہ تھا جس کا حاکم شرحبیل بن عمرو تھا۔ اور وہ قیصر روم کا باجگزار تھا۔ چونکہ شرحبیل عرب نژاد عیسائی

تھا اس لئے حضرت حارث اس کی وساطت سے شام کے حکمرانوں کو حضور اکرم ﷺ کا نامہ مبارک پہنچانا چاہتے تھے۔ مگر شرحبیل بڑا سرکش اور مغرور تھا۔

اس نے سفارتی آداب و روایات کی کچھ پرواہ نہ کی اور حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔ اسلامی ریاست کے لئے یہ قتل ایک جنگ کا چیلنج تھا۔ بلکہ الٹی میٹم تھا۔ حضور ﷺ کو حضرت حارث کی شہادت کی اطلاع پہنچی تو آپ کو بہت دکھ ہوا۔ حضور ﷺ قصاص کا مطالبہ کرنا چاہتے تھے کہ شرحبیل بن عمرو پچھتاوے کا شکار ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ مسلمان قصاص لئے بغیر چین سے نہیں بیٹھیں گے وہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ مسلمانوں کی نسبت اس کی اپنی فوج کہیں زیادہ ہے بے حد پریشان تھا۔ کہ اگر مسلمانوں نے چڑھائی کر دی تو اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔

اس کی اپنی فوج ایک لاکھ کے قریب تھی جسے وہ مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لئے لے جانا چاہتا تھا اور اتنی ہی فوج بھیجنے کا وعدہ قیصر روم نے کر دیا۔ اب خوب جنگی تیاریاں ہونے لگیں۔

ان تیاریوں کی اطلاع حضور ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا دشمن کی ۲ لاکھ کی فوج مدینہ طیبہ پر حملہ کرنا چاہتی ہے۔ اگر ایسا ہوا تو ہمارے تمام وسائل تباہ کر کے رکھ دے گی۔ ہماری ساکھ بگڑ جائے گی ہمیں اس جنگ کو اپنے گھر تک نہیں آنے دینا چاہئے بلکہ دشمن کے گھر میں جا کر لڑنا چاہئے۔

صحابہ نے عرض کیا اللہ کا حبیب سچ کہتا ہے چنانچہ حضور ﷺ نے تین ہزار کا لشکر تیار کیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فوج کا امیر مقرر فرمایا۔ پھر سارے لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

سنو! اگر زید بن حارثہ اس معرکہ میں شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تم اپنا امیر بنا لینا۔ اور اگر جعفر بھی جام شہادت نوش فرما

لیں تو عبداللہ بن رواحہ تمہارے امیر ہوں گے۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمانوں کو اختیار ہے جسے چاہیں اپنا امیر بنالیں۔

پہلا نکتہ

حضور ﷺ کی یہ بات اور لشکر اسلام کی امارت کی ترتیب آپ ﷺ کی غیب دانی پر محمول ہوتی ہے اور ایسے دکھائی دیتا ہے کہ کم و بیش ۵۰۰ میل دور موتہ کا میدان جنگ جہاں کئی ہفتوں کے بعد جنگ ہو گی اس کا پورا نقشہ آپ ﷺ کے سامنے ہے اور آپ ﷺ دیکھ رہے ہیں کہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جرار لشکر میں گھس گھس کر وار کر رہے ہیں۔ تیروں اور برچھیوں کے زخم کھاتے ہوئے گر جاتے ہیں اور جام شہادت نوش فرما لیتے ہیں۔ اب ان کی جگہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آتے ہیں وہ بھی شجاعانہ جوہر دکھاتے ہوئے شہید ہو جاتے ہیں۔ پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑتے ہیں تو وہ بھی دشمن کے کئی سورماؤں کو واصل جہنم کرتے ہوئے شہید ہو جاتے ہیں اور مجاہدین ان کی جگہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا امیر بنا لیتے ہیں۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ موتہ جب ہوئی ہے تو یہی حالات ہمارے دیکھنے میں آتے ہیں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں داد شجاعت دیتے ہوئے دشمن کی صفوں کو الٹ پلٹ کر رہے ہیں تیر اندازوں اور نیزوں کی جراحتیں برداشت سے باہر ہو جاتی ہیں تو گر پڑتے ہیں۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی شہادت پانے سے پہلے جھنڈا ان کے ہاتھ سے پکڑ لیتے ہیں۔ دشمن پر کاری وار کرتے ہیں ان کے جمے ہوئے پاؤں اکھڑ جاتے ہیں ان کو پیچھے اور بہت پیچھے دھکیلتے چلے جاتے ہیں کہ بغل سے شرحبیل بن عمرو کا ایک سپاہی تلوار کا وار کرتا ہے ان کا دایاں بازو کٹ کر گر جاتا ہے۔ فوراً کٹے ہوئے بازوؤں میں جھنڈا تھام

کر سینے سے لگا لیتے ہیں اور جھنڈے کو گرنے نہیں دیتے۔ دیکھ رہے ہیں کہ کوئی مجاہد آئے اور جھنڈے کو گرنے سے بچائے کہ دشمن کا کمر پر وار پڑتا ہے اور دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر جاتے ہیں اور شہداء میں شامل ہو جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم پر پچاس زخم گنے گئے اور کوئی زخم بھی پشت کی جانب نہ تھا۔ گویا کہ پشت آپ نے دشمن کو دکھائی ہی نہیں۔

اب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور رجز پڑھتے ہوئے جنگ کرنے میں مشغول ہو گئے۔ وہ رجز پڑھتے جاتے اور دائیں بائیں تلوار چلاتے جاتے ہیں۔ ان کی رجز کا مضمون کچھ اس طرح کا تھا۔

"اے نفس! تو کیوں شہادت میں ذوق و شوق نہیں رکھتا؟
اور کیوں جنت کو ناگوار سمجھتا ہے۔"

کئی بار دشمن کے نرغے کو توڑا مگر آخر کار شہادت سے سرفراز ہوئے آپ کے ہاتھ سے جھنڈا گرنے ہی والا تھا کہ حضرت ثابت بن ارقم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور جھنڈا پکڑ لیا۔ مسلمانوں سے کہا جب تک تم لشکر کی امارت پر اتفاق نہیں کرتے اس وقت تک علم برداری کی خدمت میں سرانجام دیتا ہوں۔ تمام مسلمان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت پر رضامند ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پورے جوش و جذبے کے ساتھ لڑے ان کے ہاتھ سے 9 تلواریں ٹوٹ گئیں۔

دوسرا نکتۂ غیب

اسی جنگ میں حضور اقدس ﷺ کی غیب دانی کا دوسرا ثبوت یہ بھی ہے جو احادیث سے ثابت ہے کہ جب سپاہ اسلام لشکر کفار کے ساتھ مقابلہ میں کھڑی ہوئی تو

اس وقت حضور اکرم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ اور آپ ﷺ کی نظر مبارک سے حجابات اٹھ گئے اور اہل موتہ کے تمام حالات بچشم خود اس طرح ملاحظہ فرمارہے تھے جس طرح میدان کارزار میں خود تشریف فرما ہو کر معائنہ فرمارہے ہوں۔ اور اپنے صحابہ سے فرماتے جاتے کہ زید بن حارثہ نے علم اٹھایا اور شہید ہو گئے ان کے بعد حضرت جعفر نے علم لیا وہ بھی شہید ہو گئے۔ ان کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ نے علم تھاما وہ بھی شہید ہو گئے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ آپ ﷺ آگاہ فرماتے جاتے اور آنکھوں سے آنسو بہاتے جاتے تھے اس کے بعد فرمایا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے علم لے لیا ہے اور ان کے ہی ہاتھوں سے فتح ہو گی۔

(بخاری شریف)
(ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الاہری)
(سیرت النبی از شبلی نعمانی)
(سیرت ابن ہشام)

اکیلا پن

رجب ۹ ہجری میں مسلمانوں کو اطلاع ملی کہ شامی عیسائی ہرقل روم کی مدد سے مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجادینا چاہتا ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ ہرقل روم نے اپنی بہترین سپاہ میں سے چالیس ہزار آزمودہ کار نوجون شام کی طرف بھیج دیئے ہیں۔

حضور ﷺ نے مدینہ پاک میں اس جنگ کو پسند نہیں کیا بلکہ شام کے علاقہ میں جاکر دشمن کے دانت کھٹے کردینے کا عزم فرمایا۔

گرمی کا موسم تھا۔ مدینہ میں قحط پڑا ہوا تھا اور کھجوروں کے باغات پک رہے تھے یہ ساری چیزیں اس سفر میں نکلنے کے لئے سد راہ تھیں۔ کچھ غریب مسلمانوں کے پاس سواریاں نہ تھیں۔ سامان جنگ بھی نہ تھا اس لئے اس غزوہ کو جیش عسرت بھی کہا جاتا ہے۔

بہر حال حضور ﷺ تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک کمزور اور مریل سی اونٹنی تھی۔ وہ جلدی تھک جاتی اور پیچھے رہ جاتی تھی۔ قافلہ ایک منزل سے دوسری منزل پر پہنچ کر ستالیتا تھا جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچتے تھے۔ اس طرح نئی منزل کی طرف روانہ ہونے سے پہلے انہیں آرام کرنے کا موقعہ بہت تھوڑا ملتا تھا۔ مگر عاشق رسول تھے۔ دل میں پختہ ایمان رکھتے تھے۔ قافلے کے ساتھ چلے جا رہے تھے۔

ایک منزل کے سفر میں اونٹنی اس قدر تھک گئی کہ اس نے سفر جاری رکھنے سے بالکل انکار ہی کر دیا۔ وہ زمین پر بیٹھ گئی۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے کیسے چل سکتے تھے۔ آپ بھی وہیں بیٹھ گئے دعا کرنے لگے۔

بار الہا! مجھے قافلہ رسول سے کیوں پیچھے رکھا جا رہا ہے؟ میرے ایمان اور یقین میں پختگی عطا فرما۔ میری اونٹنی کی تھکاوٹیں دور فرما۔

پھر آپ اٹھے اونٹنی سے سامان اتارا اسے اپنے سر پر رکھا اور پیدل چل دیئے۔

حضور ﷺ کا قافلہ اگلی منزل پر پہنچ چکا تھا۔ وہ اپنی سواریوں سے سامان اتار چکے تھے کہ انہیں دور سے کوئی شخص آتا ہوا دکھائی دیا۔

عرض کیا یا رسول اللہ کوئی شخص پیدل چلا آ رہا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ابوذر ہوں گے۔

جب یہ شخص قریب آیا تو سب نے پہچان لیا کہ وہ ابوذر ہی ہیں۔

حضور ﷺ نے ابوذر کو دیکھا تو فرمایا۔

ابوذر پر خدا رحم فرمائے۔ یہ تنہا پیدل چلتے ہیں یہ تنہا ہی مریں گے اور تنہا ہی قبر سے اٹھیں گے۔

رَحَمَ الله اباذَرٌ يَمْشِيَ وَحْدَه يَمُوْتُ وَحْدَه وَيُبْعَثُ وَحْدَه

نکتہ غیب

حضور ﷺ نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق یہ بات ظرافت طبع کے طور پر فرمائی تھی مگر تاریخ نے اسے محفوظ کر لیا اور اس کی صداقت کا انتظار حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات تک کیا۔

حضرت ابوذر غفاری کی وفات ۳۳ ہجری میں عہد عثمانی میں ہوئی آپ مدینہ سے ربذہ جا رہے تھے آپ کی بیوی اور غلام ہمراہ تھے۔ ربذہ کے مقام پر آپ اچانک بیمار ہوئے اور حالت سفر میں فوت ہو گئے۔

فوت ہونے سے قبل آپ نے فرمایا۔ مجھے غسل اور کفن کے بعد مدینہ کے رستے میں رکھ دینا اور جو شخص پہلے راستہ میں سے گزرتا ہوا ملے اس سے کہنا کہ یہ صحابی رسول ﷺ ابوذر غفاری کا جنازہ ہے اے شخص! تو ہماری اس کے دفن کرنے میں مدد کر۔

چنانچہ آپ کے انتقال کے بعد آپ کی بیوی اور غلام نے ایسے ہی کیا آپ کا جنازہ راستہ میں رکھ دیا گیا اور کسی آنے والے کا انتظار کرنے لگے۔ اتنے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند اہل عراق کے ساتھ اس طرف سے گزرے۔ اور قریب تھا کہ ان کے اونٹ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کو روند دیتے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یہ جنازہ ابوذر غفاری رسول خدا ﷺ کے صحابی کا ہے۔

اے جانے والو! تم ان کے دفن کرنے میں ہماری مدد کرو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اونٹ کو فوراً روک لیا پڑھا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن (بقرہ ۱۵۶)

اور بہت روئے اور کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا کہ ابوذر پیدل چلتا ہے تنہا ہی مرے گا اور تنہا ہی قبر سے اٹھے گا۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھیوں کی مدد سے دفن کیا کچھ دیر ان کی بیوہ اور غلام کے پاس بیٹھے ان کی مغفرت کی دعا کی اور چلے گئے۔

اس طرح حضور ﷺ کی وہ بات پوری ہو گئی جو آپ ﷺ نے ۲۲ سال قبل غزوۂ تبوک کے سفر میں ابوذر سے متعلق فرمائی تھی۔ گویا آپ ۲۲ سال قبل کے واقعات کو اپنی نگاہ سے دیکھ رہے تھے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنہائی کی موت پر سے غیب کے پردے اٹھے ہوئے تھے۔

اس سفر کے دوران میں اور اس موقعہ پر آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ابوذر اپنی قبر سے تنہا ہی اٹھے گا۔

اس بات کا ثبوت حضور ﷺ کے صحابہ کرام اور مسلمان خود ہی اپنی آنکھوں سے ہزاروں سال کے بعد دیکھ لیں گے۔ عام روایت کے مطابق ایک قبر سے ستر ستر مدفون اجساد کی آوازیں آئیں گی۔ مگر حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق ابوذر غفاری کی قبر میں کوئی دوسرا دفن نہیں ہوگا۔ یہ ارشاد خدا کے صادق القول رسول ﷺ کا ہے اور یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ (سیرت ابن ہشام، مقبول اکیڈمی لاہور)

اُستن حنانہ

حضور نبی کریم ﷺ مسجد نبوی میں محراب کے قریب غربی جانب کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے قریب ہی کھجور کا ایک خشک تنا تھا۔ جب آپ کو طویل قیام کے باعث تھکاوٹ محسوس ہوتی تو اس کھجور کے تنے کو سہارا بنا لیتے اسے استن حنانہ کہا جاتا تھا۔

جب مسجد نبوی کے لئے منبر بنانے کی تجویز پیش ہوئی اور آپ نے اسے پسند فرمایا تو حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ فلاں انصاری

عورت سے کہو کہ وہ اپنے غلام نجار سے میرے لئے ایک منبر تیار کروا دے۔

۸ یا ۹ ہجری میں جب منبر جھاؤ کی لکڑی سے بن کر آیا تو اب آپ ﷺ اس پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگے۔

ایک جمعہ کو جب آپ ﷺ منبر پر بیٹھے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ تو پوری مسجد نے ایک زار و قطار رونے کی آواز سنی۔ یہ آواز کھجور کے اس خشک تنے میں سے اس طرح آ رہی تھی جیسے دس مہینہ کی حاملہ اونٹنی آواز نکالتی ہے۔ اس عجیب و غریب حال کو دیکھ کر تمام حاضرین بھی رونے لگے۔ یہ کربناک آواز ایک بار نہیں تین دفعہ بلند ہوئی۔

اب حضور ﷺ منبر پر سے اترے اور اپنا دست مبارک اس پر رکھا۔ استن حنانہ سسکیاں لیتے لیتے چپ ہو گیا۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا۔

اگر تو چاہے تو تجھے تیری پہلی جگہ پر سابقہ حالات میں لوٹا دوں۔ یعنی تو پھر سر سبز و شاداب ہو جائے تجھ پر بہاریں آئیں۔ تو ثمر بار ہو اور لوگ تیرے پھل سے لطف اٹھائیں۔ یا اگر تو چاہے تو بہشت جاوداں میں تجھے بٹھا دوں۔ اس کی نہروں اور چشموں سے تو سیراب ہو اور جنت کی ابدی بہاروں سے تو لطف اٹھائے۔ اور تیرا پھل اولیاء و اتقیاء، اصفیاء و ازکیاء کھائیں۔

اس نے جواب میں عرض کیا۔ اے نبی رحمت ﷺ میں جنت میں جانا پسند کرتا ہوں۔

آپ ﷺ نے وہیں یا منبر کے نیچے گڑھا کھود کر اسے دفن کر دیا۔

نکتہ رغیب

استن حنانہ جو زار و قطار رویا اس کی آواز کو مسجد میں آئے ہوئے ہر آدمی نے سنا۔ مگر وہ رویا کیوں؟ اس سے کوئی آدمی آگاہ نہ تھا۔ اسے صرف نبی رحمت ﷺ ہی جانتے تھے۔ جب آپ ﷺ نے اس پر اپنا دست مبارک رکھا تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ

آپ ﷺ کے وجود پاک کا جو وصل اور قرب مجھے میسر تھا میں اس سے محروم ہو گیا ہوں اور محرومی کے اس دلدوز صدمہ کی شدت سے میرا وجود شق ہو گیا ہے۔

پھر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تو دنیا کی بہاریں چاہتا ہے یا جنت کی؟ اس نے جنت کی بہاروں سے لطف اندوز ہونے کی تمنا کی۔

استن حنانہ کی یہ وہ گفتگو تھی جس کو کوئی نہیں سن سکا۔ اسے اسی پیغمبر ﷺ نے سنا جسے گہرائیوں تک جھانک لینے کی قوت اللہ تعالیٰ نے بخشی ہے۔

(بخاری شریف۔ تاریخ مدینہ)

انتظار

فتح مکہ کی خبر جب قبیلہ ہوازن نے سنی تو جل بھن سا گیا۔ اس کے دلوں پر گویا بجلی سی گر گئی۔ خواہ مخواہ مسلمانوں سے ٹکر لینے کی تیاری شروع کر دی۔ دوسرے قبائل کو آواز دی تو تمام بنو ثقیف اس کے گرد جمع ہو گئے۔ قبیلہ نصر اور قبیلہ جشم کو بلاوا بھیجا تو ان کا ایک ایک آدمی حاضر ہو گیا۔ قبیلہ بنو سعد اور قبیلہ بنو ہلال کے لوگ بھی شامل ہو گئے۔

درید ہ بن صمہ جو سو سال سے زیادہ عمر کا بوڑھا تھا اور ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکا تھا اس کو مشوروں کے لئے ساتھ لے لیا۔

تیر و تلوار کے ماہرین مردوں کے علاوہ ان لوگوں نے اپنی عورتیں اور بچے بھی ساتھ لے لئے۔ جسے درید ہ بن صمہ نے اچھا نہیں سمجھا۔ سرداران قبائل نے کہا کہ ہم نے ان کو اس لئے ساتھ لیا ہے تاکہ مرد جم کے لڑ سکیں۔ بیوی بچوں کی طرف ان کا دھیان نہ جائے۔ مگر درید ہ بن صمہ نے کہا جنگ میں جب پاؤں اکھڑ جاتے ہیں تو کوئی چیز روک نہیں سکتی اور بد قسمتی سے اگر شکست ہو جائے تو عورتوں اور بچوں کی وجہ سے ذلت زیادہ ہوتی ہے۔

قبائل کے جنگجو جوانوں کا یہ اجتماع اس قدر زیادہ تھا کہ حضور ﷺ کو بارہ ہزار کے

لشکر کے ساتھ ان کے مقابل آنا پڑا۔ اسلامی لشکر کا ہر سپاہی پوری طرح جنگی ساز و سامان سے لیس تھا۔ اور یہ بات بھی اس خیال کے پیش نظر ہو گئی ہو گی کہ بدر کے میدان میں جو لوگ ٹوٹی ہوئی تلواروں اور بے سر و سامانی کے باوجود فتح پا سکتے ہیں تو وہ آج بھلا کیسے مغلوب ہوں گے جبکہ ان کے پاس جنگی سامان بھی موجود ہے اور جوانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

ایسا فخر تو اللہ تعالیٰ کو قطعاً پسند نہیں ہے۔

بہر حال جب مسلمان وادی حنین میں پہنچے تو صبح کا اندھیرا ابھی باقی تھا۔ تاہم انہوں نے تہامہ کی وادیوں میں جانے والی وادیوں میں سے ایک نشیبی ڈھلان اور وسیع وادی میں اترنا شروع کیا۔ دوسری طرف وادی میں دشمن پہلے ہی اتر چکا تھا۔ اس نے ہر مخفی راستے ہر گوشے اور ہر تنگ گھاٹی سے آکر حملہ کر دیا اور پوری طرح چھا گئے۔ یہ ان کا سوچا سمجھا منصوبہ تھا اور ان کی تیاری اور ساز و سامان بھی پورا تھا۔

مسلمانوں کی بے خبری میں یہ حملہ اس قدر بھاری تھا کہ مسلمان خائف ہو گئے۔ مسلمانوں نے پیچھے کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ بدحواسی ان پر اس قدر غالب تھی کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھ سکے۔

حضور ﷺ ایک طرف کھڑے مسلمانوں کو بھاگتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو آواز دی۔

لوگو! کدھر جاتے ہو۔ ادھر میرے پاس آؤ۔ میں اللہ کا رسول اور عبداللہ کا بیٹا محمد ﷺ ادھر ہوں۔

بارہ ہزار کا لشکر بس تتر بتر ہو گیا صرف ایک سو نوجوان حضور ﷺ کے گرد رہ گئے۔ حضور ﷺ نے انصار و مہاجرین کو بار بار بتایا کہ میں یہاں کھڑا ہوں۔ اس پر اثر آواز کا کانوں میں پڑنا تھا کہ تمام فوج دفعتہً پلٹ آئی جن کے گھوڑوں نے سرکشی دکھائی

وہ گھوڑوں سے کود پڑے اور دشمن کی پیش قدمی میں سد راہ بن گئے۔

لڑائی کا رنگ بدل گیا۔ کفار بھاگ نکلے اور جو رہ گئے ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ ایسے لوگوں کی تعداد ۶۰۰۰ تھی۔ چوبیس ہزار اونٹ اور پچاس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی مال غنیمت میں ہاتھ آئی۔

آپ ﷺ نے فرمایا سارا سامان غنیمت جعرانہ میں جمع کر دیا جائے۔ آپ ﷺ نے یہاں دس دن قیام فرمایا۔ یہاں (جعرانہ میں) ہوازن کی ایک معزز سفارت آئی۔ حضور ﷺ سے ان لوگوں نے عرض کیا کہ ان کا مال اور ان کے قیدی واپس کئے جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ اور لوگ بھی ہیں جنہیں تم دیکھ رہے ہو۔ اور مجھے سچی بات سب سے زیادہ محبوب ہے۔ چنانچہ دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کرو۔ یا تو مال لے لو یا قیدی۔ اور میں نے اسی لئے ان کی تقسیم میں تاخیر کی تھی۔

ان لوگوں نے کہا ہم اپنے قیدی واپس لیتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی جس کا وہ مستحق ہے۔ پھر فرمایا تمہارے بھائی توبہ کر کے آئے ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ ان کو ان کے قیدی واپس کر دوں۔ اور جو تم میں سے اس بات پر خوش ہے اور جو اپنا حصہ واپس نہ کرنا چاہے وہ انتظار کرے یہاں تک کہ ہم اس کو مال غنیمت میں سے دیں گے جو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ ہم کو دے گا۔

لوگوں نے کہا ہم بخوشی ایسا کرنے کو تیار ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا تم واپس جاؤ اور اپنے سرداروں سے مشورہ کرو اور تمہارے سردار تمہارا معاملہ پیش کریں۔

وہ چلے گئے ان سے سرداروں نے گفتگو کی۔ پھر نبی رحمت ﷺ کے سامنے پیش ہوئے۔ عرض کیا لوگوں نے اس بات کی اجازت دیدی ہے۔

بس پھر کیا تھا ایک آن واحد میں چھ ہزار قیدی آزاد ہو گئے۔

نکتۂ غیب

عام طور حضور ﷺ جنگ میں فتح پانے کے بعد مال غنیمت جلدی تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ مگر جنگ حنین میں ہاتھ لگنے والا سامان آپ ﷺ نے جعرانہ میں جمع کیا ہے اور دس دن تک انتظار کی ہے۔ مدینہ کو روانہ بھی نہیں ہوئے ہیں۔

پھر یہیں جعرانہ میں ہوازن کا وفد آیا۔ گفتگو ہوئی اور آپ ﷺ نے ان کے قیدی رہا کر دیئے۔ یعنی آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہوازن کے لوگ ضرور آئیں گے۔ کیونکہ ان کی عورتیں اور ان کے بچے رو رو کر انہیں مجبور کر دیں گے کہ ان کے خاوند اور باپ ہر قیمت پر واپس آئیں۔ انہوں نے اپنے دس دن مشوروں میں گزار دیئے اور حضور ﷺ نے یہ دس دن انتظار میں۔

قبیلہ ہوازن کے لوگ شکست کے بعد واپس چلے جاتے ہیں اور حضور ﷺ جعرانہ میں تشریف لے آتے ہیں۔ درمیانی فاصلے بڑھ جاتے ہیں مگر قبیلہ ہوازن کے لوگوں کے مشوروں پر آپ ﷺ کی نگاہ ہے۔ آپ ﷺ ان کی ہر بات کو سن رہے ہیں اور ان کے فیصلوں کو دیکھ رہے ہیں اور فیصلے کی جس تاریخ کا تعین ہوا وہ دس دن کے بعد آنے والی تھی۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے دس دن جعرانہ میں قیام فرمایا۔

(بخاری شریف)
(سیرۃ ابن ہشام)
(سیرۃ النبی جلد اول از شبلی نعمانی)

مقتول کا سامان جنگ،

جنگ حنین کے شروع میں مسلمانوں کا پلہ بھاری نہ تھا۔ مسلمانوں پر دشمن چھایا جا رہا تھا اسی طرح مسلمانوں کا بارہ ہزار کا لشکر تتر بتر تھا۔ صرف ایک سو جوان تیغ و سنان

سنبھالے ہوئے تھے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمت جوان تھی۔ وہ تلوار پر تلوار چلائے جا رہے تھے۔ ایک موقع پر جب انہوں نے اپنے مقابل کے دشمن کو بھاگ جانے پر مجبور کیا تو سامنے سے کچھ فاصلے تک میدان صاف تھا۔ مگر ان کے پیچھے ایک مشرک ایک مسلمان پر سوار تھا۔ وہ مسلمان بڑی مصیبت میں تھا حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھوم کر اس مشرک پر جو وار کیا تو وہ اس مسلمان کو چھوڑ کر ابو قتادہ کے سامنے ڈٹ گیا۔

اس مسلمان سپاہی نے ابو قتادہ کی کوئی مدد نہ کی شائد وہ بہت زیادہ تھک گیا تھا۔ آخر حضرت ابو قتادہ کا ہاتھ بھاری ثابت ہوا اور وہ مشرک زمین پر گرا اور اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ اب ابو قتادہ تو کسی دوسرے مشرک کے ساتھ گتھ گئے اور اس پہلے مسلمان نے ابو قتادہ کے مشرک مقتول کا سامان جنگ قبضہ میں لے لیا۔

جب جنگ نے فیصلہ مسلمانوں کے حق میں جیت کی صورت میں دیا تو مسلمان واپس لوٹے اور ایک جگہ پر اکٹھے ہوئے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ جس نے کسی کافر کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس ثبوت ہو تو اس مقتول کافر کا مال و اسباب اس مسلمان مجاہد کو ملے گا۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کافر کو قتل تو کیا تھا مگر اس کا ثبوت اور گواہی ان کے پاس نہ تھی۔

وہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا میں ایک کافر کا قاتل ہوں جس کا سامان میری بجائے کسی اور کے پاس ہے۔ میری اس بات کی گواہی کون دے گا۔ انہوں نے یہ بات کہی اور بیٹھ گئے۔

مجمع میں سے کوئی بھی شخص گواہی دینے کے لئے کھڑا نہیں ہوا۔

حضور ﷺ نے دوسری مرتبہ پھر فرمایا۔ جس کے پاس کسی کافر کو قتل کرنے کا

ثبوت ہو تو اس کا مال اسے ملے گا۔

اب پھر حضرت ابو قتادہ کھڑے ہوئے عرض کیا کون ہے جو میرے قتل کافر کی گواہی دے۔

مجمع میں اب بھی خاموشی رہی۔ اور ابو قتادہ بیٹھ گئے۔

حضور ﷺ نے اب پھر تیسری مرتبہ اپنی پہلی بات دہرائی کہ جس کے پاس کسی کافر کو قتل کرنے کا ثبوت ہو وہ بتائے کہ اس کافر مقتول کا سامان اسے دیا جائے۔

حضرت ابو قتادہ اب پھر کھڑے ہوئے عرض کیا۔ لوگو! میرے لئے گواہی کون دے گا۔

اب وہ شخص کھڑا ہو گیا۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ابو قتادہ سچ کہتے ہیں۔ انہوں نے ایک ایسے کافر کو قتل کیا جو میرے کندھوں پر سوار ہو چکا تھا۔ مجھے جان سے مار دینا اس کے لئے کوئی زیادہ مشکل نہ تھا۔ انہوں نے اس پر وار کیا وہ مجھے چھوڑ کر ان کے مقابل ڈٹ گیا۔ میں ان کی مڈ بھیڑ سے الگ ہو گیا۔ میں اپنے بھائی ابو قتادہ کی کوئی مدد نہ کر سکا۔ دشمن اس قدر مضبوط تھا کہ وہ ابو قتادہ کو بھی موت کی خوشبو سونگھا چکا تھا۔ ابو قتادہ کا بچنا نہایت مشکل تھا۔ کہ ان کی مدد اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ نے کی۔ انہوں نے اسے تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا۔ وہ شور مچاتا ہوا گرا اور تڑپے بغیر ٹھنڈا ہو گیا۔

ابو قتادہ تو کسی دوسرے دشمن سے نبرد آزما ہو گئے۔ اور مجھے موقع ملا۔ میں نے اس کا سامان اپنے قبضے میں لے لیا۔

یا رسول اللہ ﷺ میں وہ سارا سامان پیش خدمت کرتا ہوں آپ ابو قتادہ کو دے دیں اور انہیں مجھ سے راضی کر دیجئے۔

چنانچہ وہ سارا سامان حضرت ابو قتادہ کے سپرد کر دیا گیا۔

نکتہ غیب

جنگ حنین میں شروع میں بڑی کھلبلی مچ گئی تھی۔ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تھے۔ پورا لشکر ہراساں ہو گیا تھا کس نے کس کو مارا اس کا امتیاز کرنا مشکل تھا۔ مگر حضور ﷺ اس افراتفری کی جنگ میں بھی ایک ایک قاتل اور اس کے مقتول کو دیکھ رہے تھے۔ آپ اس بات سے آگاہ تھے کہ ابو قتادہ نے ایک کافر کو مارا ہے اور اس کا سامان انہیں مل نہیں سکا ہے۔ اسے کوئی دوسرا سنبھالے بیٹھا ہے۔ اس طرح جس کا حق ہے وہ شکایت نہیں کر رہا ہے اور جو حق دبائے بیٹھا ہے وہ خود بخود اظہار نہیں کر رہا ہے اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی کافر کو قتل کیا ہو وہ اپنے مقتول کا سامان ثبوت دے کر لے سکتا ہے۔

مگر چونکہ حضرت ابو قتادہ کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے تین مرتبہ اس بات کو دہرایا۔ اب اس شخص کے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ پر چھپی ہوئی باتیں پوشیدہ نہیں ہیں۔ آپ یقیناً جانتے ہیں کہ ابو قتادہ کے مال کا میں غاصب ہوں اگر میں خود نہ بتاؤں گا تو آپ مجھے کھڑا کر کے مال دینے کو فرمائیں گے۔ اس طرح زیادہ شرمندگی ہو گی پھر وہ اٹھا اور مال واسباب حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔ (بخاری شریف)

جھوٹا قیدی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے رمضان میں جمع کی جانے کرنے والی زکوٰۃ جو اناج کی صورت میں تھی کی حفاظت پر مقرر فرمایا۔ ایک رات میرے پاس ایک شخص آیا وہ چپکے سے لپ بھر کر اناج لینے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا خدا کی قسم میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس

لے جاؤں گا وہ کہنے لگا۔ میں بڑا محتاج ہوں اور مجھ پر بیوی بچوں کی ذمہ داری ہے اور مجھے سخت ضرورت ہے۔

اس کی احتیاج اور منتیں دیکھ کر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے رات کے قیدی نے کیا کیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کے سخت ضرورت اور بال بچوں کی شکایت کی تو مجھے اس پر رحم آگیا اور میں نے اسے جانے دیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا وہ جھوٹا ہے وہ پھر آئے گا۔

رسول اللہ ﷺ کے فرمانے کی وجہ سے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ پھر آئے گا چنانچہ میں اس کا منتظر رہا۔ رات کو وہ پھر آیا اور لپ بھر کر اناج لینے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا۔ اور کہا میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے جاؤں گا۔

وہ منتیں کرنے لگا۔ مجھے چھوڑ دو میں محتاج ہوں اور مجھ پر بیوی بچوں کی پرورش کی ذمہ داری ہے اب میں نہیں آؤں گا۔ چنانچہ مجھے رحم آگیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔

جب صبح ہوئی تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیرے قیدی نے کیا کیا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس نے سخت ضرورت بیان کی اور بیوی بچوں کی ذمہ داری کی شکایت کی تو مجھے اس پر رحم آگیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو وہ جھوٹا ہے وہ پھر آئے گا۔

میں تیسری رات اس کا منتظر رہا۔ وہ واقعۃً آیا اور اناج کی لپ بھرنے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا۔ اور کہا میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس ضرور لے جاؤں گا۔ اور یہ تیسری بار ہے تو نے ہر بار یہی کہا کہ میں پھر نہیں آؤں گا۔ لیکن تو ہر بار آجاتا ہے۔

اس نے کہا مجھے چھوڑ دو اور میں تجھے ایسے کلمات بتاؤں گا جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ تم کو فائدہ پہنچائے گا۔

میں نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں؟ اس نے کہا جب تو اپنے بستر پر جائے تو آیۃ الکرسی اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلاَّ ھُوَ الحی القیوم آخر تک پڑھ لے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ تیری حفاظت کرے گا اور صبح تک شیطان تیرے پاس نہیں آئے گا۔

چنانچہ میں نے اسے چھوڑ دیا۔

صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تیرے رات کے قیدی کا کیا ہوا۔ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس نے کہا کہ وہ مجھے ایسے کلمات سکھائے گا جس سے مجھ کو اللہ تعالیٰ فائدہ پہنچائے گا۔ اس لئے میں نے اسے چھوڑ دیا۔

آپ ﷺ نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں؟

میں نے عرض کیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ جب تو سونے لگے تو آیۃ الکرسی ابتدا سے آخر تک پڑھ لے پھر اللہ کی طرف سے تیرا ایک محافظ ہوگا اور تیرے پاس صبح تک شیطان نہیں آئے گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا یہ تو اس نے ٹھیک کہا ہے۔ لیکن وہ جھوٹا ہے۔ فرمایا اے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانتے ہو تین رات تک تم کس سے گفتگو کرتے رہے ہو۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔ نہیں یارسول اللہ ﷺ۔

آپ ﷺ نے فرمایا وہ شیطان تھا۔

نکتۂ غیب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زکوٰۃ کے مال کی نگرانی فرما رہے ہیں اور حضور ﷺ اپنے گھر ہیں۔ صبح کو آپ ﷺ ان سے پوچھتے ہیں تمہارے رات کے قیدی نے کیا کیا اور مسلسل تین رات تک ابوہریرہ کے پاس نہ ہونے کے باوجود اس سے پوچھتے ہیں جیسے آپ ﷺ بھی ان کے پاس ہیں۔ اور تیسری صبح آپ ﷺ نے فرمایا وہ شیطان تھا۔

پہلی بات کہ شیطان نظر نہ آنے والا وجود ہے۔ دوسری بات کہ وہ ایک عام آدمی کے روپ میں رات کے اندھیرے میں حضرت ابوہریرہ کے پاس آتا ہے دونوں حالتوں میں شیطان دوہرے حجاب میں ہے۔

یہ حجاب ہمارے تمہارے لئے ہیں۔ حضور ﷺ کے لئے نہیں۔ ان کے لئے تو غیاب و حضور میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ (بخاری شریف)

فریب کاری

مدینہ کے یہودیوں اور اہل مکہ کے درمیان حضور ﷺ کے خلاف سازش کرنے کے بارے میں خط وکتابت ہوتی رہتی تھی۔ بلکہ بعض اوقات یہود مدینہ کو زیادہ مشتعل کر دینے والے خطوط بھی لکھے جاتے۔

۴ ہجری میں قریش مکہ نے مدینہ کے یہودیوں کو لکھا کہ تم جائیدادوں والے ہو اور قلعوں کے مالک ہو۔ اس طرح محمد (ﷺ) سے لڑنے اور انہیں تنگ کرنے میں تم نہایت اہم کردار ادا کر سکتے ہو۔ سنو! اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ہم تمہاری عورتوں کی پازیبیں تک اتار لیں گے۔

بنو نضیر نے میثاق مدینہ سے انحراف کرنے اور حضور ﷺ کو فریب دینے کا ارادہ کر لیا وہ موقعہ کی تلاش میں رہنے لگے کہ کب موقعہ ملے کہ وہ حضور ﷺ کی ذات کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچا سکیں۔

یہ انہیں دنوں کی بات ہے کہ حضور ﷺ کسی قومی ضرورت کے لئے چندہ اکٹھا کر رہے تھے۔ بنو نضیر نے منصوبہ بنایا کہ چندہ دینے کے بہانے حضور ﷺ کو بلایا جائے اور آپ ﷺ کو ایسی جگہ پر بٹھایا جائے جہاں سے آپ ﷺ پر آسانی کے ساتھ ایک ایسا پتھر لڑھکایا جائے جو آپ ﷺ پر گرنے اور آپ کو (معاذ اللہ) ہلاک کر دے۔

چنانچہ یہ پتھر گرانے کا کام عمرو بن حجاش کے سپرد کیا گیا۔ منصوبے کی تکمیل کیلئے

بنو نضیر آپ ﷺ کو اپنے محلہ میں بلا لائے۔ حضور ﷺ کو ایک چارپائی پر دیوار کے سائے تلے بٹھایا گیا اور چندہ کی تھوڑی تھوڑی رقمیں دینے لگے۔ اس طرح حضور ﷺ کے ارد گرد بہت سے یہودی کھڑے تھے پتھر گرانے والا ابن حجاش اس وقت کا منتظر تھا کہ حضور ﷺ اکیلے ہوں تو دھڑام سے پتھر نیچے گرا دے۔

نکتہ غیب

یہودان مدینہ کا سارا منصوبہ حضور کی نگاہ میں تھا۔ بلکہ اہل مکہ کے ساتھ ان کی ساز باز سے بھی آپ واقف تھے۔ اور ابن حجاش کی بدنیتی کی ایک ایک حرکت کو آپ نظر میں رکھے ہوئے تھے۔ عین اس وقت جب ابن حجاش پتھر کو نیچے گرانے والا تھا حضور ﷺ کھڑے ہو کر ایک طرف ہو گئے اور دوسرے لمحے ایک بھاری پتھر نیچے آگرا۔ حضور ﷺ تو بال بال بچ گئے مگر یہودیوں کے اپنے آدمی بری طرح زخمی ہو گئے۔

(رحمتہ للعالمین از سید سلیمان منصور پوری)

مقام صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حضور ﷺ کی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ فرمانے لگے قیامت کے دن جب لوگ جنت میں جانے لگیں گے تو جو شخص نماز کی پابندی کرنے والا ہو گا اس کو نماز کے دروازہ سے پکارا جائے گا۔

جو شخص مجاہد ہو گا اسے جہاد کے دروازہ سے پکارا جائے گا۔ اور جو شخص صدقہ دینے والوں میں سے ہو گا وہ صدقہ کے دروازہ میں سے پکارا جائے گا۔

حضرت ابو بکر صدیق بھی اس محفل میں بیٹھے تھے عرض کرنے لگے۔

یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ان دروازوں سے جو بھی پکارا

جائے کوئی ہرج نہیں لیکن کیا کوئی ایسا شخص بھی ہو گا جس کو سارے دروازوں میں پکارا جائے۔

حضور ﷺ کے چہرے پہ تبسم کھیلنے لگا فرمایا۔

ہاں۔ ایک ایسا شخص بھی ہے جس کو ہر دروازے سے پکارا جائے گا۔

کون یا رسول اللہ ﷺ؟ صحابہ نے عرض کیا۔

فرمایا۔ وہ ابو بکر صدیق ہوں گے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

نکتۂ غیب

حضور ﷺ کی اس گفتگو میں سینکڑوں سال بیت رہے ہیں۔ نہ جانے قیامت آنے میں اور کتنے سال گزر جائیں مگر آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہزاروں سال پہلے بتا دیا کہ جنت کے سارے دروازوں کے دربان حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکار رہے ہوں گے۔ کہ آپ نے اس دروازے میں سے جنت میں داخل ہونا ہے آپ نے اس دروازے میں سے جنت میں جانا ہے۔

(بخاری شریف)

شوق حدیث

ایک دفعہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محفل لگی ہوئی تھی۔ حضور ﷺ شمع محفل بنے ہوئے تھے۔ مسائل پوچھے جا رہے تھے۔ جواب دیئے جا رہے تھے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ ﷺ یہ بتائیے کہ قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ حصہ آپ کی شفاعت کا کس کو ملے گا؟

رسول اللہ ﷺ اس بات پر مسکرا دیئے فرمایا۔

مجھے یقینی طور پر یہ خیال تھا کہ ابوہریرہ! تم سے پہلے کوئی یہ بات مجھ سے نہ پوچھے گا۔ کیونکہ میں تجھ میں حدیث کا شوق زیادہ دیکھتا ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن میری شفاعت سے سب سے زیادہ فیض یاب وہ شخص ہوگا جو صدق دل کے ساتھ یا اپنے خالص جی سے لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ (محمد رسول اللہ) کہے گا۔

نکتۂ غیب

حضور ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ تم ہی سب سے پہلے یہ بات مجھ سے پوچھو گے۔ حضور ﷺ پورے یقین کے ساتھ وہ بات بتا رہے ہیں جو حضرت ابوہریرہ کے دل میں ہے گویا کہ آپ ان کے دل میں جھانک رہے ہیں۔

کسی کے دل میں کیا ہے۔ کوئی نہیں جانتا۔ لیکن اللہ کے پیارے حبیب ﷺ تو دلوں پر بھی نگاہ رکھتے ہیں۔ اگر غور کریں تو غیب کی ایک اور بات بھی واضح ہوگی کہ یہ تو یقین ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں جو چیز پوچھنے کی خواہش ہے وہ خواہش تو آپ ﷺ کی نگاہ میں آگئی اور یہ بات کہ سب سے پہلے تم ہی اس بات کے بارے میں مجھ سے پوچھو گے، اس سے بھی زیادہ غیب کے پردوں میں ہے۔ یہ خواہش تو کئی صحابہ کے دلوں میں ہو سکتی تھی مگر سب سے پہلے پوچھنے کی خواہش کا وجود آقا حضور ﷺ ہی دیکھ سکتے ہیں۔

اور پھر تیسری بات سوال کے جواب کی ہے کہ قیامت برپا ہونے سے پہلے آپ قیامت کے مناظر دیکھ رہے ہیں اور آپ ﷺ زیادہ سفارش اور شفاعت ان مسلمانوں کی فرما رہے ہیں جنہوں نے صدق دل اور پورے اخلاص سے کلمہ طیبہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا ہے۔ (بخاری شریف)

یادداشت

ایک بار سعید بن میسب اور ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے آپ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حدیثیں بیان کرتے ہیں جبکہ مہاجرین وانصار آپ کی طرح اتنی زیادہ حدیثیں روایت نہیں کرتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ بات یہ ہے کہ ہمارے مہاجر بھائی بازاروں میں خرید و فروخت میں مصروف رہتے تھے اور میں جب شکم سیر ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا۔ وہ لوگ (مہاجرین) جب بھول جاتے تو میں یاد رکھتا۔ انصاری بھائیوں کو دنیاداری کے کاموں سے فرصت نہ ملتی تھی۔ اور میں ایک ایسا مسکین تھا کہ یاد رکھتا تھا۔ جب کہ وہ بھول جاتے تھے۔

بلکہ ایک بار حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنا کپڑا پھیلائے یہاں تک کہ میں اپنی گفتگو ختم کرلوں۔ پھر وہ اپنے کپڑے کو سمیٹ لے تو میں جو بات بھی کہوں گا اسے یاد رہے گی۔

میں نے اپنی کملی فوراً بچھا دی جو میں اوڑھے ہوئے تھا۔ یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنی گفتگو ختم کر چکے تو میں نے اسے سمیٹ کر سینے سے لگالیا اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کی کوئی بات نہیں بھولا۔

نکتۂ غیب

پختہ یادداشت ذہن کی باتوں کی حفاظت کرنے والی قوت ہے اور انہیں بھولنے نہیں دیتی۔ اور یہ قوت نظر آنے والی بھی نہیں ہے۔ مگر حضور ﷺ نے فرمایا کپڑا بچھا دو۔ جب میں گفتگو ختم کرلوں تو اسے سمیٹ کر سینے سے لگالو۔ اب اندازہ تو کریں اس دامن ابو ہریرہ میں کیا ڈالا گیا ہے لازمی امر ہے وہ یادداشت کی قوت ہی ہے جو ہم غیب

کے لئے غیب ہے مگر حضور ﷺ کے لئے غیب نہیں ہے۔ (بخاری شریف)

قرضہ سے فراغت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال مقروض کی حیثیت میں ہوا ان کے وارثوں کے پاس قرض ادا کرنے کو کچھ بھی نہ تھا۔ مگر قرض خواہوں نے انہیں تنگ کرنا شروع کر دیا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا۔

یا رسول اللہ ﷺ! میرے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قرض تھا مگر وہ وفات پا گئے۔ آپ ﷺ ان کے قرض خواہوں سے قرض میں تخفیف کروا دیں۔

حضور ﷺ نے ان کے قرض خواہوں کو بلایا اور حضرت جابر کی خواہش ظاہر کی۔ مگر قرض خواہ کچھ بھی تخفیف کرنے پر رضامند نہ ہوئے۔

حضور ﷺ نے حضرت جابر سے فرمایا تم اپنے باغ کی کھجوریں اکٹھی کرو پھر ان میں سے عجوہ الگ کر دو اور غذق زید الگ کر دو۔ اور کل مجھے بلاؤ۔ اور عبداللہ کے قرض خواہوں سے کہو کہ کل اپنے قرض کے بدلے میں کھجوریں لے جائیں۔

حضرت جابر نے حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق ایسا ہی کیا مگر ایک خیال انہیں بار بار آتا تھا کہ قرض خواہوں کے قرضے ان کھجوروں سے بھی ادا نہ ہو سکیں گے۔ اور قرض خواہ کمی کرنے پر رضامند نہیں ہیں۔

بہر حال دوسرے دن حضور ﷺ تشریف لے آئے اور کھجوروں کے ڈھیروں کے درمیان میں بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے حضرت جابر سے فرمایا۔ قرض خواہوں کو ان کے قرض کے مطابق کھجوریں دیتے جاؤ۔

حضرت جابر فرماتے ہیں قرض خواہوں کا قرض ادا ہو گیا۔ مگر میری کھجوروں میں قطعاً کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔

نکتہ غیب

کھجوروں کے درمیان میں حضور ﷺ کے بیٹھنے سے کھجوروں میں برکت پیدا ہو گئی۔ اس واقعہ کا تعلق حضور ﷺ کے معجزہ سے ہے۔ وہ کھجوریں جو قرض بھی ادا نہیں کر سکتی تھیں وہ بڑھ گئیں۔

کھجوروں کی مقدار کے بڑھ جانے کا علم آپ ﷺ کو ایک دن پہلے ہو گیا۔ تبھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کل تمام قرض خواہ اپنے قرض کے بدلے کھجوریں لے جائیں۔ یعنی آپ ﷺ دیکھ رہے تھے کھجوریں اس قدر زیادہ ہو جائیں گی کہ قرض بھی ادا ہو گا اور جابر کی کھجوروں میں کمی بھی واقع نہ ہو گی۔ (بخاری شریف)

مہمان نواز کو بشارت

بخاری شریف کے حوالہ سے حضرت ابو محمد عبدالحق الحقانی الدہلوی نے اپنی تفسیر حقانی میں نقل کیا ہے کہ ایک بار جونہی حضور نبی مکرم ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھائی تو ایک شخص کھڑا ہو گیا۔

عرض کرنے لگا۔ مسافر ہوں بھوکا ہوں۔ روٹی کا سوال ہے۔

حضور ﷺ اس بھوکے مسافر کا سوال سن کر گھر میں تشریف لے گئے ازواج مطہرات سے پوچھا مسجد میں ایک بھوکا مسافر آیا ہے۔ کیا اس کے لئے گھر میں کوئی چیز کھانے کو ہے؟

ازواج مطہرات نے عرض کیا گھر میں پانی کے سوا کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس بھوکے مسافر کے کام آ سکے۔

حضور ﷺ واپس تشریف لے آئے۔ نمازیوں سے فرمایا میرے اس مہمان کو جو کھانا کھلائے گا میں اس سے جنت کا وعدہ کرتا ہوں۔ ہاں ہاں صرف دو روٹیوں کے

بدلے میں جنت کا سودا کون کرے گا؟

ایک صحابی فوراً اٹھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے یہ سودا منظور ہے میں اس بھوکے مسافر کو کھانا کھلانے کو تیار ہوں۔

ٹھیک ہے۔ اسے اپنے گھر میں لے جائیں کھانا کھلائیں۔ اس خدمت کے عوض اللہ تعالیٰ نے آپ کے نام جنت لکھ دی ہے۔

یہ صحابی حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو مہمان کو اپنے گھر میں لے گئے بیوی سے فرمایا۔ میں حضور ﷺ کا ایک مہمان اپنے ساتھ لایا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے جو اسے کھانا کھلائے گا میں اسے جنت کا حق دار کر دوں گا۔ تم اس کے لئے کھانا تیار کرو۔

بیگم نے عرض کیا کھانا اتنا تھوڑا ہے کہ بچوں کی بھوک بھی نہ مٹ سکے گی۔ اگر یہ کھانا مہمان کو دیدیا گیا تو ہم تو بھوکے رہیں گے ہی بچے بھی بھوکے رہ جائیں گے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم تو پہلے ہی کھانے کے دلدادہ نہیں ہیں اور بچے روز کھانا کھاتے ہی رہتے ہیں۔ اگر ایک دن نہ کھائیں گے تو کون سے مر جائیں گے۔ انہیں تھپکیاں دے کر سلا دو۔ اور کھانا گرم کر کے برتن میں ڈال دو۔

مگر کھانا تو بہت تھوڑا ہے آپ کا مہمان بھی سیر نہ ہو سکے گا۔ آپ کو بھی تو اس کے ساتھ بیٹھنا ہے۔

کوئی بات نہیں۔ میں ساتھ بیٹھ جاؤں گا تم ایسے کرنا دیئے کو کسی بہانے پھونک مار کے بجھا دینا۔ اندھیرے میں میں مہمان کے ساتھ بیٹھا ویسے ہی کھانے کی پلیٹ میں ہاتھ چلاتا رہوں گا۔ اور منہ ہلاتا رہوں گا۔ مہمان سمجھے گا میں بھی اس کے ساتھ ہی کھانا کھا رہا ہوں۔ اس طرح سارا کھانا مہمان کی بھوک دور کرنے میں کام آ جائے گا۔

بیوی کو یہ تجویز بڑی پسند آئی۔ اس نے بچوں کو تھپک تھپک کر سلا دیا اور کھانا

پلیٹ میں لگا کر مہمان کے آگے رکھ دیا۔ اس کے ساتھ (مہمان کے ساتھ) حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بیٹھ گئے۔ اب بیوی نے دیئے کی بتی کو درست کرنے کے بہانے سے پھونک مار کر بجھا دیا کمرے میں اندھیرا ہو گیا۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے مہمان سے عرض کیا چلئے بسم اللہ کریں کھانا کھائیں۔ مہمان نے کھانا شروع کر دیا۔ اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یونہی ساتھ بیٹھے ہاتھ ہلاتے رہے تاکہ مہمان کو یقین ہو جائے کہ وہ بھی کھانا کھا رہے ہیں۔ جبکہ حقیقت میں انہوں نے ایک لقمہ بھی منہ میں نہ ڈالا تھا۔

اس طرح مہمان نے خوب سیر ہو کر کھانا کھا لیا اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی بیوی اور بچے بھی بالکل بھوکے ہی سو گئے۔

صبح کو جب نماز پڑھنے کے لئے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لے گئے تو حضور ﷺ مسجد میں کھڑے تھے جونہی آپ ﷺ نے انہیں دیکھا تو مسکرا دیئے۔

صحابی نے آگے بڑھ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ آپ ﷺ کو مجھے دیکھ کر ہنسی آئی ہے کیا مجھ میں کوئی خاص تبدیلی آپ ﷺ نے دیکھی ہے؟

نہیں میرے پیارے صحابی! جنت حاصل کرنے کے لئے آپ دونوں میاں بیوی نے کیا شاندار ترکیب کی ہے یعنی بچوں کو سلا دیا دیئے کو پھونک مار کر بجھا دیا اور خود بس یونہی ہاتھ اور منہ ہلاتے رہنا اور بھوکے سو جانا۔

صحابی نے سر جھکا دیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کے ہی صدقہ سے یہ حیلہ میرے ذہن میں آیا اگر آپ میرے اس کام سے خوش ہیں تو مجھ سے زیادہ خوش قسمت اور کون ہو گا؟

نکتہ غیب

حضور ﷺ اپنے گھر میں ہیں۔ اور صحابی حضرت ابو طلحہ مہمان کے ساتھ اپنے گھر میں ہیں۔ درمیان میں فاصلہ بھی ہے اور اندھیروں کے ان گنت پردے بھی ہیں۔ مگر صبح کو جب آپ ﷺ صحابی کو دیکھ کر مسکرا دیئے تو یوں پتہ چلتا ہے کہ آپ اپنے مہمان کے ساتھ رات کو ہونے والا سلوک دیکھ رہے تھے۔ صحابی کے بالکل قریب بیٹھنے والا مہمان اندھیرے کے باعث نہ دیکھ سکا کہ اس کا میزبان کھانا کھا رہا ہے یا نہیں۔ مگر حضور ﷺ اپنے گھر میں اپنے ایک صحابی کی ایک ایک حرکت کو ملاحظہ فرما رہے ہیں بلکہ ان کے دلوں میں جو ترکیب آئی اسے بھی آپ سمجھ رہے ہیں۔

(تفسیر حقانی از ابو محمد عبد الحق الحقانی)

نیکیاں

ایک تاروں بھری رات کو حضور ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ران مبارک پر سر رکھے آرام فرما رہے تھے۔ آپ کی نگاہ پاک آسمان کے چمکتے تاروں پر تھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کو جو تاروں کو دیکھتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کی نیکیاں ان تاروں کے برابر ہوں؟

حضور ﷺ نے فرمایا۔ ہاں ایسا شخص بھی ہے۔

عرض کیا۔ کون؟ یارسول اللہ ﷺ!

فرمایا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چپ سی ہو کر رہ گئیں۔ ان کا خیال تھا کہ حضور ﷺ اس سوال پر میرے والد ماجد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام

بتائیں گے۔

حضور ﷺ نے پوچھا عائشہ! کیا بات ہے آپ چپ کیوں ہو گئی ہیں عرض کیا کچھ نہیں۔ بس میں نے ایک سوال کیا اس کا جواب مجھے مل گیا اور کوئی سوال اگر ذہن میں آیا تو پوچھ لوں گی۔

نہیں آپ کچھ اور بھی پوچھنا چاہتی ہیں۔

ہاں۔ میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ میرے ابو کی نیکیاں کس قدر ہیں؟

آپ کے ابو کی غار ثور والی ایک نیکی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری نیکیوں سے بڑھ کر ہے۔

یہ جواب پا کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خوش ہو گئیں۔

نکتۂ غیب

ستاروں کی تعداد ان گنت ہے اگر کوئی گننا چاہے تو بھی نہیں گن سکتا اور اگر کوئی گن سکنے کا دعویٰ کرے تو وہ ٹھیک نہ ہو گا۔ کیونکہ سائنس اگرچہ آج بڑی ترقی کر چکی ہے مگر پھر بھی بے شمار ستارے اس کی آنکھ سے بھی اوجھل ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیکیاں کچھ حضور ﷺ کی نگاہوں کے سامنے ہوئیں اور کچھ آپ ﷺ سے علیحدگی میں۔ اس کے علاوہ وہ نیکیاں جو حضور ﷺ کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے وصال تک کیں۔ لہٰذا کہا جائے گا کہ حضور ﷺ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک ایک نیکی کو جانتے ہیں۔ آپ جو نیکیاں کر چکے ہیں وہ بھی اور جو کرنا ہیں وہ بھی جانتے ہیں۔

اس کے علاوہ ستاروں کی تعداد کو بھی آپ جانتے ہیں۔ چونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیکیاں ستاروں کے برابر ہیں۔ لہٰذا اگر ستاروں کی تعداد دس ارب یا دس کھرب ہے تو لازماً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیکیاں بھی

دس ارب یا دس کھرب ہوں گی۔ نہ ایک نیکی اس سے زیادہ ہو گی نہ کم۔ کیونکہ اگر کم و بیش ہوں گی تو حضور ﷺ کے فرمان کی تصدیق نہ ہو سکے گی اور حضور ﷺ تو حق کے سوا کچھ نہیں فرماتے۔

علاوہ ازیں آپ نے فرمایا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غار ثور والی ایک نیکی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری نیکیوں کے سے بڑھ کر ہے۔ یعنی آپ ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علاوہ دوسری نیکیوں کے صرف ایک نیکی کا درجہ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھا گیا ہے اس کو بھی دیکھ رہے ہیں اور جانتے ہیں۔ (تلخیص المشکوٰۃ از پروفیسر عبدالرشید فاروقی فرید ٹاؤن ساہیوال)

خبر شہادت

بخاری شریف کی روایت کے مطابق ایک سفر کے دوران حضور ﷺ کے ہمراہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے آپ سب کا گزر احد پہاڑ پر سے ہوا۔ یہ پہاڑ زلزلہ سے دوچار ہو گیا۔ وہ ہلنے لگا۔

علماء یہاں ایک نکتہ بیان کرتے ہیں کہ احد کا ہلنا دراصل یا تو خوف کے باعث تھا کہ پیغمبر کے قدموں کو چومنے میں کہیں کوئی گستاخی یا بے ادبی نہ ہو جائے یا وہ خوشی سے جھومنے لگا تھا کہ اسے پیغمبر کے قدم چومنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔

بہر حال جب پہاڑ ہلنے لگا تو آپ ﷺ نے پہاڑ پر اپنا پائے مبارک مارا۔ فرمایا کہ ٹھہر جا! تجھے پتہ نہیں کہ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں نبی کا یہ فرمان سن کر پہاڑ اسی وقت ہلنے سے باز آ گیا۔

نکتۂ غیب

پہاڑ سے حضور ﷺ نے فرمایا ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید۔ نبی تو آپ خود ہیں اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں۔ صدیق سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جنہیں آپ ﷺ نے ہی صدیق کا خطاب دیا تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا گیا دو شہید ہیں۔ چنانچہ تاریخ نے ثابت کر دیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یکم محرم الحرام ۲۴ ہجری میں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ہجری میں شہید ہوئے یعنی آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ۱۳ سال قبل اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ۲۴ سال قبل ہی فرما دیا کہ یہ شہادت کا درجہ پائیں گے۔ (بخاری شریف)

کیفیت شیطان

رمضان کے مہینے میں حضور ﷺ مسجد نبوی میں اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے آخری عشرے کے آخری دن تھے کہ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ) آپ ﷺ سے ملنے کے لئے تشریف لائیں۔ تھوڑی دیر بیٹھیں۔ پھر بعض امور پر گفتگو ہوئی جب جانے لگیں تو حضور ﷺ خود ان کے ساتھ چل دیئے تاکہ انہیں گھر تک پہنچا دیں۔ رستے میں دو انصاری مرد گزرے۔ انہوں نے حضور ﷺ کو سلام کیا۔

نبی پاک ﷺ نے ان دونوں کو ایک طرف لے جا کر ٹھہرایا۔ فرمایا یہ صفیہ بنت حیی میری بیوی ہیں۔

ان دونوں پر نبی کریم ﷺ کا یہ بیان شاق گزرا۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم

کسی شک میں کیوں مبتلا ہوں۔

فرمایا شیطان خون کی طرح انسان کے جسم میں پھرتا ہے اور مجھے خوف ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں کوئی بدگمانی نہ ڈال دے اور تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں۔

نکتۂ غیب

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے۔ اسے انسان کی اللہ تعالیٰ سے قربت قطعاً پسند نہیں جب وہ درگاہ رب العزت سے راندہ گیا تو اس نے چھاتی پر ہاتھ مار کر کہا کہ میں انسان کو دائیں سے بائیں سے آگے سے پیچھے سے آکر گمراہ کروں گا۔ مگر شیطان آج تک کسی کو نظر نہیں آیا وہ عالم غیب میں اپنی شر کی دنیا بسائے ہوئے ہے۔

مگر حضور ﷺ کی آنکھوں سے وہ بھی اوجھل نہیں ہے۔ آپ ﷺ فرمارہے ہیں شیطان انسان کے جسم میں خون کی مانند پھرتا ہے۔

ذرا جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر دیکھیں خون بہے گا مگر شیطان دکھائی نہ دے گا۔ کیا آپ کا مشاہدہ درست ہے یا حضور ﷺ کا ارشاد گرامی یقیناً حضور ﷺ کی بات حق ہے۔ جو شیطان ہماری آنکھوں سے غائب ہے وہ حضور ﷺ کی نگاہوں میں ظاہر ہے۔ آپ ﷺ کو تو وہ انسانی جسم کے خون کے لاکھوں کروڑوں قطروں میں دکھائی دے رہا ہے۔ (بخاری شریف)

مغفرت

محفل صحابہ میں حضور نبی کریم ﷺ جو دعا مانگا کرتے تھے اس میں مسلمانوں کی مغفرت کی دعا ضرور شامل ہوتی۔ صحابہ کرام کی جہاں محبت اور عقیدت انہیں محفل مصطفیٰ ﷺ میں لے جاتی وہیں یہ خواہش بھی شامل ہوتی کہ حضور ﷺ نے ہماری مغفرت کی دعا فرمادی تو مغفرت یقینی ہے۔

حضرت حذیفہ آپ ﷺ کے بڑے پیارے صحابی ہیں وہ اکثر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے۔ مگر ایک بار ایسا ہوا کہ وہ اپنی بعض مصروفیات کے باعث بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں حاضر نہ ہو سکے۔

آپ کی والدہ کو بیٹے کی یہ غیر حاضری پسند نہ آئی۔ ایک دن بڑی برہم ہو کر بیٹے پر عتاب کیا کہ میں کتنے دنوں سے دیکھ رہی ہوں کہ تم حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضری نہیں دے رہے ہو اگر تمہاری ان غیر حاضریوں کے دوران میں تیرا یا تیری ماں کا انتقال ہو گیا تو وہ مغفرت کی دعا سے محروم رہ گیا۔ اگر تم آج حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں نہ گئے تو تمہیں گھر سے کھانا نہیں ملے گا۔

حضرت حذیفہ نے عرض کیا۔ امی! اس میں ذرا بھر شک نہیں ہے کہ میں کئی دنوں سے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں نہیں جا سکا ہوں آج ضرور جاؤں گا۔

حضرت حذیفہ نے مغرب کی نماز مسجد نبوی ﷺ میں آپ ﷺ کی قیادت میں پڑھی۔ مگر مغفرت کی دعا نہ کروا سکے۔ بس شرماتے رہے کہیں حضور ﷺ اتنے دنوں کی غیر حاضری پر ناراض نہ ہو گئے ہوں۔ وہیں مسجد میں رک گئے۔ عشاء کی نماز پڑھی تو مغفرت کی دعا کیلئے اب بھی نہ کہہ سکے۔ حضور ﷺ گھر تشریف لے جانے لگے تو ہاتھ باندھ کر آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل دیئے اور بھی کئی صحابہ آپ کے پیچھے تھے۔

حضرت حذیفہ ان صحابہ میں گھرے ہوئے تھے۔ اچانک حضور ﷺ نے فرمایا۔ حذیفہ خدا تمہاری اور تمہاری ماں کی مغفرت کرے۔

نکتۂ غیب

گویا سوال سے پہلے ہی حذیفہ کی درخواست سمع اقدس تک پہنچ گئی تھی۔ نہ صرف درخواست بلکہ حذیفہ کی ماں کا برہم ہو کر عتاب کرنا بھی آپ نے دیکھ لیا تھا۔ حضور ﷺ مسجد میں ہیں، حذیفہ اپنے گھر میں ہیں درمیان میں کتنی ہی رکاوٹیں ہیں۔ مگر

حضور ﷺ کی نگاہ میں رکاوٹیں ایسے شفاف شیشے ہیں جن میں سے آپ ﷺ دور تک دیکھتے چلے جاتے ہیں۔ (سیرت النبی از شبلی نعمانی جلد سوم)

روح

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضور ﷺ کے ہمراہ مدینہ کے کھنڈروں میں سے گزر رہا تھا۔ کہ ہمارا گزر یہود کے کچھ لوگوں پر ہوا۔ تو ان میں سے ایک نے کہا ہمیں اللہ کے نبی (ﷺ) سے روح کے بارے میں سوال کرنا چاہیے۔ دوسرے نے کہا مت پوچھو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس کے جواب میں وہ بات کہہ دیں جو تمہارے لئے بری ہو۔ مگر دوسرے لوگوں کا اصرار یہی رہا کہ ہم ضرور پوچھیں گے۔ چنانچہ ایک شخص کھڑا ہوا۔

کہنے لگا۔ اے ابوالقاسم ﷺ! ہمیں بتایئے کہ روح کیا ہے؟

آپ نے کچھ دیر سکوت فرمایا پھر کہا کہ

روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے۔ اس کی اصل حقیقت تم نہیں جان سکتے کیونکہ تمہیں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے۔

نکتۂ غیب

روح ہر ذی نفس میں موجود ہے مگر کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔ مرنے والا ہماری آنکھوں کے سامنے مر جاتا ہے مگر اس کی روح پرواز کرتے وقت بھی ہمیں نظر نہیں آتی۔ آج کی سائنس نے بھی اس کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کی ہے مگر ناکام رہی ہے۔ اسی لئے یہودیوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ ہمیں روح کے بارے میں بتایا جائے۔

اس سوال سے دو امر واضح تھے۔

۱۔ اس سوال کا جواب نبی ﷺ سے بن نہیں پڑے گا۔ وہ خاموشی اختیار کریں گے

پھر ان کی سبکی ہو گی۔

۲۔ اس سوال کا جواب یقیناً نبی ﷺ کے پاس ہے۔ کیونکہ انہیں سب سے زیادہ علم دیا گیا ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ نے اس سوال پر تھوڑی دیر سکوت فرمایا۔ اس دوران میں وحی کا نزول شروع ہو گیا۔ یہود سمجھے ابو القاسم (ﷺ) کو اس سوال کا جواب نہیں آ رہا ہے۔ قبل اس کے کہ وہ حضور ﷺ کی شان میں کوئی نازیبا بات کہتے آپ ﷺ نے فرمایا۔

روح، اللہ کے حکم سے ہے۔ تم اس کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ تمہیں بہت ہی تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

اس بات میں حضور ﷺ نے واضح کر دیا کہ اے یہود! یہ نہ سمجھنا کہ روح کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا۔ مگر یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو تمہیں سمجھانے سے بھی سمجھ نہیں آئے گی۔ کیونکہ اللہ نے تمہیں علم ہی کم دیا ہے۔

یہ نہیں فرمایا مجھے علم تھوڑا دیا گیا۔ میں سمجھ نہیں سکتا۔ بلکہ یہ فرمایا تمہارے پاس علم ہی کم ہے۔ تم نہیں سمجھ سکتے۔

یہود تو اپنے آپ کو بڑے عالم فاضل سمجھتے تھے۔ مگر حضور ﷺ نے ان کے علم کی نفی کر دی۔ علم بھی نظر نہ آنے والی چیز ہے مگر حضور ﷺ جان رہے ہیں کہ ان کے پاس تھوڑا علم ہے۔ (بخاری شریف)

سوالات

حضور ﷺ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ میں تشریف لے آئے ہیں۔ مکہ میں قریش آپ ﷺ کے لئے سد راہ تھے۔ یہاں یہودی آپ کے لئے مشکلات کھڑی کرنے لگے۔

ایک بار علمائے یہود حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے عرض کیا آپ

(ﷺ) نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے ہمارے نزدیک نبی میں وہ وہ باتیں بتانے کی قدرت ہوتی ہے، جن کا تعلق عالم غیب سے ہوتا ہے۔

ہم آپ (ﷺ) سے چار باتیں پوچھنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ (ﷺ) نے بتادیں تو ہم آپ (ﷺ) کی نبوت کی تصدیق کر دیں گے اور آپ (ﷺ) پر ایمان لے آئیں گے اور آپ (ﷺ) کا اتباع کریں گے۔

حضور ﷺ فوراً ان کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا۔

کیا خدا سے عہد کرتے ہو کہ اگر میں نے تمہاری باتوں کے درست جواب دے دیئے تو تم مجھ پر ایمان لے آؤ گے۔

انہوں نے عرض کیا۔ ہاں۔ ہم آپ ﷺ کو یقین دلاتے ہیں کہ اگر آپ نے درست جواب دیدیئے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہو تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟

وہ کہنے لگے۔ اے نبی اللہ! بتایئے کہ بچہ ماں کے مشابہ کس سبب سے ہوتا ہے حالانکہ وہ نطفہ باپ کا ہوتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔ میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تم اس بات کو جانتے ہو کہ مرد کا نطفہ غلیظ اور سفید ہوتا ہے اور عورت کا نطفہ زرد اور رقیق ہوتا ہے۔ پس جو نطفہ دونوں میں غالب ہوتا ہے، بچہ اس کے مشابہ ہوتا ہے۔

یہودی بولے بیشک آپ ﷺ نے درست اور سچ فرمایا ہے۔

انہوں نے دوسرا سوال یہ پوچھا کہ آپ کی نیند کی کیفیت کیا ہے۔

آپ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو اس شخص کی نیند جس کے نبی ہونے کا تم میری نسبت انکار کرتے ہو اس کی آنکھ سوتی ہے مگر دل بیدار رہتا ہے۔

یہودیوں نے اس جواب کو بھی درست تسلیم کیا۔

پھر تیسرا سوال پوچھا گیا۔ بتایئے اسرائیل نے اپنے اوپر کون سی چیز حرام کی تھی؟

آپ ﷺ نے فرمایا تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم کو نہیں معلوم کہ اسرائیل کو سب چیزوں سے زیادہ مرغوب چیز اونٹنی کا دودھ اور اس کا گوشت تھا پھر ایک دفعہ جو وہ بیماری سے تندرست ہوئے تو شکریہ کے طور پر اونٹنی کا دودھ اور گوشت جو بہت مرغوب تھا اپنے لئے حرام قرار دے دیا۔

یہودی بولے اے اللہ کے نبی (ﷺ) آپ (ﷺ) نے ہمارے اس سوال کا جواب بھی درست دیا ہے۔

پھر پوچھنے لگے ہم کو بتایئے کہ روح الامین (جبریل) کیا چیز ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم جانتے ہو وہ جبرائیل جو میرے پاس آتا ہے۔

علمائے یہود کہنے لگے۔ ہاں یہ بھی آپ نے سچ فرمایا ہے لیکن وہ تو ہمارا دشمن ہے وہ طرح طرح کے عذاب، سختیاں اور خونخواریاں لے کر ہم پر نازل ہوا ہے۔ ہم کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ ہمارا دشمن آپ (ﷺ) کے پاس آئے اگر وہ آپ ﷺ کے پاس نہ آتا تو ہم آپ (ﷺ) کی اتباع کر لیتے۔

اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

> قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ
> مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ مَنْ كَانَ
> عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰيلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ
> لِّلْكٰفِرِيْنَ ٥ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا
> الْفٰسِقُوْنَ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بَلْ

اَكْثَرُهُمْ لاَ يُؤْمِنُوْنَ ۔ وَلَمَّا جَآءَ هُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لاَ يَعْلَمُوْنَ ۔ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ (بقرہ: ۹۷۔۱۰۲)

آپ فرمایئے جو دشمن ہو جبریل علیہ السلام کا (اسے معلوم ہونا چاہئے) کہ اس نے اتارا قرآن آپ کے دل پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے (یہ) تصدیق کرنے والا ہے ان کتابوں کو جو اس سے پہلے اتریں اور سراپا ہدایت اور خوشخبری ہے ایمان والوں کے لئے جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل و میکائیل کا تو اللہ بھی دشمن ہے (ان) کافروں کا۔ اور یقیناً ہم نے اتارے ہیں آپ پر روشن نشان اور کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا ان کا بجز نافرمانوں کے۔ کیا (یوں نہیں) کہ جب کبھی انہوں نے وعدہ کیا تو پھر توڑ پھینکا اسے انہیں میں سے ایک گروہ نے۔ بلکہ ان کی اکثریت تو (سرے سے) ایمان ہی نہیں لائی۔ اور جب آیا ان کے پاس رسول اللہ کی طرف سے تصدیق کرنے والا اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے تو پھینک دیا ایک جماعت نے اہل کتاب سے اللہ کی کتاب کو اپنی پشتوں کے پیچھے جیسے وہ کچھ جانتے ہی نہیں۔ اور پیروی کرنے لگے اس کی جو پڑھا کرتے تھے شیطان سلیمان علیہ السلام کے عہد میں۔

نکتۂ غیب

واقعہ کے شروع میں ہی جب یہودی علماء نے کہا کہ اے محمد! (ﷺ) ہمیں چار

باتیں بتائیے جو ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں۔ اگر بتا دیں تو ہم آپ (ﷺ) کی پیروی کرلیں گے اس کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔

> عَلَيْكُمْ بِذٰلِكَ عَهَدَ اللهِ وَمِيْثَاقِهٖ لَئِنْ اَنَا اَخْبَرْتُكُمْ بِذٰلِكَ لَتُصَدِّقُنِيْ قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَاسْئَلُوْا عَمَّا بَدَالَكُمْ
>
> (اچھا) یہ تم پر اللہ کا عہد و میثاق ہے اگر میں نے تمہیں اس کی خبر دیدی پھر تو تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ فرمایا جس چیز کے متعلق مناسب معلوم ہو پوچھو۔

نہ جانے یہودی علماء نے سوال کس طرح کے کرنے ہیں۔ مگر حضور ﷺ اس یقین کے ساتھ فرما رہے ہیں کہ اگر میں آپ کے سوالوں کے جواب دیدوں تو پھر تم ضرور میری تصدیق کرو گے۔ گویا کہ آپ ہر طرح کے سوال کے جواب سے آگاہ ہیں اور پھر یہودی علماء نے جس انداز کے سوال کئے وہ سائنسی، تاریخی، علمی اور ذاتی نوعیت کے ہیں۔

آپ نے ہر سوال کا جواب اس قدر درست دیا کہ یہودی علماء کو ہر جواب پر کہنا پڑا کہ آپ درست فرماتے ہیں۔ سیرت ابن ہشام (شیخ غلام علی اینڈ سنز)

سائل

دلائل النبوۃ کے مطابق ایک روایت یوں آتی ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (زوجہ محترمہ حضور ﷺ) کے پاس گوشت کا ایک ٹکڑا کہیں سے ہدیۂ آیا۔ آپ نے اسے قبول فرمایا اور حضور نبی کریم ﷺ کے لئے طاق میں رکھ کر محفوظ کرلیا۔ تاکہ حضور ﷺ جب گھر میں تشریف لائیں تو اسے پکا کر آپ ﷺ کی خدمت اقدس پیش کیا جاسکے۔ کیونکہ حضور ﷺ گوشت بڑے شوق سے تناول فرماتے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک سائل آیا صدا لگائی کہ بھوکا ہوں۔ کوئی چیز صدقہ کرو اللہ

تعالیٰ تمہیں برکت دے گا۔

حضور ﷺ کے گھر والوں نے سائل سے کہا۔ اللہ تجھے برکت دے۔ ہمارے پاس صدقہ کرنے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔

سائل یہ جواب سن کر چلا گیا۔

کچھ دیر کے بعد حضور ﷺ گھر میں تشریف لائے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کچھ کھانے کو ہے تو لے آؤ۔

آپ نے نے عرض کیا تھوڑا سا گوشت ہے میں ابھی ہنڈیا تیار کر دیتی ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا جلدی کرو۔

آپ نے خادمہ سے فرمایا کہ طاق میں رکھا گیا گوشت پکڑ لائے۔ خادمہ نے طاق تک جانے میں جلدی کی مگر اس کی حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ وہاں کوئی گوشت نہیں ہے۔ بلکہ اس کی بجائے اسی قدر بڑا ایک پتھر وہاں پڑا ہے۔ وہیں سے عرض کیا۔ اماں جان! گوشت تو نہیں ہے بلکہ اس کی جگہ یہ پتھر کا ٹکڑا پڑا ہے۔

حضور ﷺ نے وہ ٹکڑا پکڑ لیا پھر فرمایا یہ تو گوشت کی ہی بدلی ہوئی صورت ہے۔ مجھے یہ بتاؤ کہ کیا کوئی سائل اللہ کے لئے کچھ مانگنے آیا تھا۔

عرض کیا گیا۔ ہاں ایک سائل نے صدقہ کے لئے سوال کیا تھا۔

پھر تم نے کیا کہا

یہی کہ گھر میں صدقہ کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔

فرمایا۔ چونکہ گھر میں گوشت موجود ہونے کے باوجود تم نے سائل کو خالی ہاتھ چلتا کیا اسی لئے وہ گوشت پتھر بن گیا۔

نکتہ غیب

گھر کے دروازے پر جب سائل آیا تو حضور ﷺ گھر پر نہیں تھے نہ تو انہیں

گوشت کے آنے کا پتہ تھا! نہ ہی پتھر میں سے گوشت کی کوئی خوشبو آ رہی تھی۔ مگر آپ ﷺ نے اس پتھر کے ٹکڑے کو دیکھ کر بوجھ لیا کہ وہ گوشت کی بدلی ہوئی صورت ہے اور تبدیلی بھی اس وجہ سے آئی ہے کہ اسے کسی نے اللہ کے نام پر مانگا تھا۔

ایسے لگتا ہے کہ حضور ﷺ اگر گھر سے باہر بھی ہوں تو بھی گھر کے حالات اور مناظر آپ کی آنکھوں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے تو وہ اس طرح کے واقعات سے اپنے نظریئے کو بدلنے کی کوشش کریں۔ (بیہقی فی دلائل النبوت)

کتاب اللہ

حضرت بریرہ ایک غلام عورت تھی جس نے اپنے مالک سے ۹ اوقیہ چاندی کے عوض اس شرط پر مکاتبت کی تھی کہ وہ ہر سال ایک اوقیہ چاندی دے گی۔

بریرہ ام المومنین عائشہ صدیقہ (زوجہ مکرمہ حضور ﷺ) کے پاس آئیں۔ کہ اس سلسلے میں میری مدد فرمائیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا اگر تیرے مالک چاہیں تو میں سب روپے ان کو دیدوں اور تیری ولا میرے ذمے ہو گی۔

بریرہ نے اپنے مالکوں سے کہا تو ان لوگوں نے اس سے انکار کر دیا۔ اس نے حضرت عائشہ سے عرض کیا کہ میں نے اپنے مالکوں کے سامنے وہ چیز پیش کی جو آپ نے مجھے فرمائی تھی۔ مگر ان لوگوں نے انکار کر دیا ہے مگر یہ کہ ولا ان کی ہو گی۔

نبی ﷺ نے سنا تو حضرت عائشہ سے اصل صورت حال سے آگاہی چاہی۔ حضرت عائشہ نے بریرہ کی حالت بیان کی۔

آپ ﷺ نے فرمایا تم اس کی مکاتبت ادا کر دو۔ اور ولا کی شرط کرنے دو۔ ولا تو اس کے لئے ہے جو آزاد کرے چنانچہ حضرت عائشہ نے ایسا ہی کیا۔

پھر رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد وثنا بیان کی۔ پھر فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے کہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ کوئی ایسی شرط جو کتاب اللہ میں مذکور نہیں ہے باطل ہے۔ اگرچہ سو شرطیں لگائے اللہ کا فیصلہ سب سے سچا ہے۔ اور اللہ کی شرط زیادہ مضبوط ہے۔ ولا اسی کی ہے جو آزاد کرے۔

نکتۂ غیب

حضور ﷺ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ کتاب اللہ سے مراد قرآن پاک ہے۔ قرآن پاک کی ایک ایک آیت قرآن پاک ہے۔ مگر کتاب اللہ مکمل قرآن پاک ہے۔

جس وقت کا یہ واقعہ ہے اس وقت مکمل قرآن پاک آپ پر نازل نہیں ہوا ہے۔ لہٰذا اس نامکمل قرآن کو کتاب اللہ نہیں کہا جا سکتا۔

حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ وہ شرطیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں اور کتاب اللہ مکمل صورت میں لوح محفوظ پر مرقوم ہے۔ گویا کہ آپ کی نگاہ اس کتاب اللہ پر ہے جو لوح محفوظ پر رقم ہے۔ یقیناً لوح محفوظ والی کتاب پردہ غیب میں ہے۔ مگر حضور ﷺ زمین پر بیٹھے لوح محفوظ پر لکھی تحریریں پڑھ رہے ہیں۔ (بخاری شریف)

سزا

بخاری شریف میں ایک واقعہ حضرت انس سے یوں روایت کیا گیا ہے کہ کچھ لوگ عکل یا عرینہ سے مدینہ پاک میں آئے۔ مگر وہ آتے ہی بیمار ہو گئے۔ انہیں بخار آنے لگا۔ آپ ﷺ نے انہیں اس چراگاہ میں بھیج دیا جہاں صدقے کے اونٹ چرا کرتے تھے۔ اور حضور ﷺ کے چرواہے ان پر مقرر تھے۔ ان لوگوں نے اونٹوں کا پیشاب اور دودھ پیا وہ تندرست ہو گئے۔

پھر ایک موقعہ پا کر انہوں نے چرواہوں کو قتل کر دیا اور اونٹ ساتھ لے کر چلے گئے۔ حضور ﷺ کو اس کارروائی کی اطلاع بڑی جلدی مل گئی۔ آپ ﷺ نے ان کے تعاقب میں آدمی بھیجے۔ یہ آدمی تیروں اور تلواروں سے بھاگم بھاگ ان تک پہنچ گئے اور انہیں گھیر کر پکڑ لیا۔ اونٹ ان سے چھین لئے اور ان کو گرفتار کر کے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں لے آئے۔ حضور ﷺ نے انہیں دیکھا تو آپ ﷺ کے چہرہ اطہر پر غصے کے آثار تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ان سب کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دو۔

صحابہ نے حکم بجا لانے میں ذرا دیر نہیں کی فوراً ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے۔ وہ تڑپنے لگے۔

فرمایا۔ اب لوہے کی گرم سلاخیں ان کی آنکھوں میں پھیر دو۔

یہ سزا دینے میں بھی دیر نہیں کی گئی۔ یہ لوگ چیخوں پر چیخیں مار رہے تھے۔ مگر گرم سلاخیں آنکھوں میں پھیرنے والوں نے ان چیخوں کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ ان کو اندھا اور لولا کر کے سنگریزوں پر پھینک دیا گیا یہ تڑپتے رہے۔ نوکیلے پتھروں نے ان کے جسموں کو بھی لہولہان کر دیا۔ چیختے چیختے ان کے حلق خشک ہو گئے۔ کہنے لگے ہائے پانی۔ کچھ صحابہ کو ترس آیا وہ پانی کے کٹورے ڈھونڈنے لگے۔ مگر آپ ﷺ نے انہیں پانی بھی نہیں دینے دیا۔

فرمایا انہیں ایسے ہی ہلاک ہونے دو۔ انہیں مر جانے دو۔ یہ اس قابل نہیں ہیں کہ اس دھرتی پر سانس لے سکیں۔ آپ کے چہرے پر اس قدر خفگی تھی کہ صحابہ نے اس سے پہلے کبھی بھی نہ دیکھی تھی۔ اور جو سلوک ان لوگوں کے ساتھ کیا گیا اس کا اظہار بھی آج تک نہ ہوا تھا۔ مگر کسی کو لب ہلانے کی جرات نہیں ہو رہی تھی۔ پھر خود ہی فرمایا۔

ان لوگوں نے ان مسلمانوں کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا ہے جو چراگاہ میں اونٹوں کے رکھوالے مقرر کئے گئے تھے۔ انہوں نے ان کے پہلے ہاتھ کاٹے پھر ٹانگیں کاٹ دیں پھر ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں اور نوکیلے پتھروں پر پھینک دیا۔ وہ پانی کے گھونٹ کو ترستے ہوئے مر گئے۔ مگر ان ظالموں کو ذرا ترس نہ آیا۔ یہ اسی سزا کے مستحق ہیں۔ انہوں نے چوری کی، قتل کئے اور ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔

نکتۂ غیب

حضور ﷺ نے ان عرینہ والوں کو چراگاہ میں بھیج دیا۔ چراگاہ مدینہ سے باہر ہے۔ حضور ﷺ اپنے گھر میں ہیں۔ انہوں نے اونٹوں کے چرواہوں کے ساتھ جو سلوک کیا اللہ نے اس پر سے ایک ایک پردہ اٹھالیا۔ اور آپ کی آنکھیں وہ منظر دیکھنے لگیں۔ ورنہ آپ رحمۃ للعلمین ہیں آپ ﷺ نے کبھی بھی انسانوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا اور پھر آپ ﷺ نے ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی۔ وہی کیا جو انہوں نے کیا تاکہ لوگوں پر واضح ہو جائے۔ کہ مسلمانوں پر ہونے والی زیادتی مسلمانوں کو گوارا نہیں ہے۔ (بخاری شریف)

عذاب قبر

بخاری شریف میں ایک واقعہ یوں لکھا گیا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ اپنے پیارے صحابہ کرام کے ہمراہ سفر پر تھے۔ کہ ان کا گزر دو قبروں پر سے ہوا۔ آپ وہیں رک گئے صحابہ نے تعجب سے پوچھا۔

حضور ﷺ! ہماری جانیں آپ پر فدا ہوں۔ آپ ﷺ کے اچانک رک جانے کا سبب کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا۔ ان قبروں والوں کو بڑا سخت عذاب ہو رہا ہے جس کے باعث ان کی چیخیں نکلی جا رہی ہیں۔ مزید فرمایا ان کا عذاب کوئی بہت بڑے گناہ کے

باعث نہیں ہے بلکہ بالکل معمولی بے احتیاطیوں کے باعث ہے ان میں سے ایک پیشاب کرتے وقت اس کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ اور دوسرے کو عذاب اس وجہ سے ہو رہا ہے کہ وہ دوسروں کی غیبت کیا کرتا تھا۔

پھر آپ نے ایک ہری شاخ لی۔ اسے چیر کے دو ٹکڑے کیئے اور ایک ایک ٹکڑا ہر ایک قبر پر گاڑ دیا۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ نے کیوں کیا؟ فرمایا امید ہے کہ جب تک یہ دونوں شاخیں خشک نہ ہوں گی۔ ان پر عذاب کم رہے گا۔

صحابہ کرام نے مزید کوئی جرح نہیں کی۔ آپ ﷺ کے ارشاد پر سر خم کر لئے اور سفر پر روانہ ہو گئے۔

نکتۂ غیب

یہ قبروں والے نہ جانے کب سے قبروں میں دفن ہیں۔ کئی من مٹی کے نیچے ان کے لاشے پڑے ہیں۔ اگر آپ یا ہم ان کی مٹی کو ہٹا کر دیکھیں تو شائد ان کی ہڈیاں بھی نہ مل سکیں۔ مگر حضور ﷺ تو غیب کا ایک ایک پردہ ہٹا کر دیکھ رہے ہیں۔ کہ ان کے جسم صحیح و سالم ہیں اور انہیں عذاب میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ انہیں عذاب دینے والے فرشتوں سے آپ نے یہ سوال نہیں کیا کہ انہیں یہ سزا کس بنا پر دی جا رہی ہے۔ بلکہ آپ ﷺ خود ہی بتا رہے ہیں کہ ان میں سے ایک کو پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے کے باعث اور دوسرے کو غیبت کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔ یعنی آپ ان قبر والوں کی زندگی کے پس منظر سے بھی آگاہ ہیں۔ (بخاری شریف)

فضیلت جہاد

ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خالہ، ام سلیم کی بہن اور عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں

تھیں، وہ صحابیہ ہیں جن کے گھر میں حضور ﷺ اکثر تشریف لے جایا کرتے تھے وہ آپ ﷺ کو کھانا کھلاتیں پانی پلاتیں اور خدمت کیا کرتیں۔

ایک دفعہ آپ ﷺ ام حرام کے گھر میں تشریف لائے تھوڑی دیر کے بعد آپ ﷺ کو نیند محسوس ہوئی اور آپ ﷺ آرام فرمانے لگے۔ پھر آپ ﷺ جلد ہی مسکراتے ہوئے اٹھ بیٹھے۔

ام حرام نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! آپ کو کس چیز نے ہنسایا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا۔ میری امت کے چند لوگ میرے سامنے لائے گئے۔ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔ جو دریا کے بیچ میں بادشاہوں کی طرح جہاز کے تختوں پر سوار ہو رہے ہیں۔

یہ بات سنی تو حضرت ام حرام نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شامل فرمادے۔

آپ ﷺ نے ام حرام کی خوشی کے لئے دعا فرمائی۔

آپ ﷺ نے پھر نیند محسوس کی اور سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد اسی طرح مسکراتے ہوئے اٹھے۔

حضرت ام حرام نے پھر پوچھا۔ یارسول اللہ آپ کو کس چیز نے ہنسایا ہے۔ آپ ﷺ نے وہی پہلے والا جواب دیا کہ میری امت کے کچھ لوگ پیش کئے گئے ہیں، جو کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کی غرض سے دریا کے بیچ میں جہاز کے تختوں پر بادشاہوں کی طرح سوار ہو رہے ہیں۔

یہ سن کر حضرت ام حرام نے عرض کیا یارسول اللہ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شامل کر دے۔

آپ ﷺ نے فرمایا تم تو پہلے گروہ میں ہی شامل ہو گئی تھیں۔

نکتۂ غیب

اس واقعہ کا تعلق کچھ تو خواب سے ہے اور کچھ بیداری سے۔ عام لوگوں کا خواب جھوٹا ہو سکتا ہے مگر حضور ﷺ کا خواب بھی بیداری کی طرح ہے۔ لہٰذا ہم خواب والے حصہ کو بھی بیداری میں شامل کرتے ہوئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور ﷺ کی امت کے لوگ شاہانہ اقتدار حاصل کرلیں گے۔ اور ان کے پاؤں دریاؤں کی موجوں کو بھی تسخیر کرلیں گے۔ اور اس عروج واقتدار حاصل ہونے تک حضرت ام حرام زندہ بھی رہیں گی۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے عہد میں بادشاہت آگئی تھی انہوں نے قسطنطنیہ کی رومی فوجوں سے ٹکر لینے کے لئے پہلا اسلامی بحری بیڑا بنایا اور جب انہوں نے ۵۹ ہجری میں بڑے اہتمام کے ساتھ ایک عظیم الشان لشکر سفیان بن عوف ازدی کی قیادت میں بھیجا۔ تو اس میں جلیل القدر صحابہ کرام بھی شامل تھے۔ یعنی حضرت ابوایوب انصاری حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے بڑھاپے کے باوجود اس لشکر میں شامل ہوئے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی بیوی ام حرام بھی ان کے ساتھ گئے۔ یہ اسلامی بحری بیڑا بحیرہ روم کی بے رحم موجوں سے کھیلتا ہوا باسفورس میں داخل ہوا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی معرکہ میں مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ امیر لشکر نے ان سے پوچھا۔

اے صحابی رسول ﷺ! آپ کی اگر کوئی وصیت ہو تو بیان کرو۔ انہوں نے فرمایا۔ میرے مرنے کے بعد مجھے دشمن کی سرزمین میں دفن کرنا تاکہ آنے والے لوگوں کو

یاد رہے کہ مسلمان یہاں تک اسلام پھیلانے کے لئے آ چکے ہیں۔ چنانچہ آپ کو قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے دفن کیا گیا۔

قسطنطنیہ کے قلعہ کا محاصرہ مسلمانوں نے کئی روز تک جاری رکھا۔ دشمن نے قلعہ کے اندر سے خوب آگ برسائی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ تو مسلمان اس قلعہ کو فتح کر سکے اور نہ ہی محصورین محاصرہ کو توڑنے میں کامیاب ہو سکے۔

آخر محاصرہ اٹھا لیا گیا واپسی پر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی ام حرام جب سوار ہونے لگیں تو ان کا پاؤں الجھ گیا اور گر پڑیں۔ جس سے ان کی موت واقع ہو گئی۔

حضرت ام حرام کے گھر میں پچپن سال پیشتر مسلمانوں کو بادشاہوں کی طرح دریا کے بیچ میں جہاز کے تختوں پر سوار ہوتے حضور ﷺ نے دیکھا تو ام حرام نے اس لشکر میں شامل ہونے کی دعا حضور ﷺ سے کروائی تھی۔ آج وہی ام حرام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں شامل ہیں اور شہادت کا جام نوش فرمایا ہے گویا کہ جو واقعات ۵۵ سال بعد مدینہ سے سینکڑوں میل دور رونما ہونے والے تھے انہیں حضور ﷺ نے مدینہ میں ہی بیٹھے بیٹھے دیکھ لیا۔ دوری اور وقت کے وہ پردے جنہوں نے اصل واقعہ کو عالم غیب میں رکھ دیا تھا حضور ﷺ اس سے آگاہ تھے۔

(ترمذی شریف۔ بخاری شریف۔ تاریخ اسلام)

دست برداری

قیاس یہی کہتا ہے کہ اس وقت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر پانچ سال کے لگ بھگ تھی۔ حضور ﷺ مسجد نبوی میں خطبہ دینے کے لئے منبر شریف پر رونق افروز ہیں اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ دائیں بائیں اور سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھتے ہیں اور خطبے کی گفتگو

سمجھا سمجھا کر فرما رہے ہیں اور پھر اچانک حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھنے لگتے ہیں۔ محبت اور شفقت غالب ہے آپ ﷺ کے جھک جھک کر انہیں دیکھنے کا انداز لوگوں کو بڑا پسند آ رہا ہے۔ سامعین کے چہرے متبسم ہیں۔ حضور ﷺ نے صحابہ کی یہ کیفیت جو دیکھی تو فرمایا۔

لوگو! حسن میرا بیٹا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے مابین صلح کرائے گا۔ یہ وہ زمانہ ہے جسے حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔

"خیر القرون قرنی" سب زمانوں سے بہتر زمانہ میرا ہے۔

ہر مسلمان جسم کے ایک عضو کی طرح ہے۔ گمان تک نہیں ہو تا کہ کوئی ایسا زمانہ آئے گا کہ مسلمان دو متحارب گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ مگر حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ میرا یہ بیٹا (حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دو گروہوں کے مابین صلح کرائے گا۔

مگر وقت دن۔ رات، مہینوں اور سالوں میں سمٹتا گیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ آیا تو ملت اسلامیہ واقعتہً دو حصوں میں بٹ گئی۔ حجاز، عراق، اور نجد کا علاقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حکمرانی میں آیا اور شام، مصر اور ملحقہ علاقے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قلمرو میں آئے۔ یہ تقسیم جنگ صفین کے نتیجے میں ہوئی جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان ہوئی اور ہزاروں آدمی مارے گئے۔

ازاں بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن مسند خلافت پر بیٹھے۔ مگر کوفہ کے لوگوں نے آپ کی بیعت کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ چونکہ مخالفت قائم تھی جو ایک اور جنگ کا پیش خیمہ بن سکتی تھی۔ مسلمانوں کا قتال یقینی تھا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پسند نہیں فرمایا کہ ان کی وجہ سے مسلمانوں کا خون خرابہ ہو آپ ٦ ماہ کے بعد خلافت سے دست بردار ہو گئے اور پورے عالم اسلام کے امیر المسلمین حضرت امیر معاویہ رضی

اللہ عنہ بن گئے۔ مصر و حجاز شام و عراق اور نجد وغیرہ ایک ہی قلمرو میں آ گئے۔ اس طرح ملت اسلامیہ آپس میں خون بہانے سے بچ گئی۔

نکتہ غیب

تخت خلافت سے دستبرداری ہی دو مسلمان گروہوں کے مابین صلح تھی۔ جس کی خبر حضور ﷺ نے آج سے (۴۱ھ) سے ۳۲ سال پیشتر دیدی گئی۔ جبکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ صرف ۵ سال کے تھے۔ گویا آپ ﷺ آنے والے واقعات سے بے خبر نہیں ہیں۔ (تاریخ الخلفاء از جلال الدین سیوطی)

خیانت

چوری کرنے والا یا خیانت کرنے والا یہ احتیاط ضرور کرتا ہے کہ ایسے کام کرتے ہوئے اسے کوئی نہ دیکھے۔ مگر ایسے لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ سے کیسے اوجھل رہ سکتے ہیں۔

خیبر کے مشہور معرکہ میں حضور نبی مکرم ﷺ کو شاندار کامیابی ہوئی۔ تو حضور ﷺ ایک جگہ پر بیٹھے ہیں اور صحابہ کرام مال غنیمت لا لا کر ایک جگہ ڈھیر کر رہے ہیں۔ حضور ﷺ کا ایک غلام مدعم نامی بھی اس کام میں مشغول تھا۔ مگر مال غنیمت میں سے ایک چادر اسے نہ صرف پسند آ گئی بلکہ اس کی اسے ضرورت بھی تھی۔ اس نے ارد گرد دیکھا کوئی انسانی آنکھ اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔ اس نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور وہ چادر اس نے ایک طرف کر کے چھپالی اور پھر مال غنیمت اکٹھا کرنے میں لگ گیا۔ کسی کو اس چادر کی بھنک نہ تھی کہ وہ اس کے پاس ہے۔

پھر حضور ﷺ نے مال غنیمت میں سے گائے، اونٹ، اسباب اور باغ وغیرہ مجاہدین میں تقسیم فرما دیئے۔ مدعم کو بھی اس کے حصے کا مال مل گیا۔ ازاں بعد آپ وادی القریٰ میں پہنچے۔ یہاں پڑاؤ کرنا تھا سامان اتارا جا رہا تھا کہ ایک تیر ہوا میں سنسناتا ہوا آیا اور مدعم کے لگ گیا۔ وہ اس وقت حضور ﷺ کا کجاوا اتار رہا تھا۔

تیر مارنے والے کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ تیر شائد زہر میں بجھا ہوا تھا۔ اس کا زخم بھی کاری تھا۔ مدعم زمین پر گر گیا۔ اور لوٹ پوٹ ہونے لگا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آگے بڑھے اس کے تیر کھینچ نکالا۔ زخم پر ہاتھ رکھا کہ زیادہ خون نہ بہہ سکے۔ مگر کیا ہو سکتا تھا جس کی زندگی کے دن ختم ہو جائیں وہ دم توڑ ہی دیتا ہے۔ مدعم اپنے دوستوں کے دیکھتے دیکھتے ان کی آغوش میں ہمیشہ کے لئے چپ ہو گیا۔

لوگوں نے کہا مدعم کو شہادت مبارک ہو۔

حضور ﷺ اس آواز پر آگے بڑھے فرمایا نہیں نہیں۔ اسے شہید نہ کہو۔ یہ شہید نہیں ہے۔ اس کے لئے اس چادر کے بدلے میں آگ کا ایک شعلہ مقرر کر دیا گیا ہے جو اس پر مسلط رہے گا جو اس نے خیبر کے مال غنیمت میں سے مال تقسیم ہونے سے پہلے چرالی تھی۔ نہ جانے وہ شعلہ کب تک اسے اپنے قابو میں رکھے۔

نکتہ غیب

مدعم نے جب چادر اپنے قبضہ میں لی۔ اس کے اپنے گمان کے مطابق اسے کوئی نہیں دیکھ رہا تھا۔ مگر دیکھنے والے نے دیکھ لیا اور ثابت کر دیا کہ میرے اور تمہارے درمیان کے پردے میرے لئے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔

جب مال غنیمت کے ڈھیر لگ رہے تھے۔ حضور ﷺ انہیں دیکھ کر کس قدر خوش ہو رہے تھے۔ بارگاہ ایزدی میں کس قدر شکر بجا لا رہے تھے۔ مگر وہ صحابہ کے منکرات سے بھی غافل نہیں ہیں آپ ایک ایک صحابی کے کام کو نگاہ میں رکھے ہوئے ہیں خواہ وہ کتنی اوٹوں میں ہو رہا ہے۔ (بخاری شریف)

تردید شہادت عثمان

ہجرت کے چھٹے سال ماہ ذی قعدہ میں حضور پاک ﷺ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے کوئی پندرہ سو کے قریب صحابہ کرام آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ ابھی مکہ سے ۹

میل کے فاصلے پر حدیبیہ کے مقام پر ہیں کہ قریش آپ کی آمد سے باخبر ہوتے۔

انہوں نے مل کر اس بات پر اتفاق کیا کہ حضور ﷺ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ بلکہ قرب وجوار کے قبائل بھی اکٹھے کر کے جنگ کی تیاری کرنے لگے۔ یہاں تک کہ موضع بلدہ تک نکل آئے۔ یہاں انہیں برابر خبریں پہنچ رہی تھیں کہ حضور ﷺ جنگ و قتال کے ارادے سے نہیں آئے ہیں ان کے آنے کا مقصد فقط یہ ہے کہ کعبہ کی زیارت کی جائے اور عمرہ ادا کیا جائے، اسی وجہ سے وہ سامان حرب بھی اپنے ساتھ نہیں لائے ہیں۔

مگر قریش کی ذہنی خباثت انہیں واپس جانے کی اجازت نہ دے رہی تھی۔ آخر حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ میں گفت وشنید کے لئے بھیجا۔ تاکہ آپ ہمارے آنے کا مقصد ان پر واضح کر سکیں۔

یہ گفتگو لمبی ہو گئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت کے اندر واپس نہ آئے جس وقت پر ان کا آنا متوقع تھا۔ اس تاخیر کے باعث بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ قریش نے حضرت عثمان کو شہید کر دیا ہے۔ مگر حضور ﷺ سے اس کا ذکر خود ذمہ داری سے نہیں کیا۔ یہ بات جب حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا عثمان شہید نہیں ہوئے۔ وہ قریش سے محو گفتگو ہیں یعنی ان کی گفتگو طویل ہو گئی ہے۔ لہٰذا خواہ مخواہ ایسی خبریں نہ اڑاؤ۔

مکہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ آپ آئے ہوئے ہیں آپ طواف کعبہ اور عمرہ ادا کر لیں۔

اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

بخدا! میں حضور ﷺ کے بغیر نہ طواف کروں گا اور نہ ہی عمرہ ادا کروں گا۔

ادھر جو لوگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی خبر میں ملوث نہیں ہوئے تھے انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ تو ہیں

مگر طواف و عمرہ میں آپ مشغول ہوں گے۔

یہ خبر بھی حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا۔

واللہ! عثمان میرے بغیر نہ طواف کریں گے اور نہ ہی عمرہ ادا کریں گے۔ یہ لوگ بھی چپ ہو گئے۔ مگر پہلے والے لوگوں نے پھر اپنی پہلی بات دہرا دی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے ہیں۔

اس خبر پر حضور ﷺ آگے بڑھے صحابہ کرام سے فرمایا۔

"جان لو! عثمان زندہ ہیں۔"-- مگر چونکہ قریش خواہ مخواہ ہم پر جنگ مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ آؤ ہم ان پر دو دو ہاتھ کرنے پر بیعت کریں۔ اور دیکھو! یہ عثمان کا ہاتھ ہے یہ میرا ہاتھ ہے میں عثمان کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ پھر آپ نے اپنے داہنے ہاتھ پر بایاں ہاتھ مارا۔ اس کے بعد دوسرے صحابہ بیعت کرنے لگے۔

نکتہ غیب

اس واقعہ میں تین باتیں بڑی کھل کر سامنے آتی ہے کہ۔

۱۔ حضور ﷺ نے واضح فرمادیا کہ عثمان زندہ ہیں قریش کے ساتھ ان کی گفتگو طویل ہو گئی ہے۔

۲۔ بخدا! عثمان میرے بغیر طواف و عمرہ نہیں کریں گے۔

۳۔ یہ ہاتھ عثمان رضی اللہ عنہ کا ہے میں اس پر بیعت کرتا ہوں۔

ان تینوں باتوں سے اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ۹ میل دور بیٹھے مکہ کے حالات پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ بلکہ طواف و عمرہ کے بارے میں انہیں الفاظ کو دہرایا ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائے تھے۔ یعنی

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا۔ ماکُنْتَ لِافعل حتّٰی یَطُوف به رسول الله ﷺ

رسول اللہ ﷺ کے بغیر میں کعبۃ اللہ کا طواف نہیں کروں گا۔ (ابن عساکر)

حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا۔ واللہ لا یُطُوفُ مالم اطوف بہ

اللہ کی قسم (عثمان) ہر گز کعبہ کا طواف میرے بغیر نہیں کرے گا۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے صحابہ سے جو بیعت لی وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے لئے تھی۔

اگر یہ بات درست تسلیم کرلی جائے تو کہنا پڑے گا کہ حضور ﷺ کو اس امر کا یقین ہو گیا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ گویا آپ نے غلط خبر پر یقین کر لیا تھا۔ اس سے تو نبی ﷺ کی فراست غیر یقینی ہو جائے گی۔

آپ کا یہ فرمان کہ یہ ہاتھ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر کی تردید ہوتی ہے۔

(بخاری شریف، تاریخ الخلفاء از جلال الدین سیوطی)

رفاقت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک حدیث امام ترمذی اور حاکم نے یوں نقل کی ہے کہ ایک بار حضور نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ دونوں حضرات اپنے آقا کے ادب و احترام کے باعث پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ مگر حضور ﷺ بار بار رک کر انہیں اپنے ساتھ ملا لیتے۔ مسجد کے دروازے پر پہنچے تو یہ دونوں حضرات پھر پیچھے تھے۔ (تاریخ الخلفاء از جلال الدین سیوطی)

آپ ﷺ نے دونوں کے بازو تھام لئے آگے بڑھے تو مسجد میں دوسرے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین احترام میں کھڑے ہو گئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا لوگو! سن لو۔ قیامت کے دن ہم اسی طرح اکٹھے اٹھیں گے۔

نکتہ غیب

کہنے والے تو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو قیامت کا علم نہیں ہے۔ مگر حضور ﷺ تو

قیامت کے دن کے منظر کا نقشہ پیش کر رہے ہیں۔ کہ قیامت کے دن میں اور میرے ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میرے ساتھ اکٹھے اٹھیں گے۔

قیامت کے دن اکٹھے اٹھنے سے اگرچہ اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ تینوں اجساد پاک جہاں جہاں بھی دفن ہوں گے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں ایک مقام پر لے آئے گا۔ مگر ہم اپنے محدود علم کی بنا پر یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ تینوں اجساد پاک کا اکٹھے اٹھنا تب بھی ممکن ہوگا جب ایک جگہ پر تینوں مدفون ہوں گے۔ چنانچہ تاریخی اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ ﷺ کے روضہ اطہر میں آپ ﷺ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ یہ تدفین جس عقیدت اور محبت کی بنا پر ہوئی وہ ایک الگ پہلو ہے۔ مگر حضور ﷺ کے علم باطن پر عش عش کیجئے کہ آپ چاہتے ہیں کہ میرے یہ دونوں صحابہ میرے ہی پہلو میں دفن ہوں گے چنانچہ ایسے ہی ہوا۔

معذرت

ایک بار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کسی بات میں نزاع ہوگئی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھا کہ اس نزاع میں زیادتی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ اسی وجہ سے ان کا لہجہ کچھ تیز ہو گیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے لہجے پر ناراض نہیں ہوتے۔ وہ چپ ہوگئے اور مزید بات آگے نہ بڑھانے کی غرض سے ان سے الگ ہوگئے اور اپنے گھر کو چل دیئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چلے جانے پر محسوس کیا کہ مجھے اپنے لہجے میں تیزی نہیں دکھانی چاہئے تھی۔ لہٰذا معذرت کرنے کی غرض سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پیچھے چل دیئے، بھائی عمر، بھائی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آوازیں دیتے رہے مگر حضرت عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دروازے پر دستک دی مگر دروازہ نہیں کھلا۔ اب آپ مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لے آئے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں بیٹھے تھے۔ آپ ان کے پاس بیٹھ گئے کہ حضور پاک ﷺ بھی تشریف لے آئے۔

آپ نے آتے ہی فرمایا۔ ابو درداء یہ آپ کے دوست کس سے لڑ کر آئے ہیں۔ ابھی اس بات کا جواب نہیں ملا تھا۔ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مسجد میں تشریف لے آئے۔ انہوں نے آکر نزاع کی ساری صورت حال بتائی اور نادم ہوئے۔

حضور نے فرمایا۔ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے معذرت خواہ ہوئے تو آپ نے انہیں معاف کیوں نہیں کیا۔ حضور ﷺ کے چہرے پر کچھ تغیر جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دیکھا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں۔ غلطی میری ہی تھی۔ میں ہی قصور وار تھا۔ میں بھائی عمر سے معافی چاہتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معافی کا اعلان کر دیا۔

حضور ﷺ کے چہرہ پاک کی خفگی کافور ہو گئی۔ آپ نے فرمایا میرے دوست کو آپ مجھ سے الگ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے یہ بات مکرر فرمائی۔ مزید فرمایا تم سب نے مجھے جھٹلایا مگر ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے میری تصدیق کی۔

نکتہ غیب

دونوں صحابہ میں جہاں نزاع ہوئی وہاں حضور ﷺ موجود نہیں ہیں۔ مگر آپ جب مسجد میں تشریف لائے تو آپ انہیں دیکھتے ہی ابو درداء سے فرماتے ہیں۔ کہ ابو درداء! تمہارے یہ دوست کس سے لڑ کر آئے ہیں۔ اس کے علاوہ جب حضرت عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لاتے ہیں تو ان سے فرمایا جب ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے معذرت خواہ ہوئے تو آپ نے انہیں معاف کیوں نہیں کیا۔

نزاع اور معذرت کا معاملہ اگرچہ ظاہری طور پر آپ سے اوجھل ہے مگر باطنی لحاظ سے اوجھل نہیں ہے۔ (بخاری شریف)

فتنہ

مسجد نبوی میں حضور نبی مکرم ﷺ کس قدر عظیم فیصلے فرمادیا کرتے تھے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ایمان بڑے پختہ تھے۔ حضور ﷺ جو فرماتے صحابہ اس کے ہو جانے پر یقین رکھتے تھے۔

ایک دن ایسی ہی محفل میں صحابہ کرام بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضور ﷺ شمع محفل بنے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ ان فتنوں کے بارے میں گفتگو فرمارہے ہیں جو آپ ﷺ کے بعد اٹھنے والے تھے۔ یعنی آپ نے فرمایا میرے بعد لوگ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو خوفزدہ کیا کریں گے۔ برائی ہوگی مگر لوگ اسے روکیں گے نہیں۔ بھلائی کا ساتھ دینے والے بہت تھوڑے ہوں گے۔ جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کے جہاد میں لوگ شریک نہیں ہو سکیں گے۔ امانت میں خیانت ہونے لگے گی۔ علم اٹھتا چلا جائے گا۔

اس محفل میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بیٹھے تھے۔ وہ ایک ایک فتنے کا نام سن کر سہمے جارہے تھے ان کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ حضور ﷺ نے انہیں دیکھا تو تھوڑی دیر کے لئے چپ ہوگئے۔ پھر فرمایا۔ ایک یہ بھی فتنہ ہوگا کہ میرے عثمان کو لوگ شہید کر دیں گے۔

اس سے پہلے بھی حضور ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دے چکے تھے کہ جب ان کا گزر حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ احد پہاڑ پر ہوا اور پہاڑ کو زلزلہ آگیا۔ تو آپ نے

فرمایا ٹھہر جا۔ تجھے پتہ نہیں کہ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔ مگر اس وقت یہ خبر دیتے ہوئے آپ کی کیفیت یہ نہ تھی۔

حضور ﷺ کے صحابہ تو شہادت کی موت کی خبر کو پسند کیا کرتے تھے۔ ان کے نزدیک کفر و اسلام کے معرکوں میں شہادت بڑی سعادت سمجھی جاتی تھی۔ آج کی خبر میں حضرت عثمان کی شہادت کا باعث ایک فتنہ تھا اور ایک مظلوم کی حیثیت سے آپ کی شہادت کی اطلاع تھی۔ اس وجہ سے حضور ﷺ کے چہرے پر افسردگی تھی۔

احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ مظلوم اسے کہا جائے گا جس نے زنا نہ کیا ہو مگر اس پر زنا کی حد قائم کر دی جائے۔ جس نے ارتداد نہ کیا ہو مگر مرتد قرار دے کر قتل کر دیا جائے۔ اور اس نے کسی کو قتل نہ کیا ہو مگر اسے قاتل قرار دے کر قتل کر دیا جائے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت جن حالات میں ہوئی ان میں واقعتہً ایسی کوئی بات بھی نہیں۔ بلوائیوں نے انہیں گھر میں محصور کر کے پانی سے محروم کر دیا اور دن کی روشنی میں انہیں شہید کر دیا۔

نکتہ غیب

حضور نبی مکرم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومیت کی حالت میں شہادت کی خبر جیش العسرت (۹ھ) کے بعد دی۔ آپ ﷺ کی رحلت ۱۱ھ میں ہوئی جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ۳۵ھ میں ہوئی۔ اس طرح ۲۶ سال سے پیشتر آقا حضور ﷺ نے وہ حالات دیکھ لئے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ پیش آنے والے تھے۔ (تاریخ الخلفاء از علامہ جلال الدین سیوطی)

جائے فیصلہ

ہجرت کے آٹھویں سال میں غزوۂ حنین کا واقعہ پیش آیا۔ حنین ایک چشمہ کا نام ہے جو مکہ سے تین رات کی مسافت پر طائف کے قریب واقع ہے۔ اس واقعہ کی وجہ یہ

بنی کہ جب مکہ فتح ہو گیا۔ تو سارے قبائل عرب نے حضور ﷺ کی اطاعت قبول کرلی۔ ان دونوں قبیلوں کے اکثر لوگ پہلوان تھے گردن کش بھی تھے اور مال و اسباب کے مالک بھی۔ عداوت، بغض اور حسد ان کے سینوں میں ہمیشہ رہتا تھا۔

یہ دونوں قبیلے (سردار) خیف بنی کنانہ میں اکٹھے ہوئے اور اس امر پر گفتگو کرنے لگے کہ محمد بن عبداللہ (ﷺ) مکہ والوں پر غالب آگئے انہوں نے مکہ والوں کی تلواریں توڑ دی ہیں۔ ان کا سامان حرب دفن کر دیا ہے اور وہ بیچارے تو ہاتھ جوڑ جوڑ کر ان کی اطاعت گزاری پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ انہوں نے بہادری کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا لگا دیا ہے۔ اگر ان لوگوں کا مقابلہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں ہمارے ساتھ ہوتا تو انہیں پتہ چل جاتا کہ جنگ کسے کہتے ہیں۔ اور اب ممکن ہے کہ ان کے قدم ہماری طرف بھی اٹھنے لگیں۔ بہتر ہو گا ان کی ایسی جسارت کرنے سے پہلے ہم ان پر حملہ کر دیں۔

یہ ساری باتیں انہوں نے سرکشی اور غرور و تکبر میں آکر کیں۔ ان کی یہ میٹنگ خفیہ تھی۔ اور رازدارانہ ماحول میں ہوئی۔ اس کے بعد ہوازن اور ثقیف کے جیالے لوگوں پر مشتمل لشکر جس میں ۴ہزار آزمودہ کار لوگ تھے میدان کارزار میں آگئے۔ حضور ﷺ ۱۲ہزار کے لشکر کے ساتھ آئے۔

ایک منزل پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا۔ یارسول اللہ ﷺ! ہم اگلا پڑاؤ کس مقام پر کریں گے۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔ خیف بنی کنانہ میں ٹھہریں گے۔ جہاں کافروں نے کفر پر باہم عہد و پیمان کیا تھا۔

نکتہ غیب

ہوازن و ثقیف کے سرداروں نے واقعتہً اس مقام پر خفیہ طور پر جنگ حنین کے متعلق پروگرام بنایا تھا۔ اس پروگرام کی گفتگو کا آغاز و اختتام کیا تھا؟ ان سرداروں کے

بھائیوں بیٹوں اور دوسرے لوگوں تک کو پتہ نہ تھا۔ انہیں یہ تک نہیں پتہ تھا کہ اس جنگ کے لئے فیصلے کس جگہ پر ہوئے ہیں مگر حضور ﷺ فرمارہے ہیں کہ ہم اس مقام پر پڑاؤ کریں گے جہاں کافروں نے کفر پر باہم عہد و پیمان کیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے مخالفین کے مخالفانہ فیصلے آپ سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

(بخاری شریف، مدارج النبوت از شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی)

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے اپنے بھی ایک دیوانہ کہتے تھے۔ آپ علاقہ یمن کے شہر قرن کے رہنے والے تھے۔ وہ ایک بار بھی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے اور نہ ہی آپ ﷺ نے انہیں دیکھا ہے۔ مگر حضور ﷺ نے ایک بار اپنی محفل میں صحابہ سے فرمایا کہ

"میری امت میں ایک شخص ایسا ہے جس کی شفاعت سے ربیعہ اور مضر قبیلہ کی بھیڑوں کے بالوں کے برابر گناہگاروں کو اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔" (ربیعہ اور مضر دو ایسے قبیلے تھے جن کی بھیڑوں کی تعداد لا معلوم ہے)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا یارسول اللہ وہ شخص کہاں رہتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا قرن میں۔

پوچھا گیا۔ کیا ہم ان سے شرف ملاقات کر سکتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں

عرض کیا گیا۔ کیا کوئی بھی ان سے نہیں مل سکے گا۔

فرمایا۔ صرف عمر فاروق اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ملاقات ہو سکے گی۔

یہ دونوں صاحبان بھی اس محفل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں بڑی خوشی ہوئی انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ اگر ہم جائیں تو انہیں کن نشانیوں سے پہچانیں۔

آپ نے فرمایا وہ شتربانی کا کام کرتے ہیں۔ ان کے جسم پر بال ہی بال ہیں۔ ان کی ہتھیلی میں ایک درہم کے برابر سفید داغ ہے۔ آپ کی ملاقات یقیناً ان سے ہو جائے گی۔ آپ ان سے ملیں تو میرا سلام کہنا اور یہ میرا پیراہن ان کی خدمت میں پیش کرنا اور میری امت کی مغفرت کے لئے دعا کے لئے کہنا۔

حضور ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ آیا پھر وہ بھی رخصت ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے۔ تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر یمن میں پہنچے اور پتہ پوچھتے پوچھتے ان تک پہنچ گئے۔ دیکھا تو ان میں حضور ﷺ والی بتائی ہوئی ساری نشانیاں موجود ہیں ان دونوں حضرات نے آپ کی دست بوسی کی۔ حضور ﷺ کی عبا مبارک پیش کی سلام کیا اور آپ کی امت کی مغفرت کی دعا کے لئے کہا۔

حضرت اویس قرنی کہنے لگے۔ اچھی طرح دیکھ بھال کر لیں شاید وہ اویس قرنی کوئی اور ہو۔

یہ کہنے لگے ہمیں جو نشانیاں بتائی گئی ہیں وہ سب آپ میں موجود ہیں۔ اور ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ ہمارے آقا کی زبان پر ہمیشہ سچ رہا ہے۔ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں جس اویس قرنی کی تلاش ہے وہ آپ ہی ہیں۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ نے اپنے آقا کی وصیت پر عمل کیا ہے، مجھے بھی اسی آقا کی وصیت پر عمل کرنا ہے۔

انہوں نے وہ جبہ مبارک پکڑا اور کچھ فاصلے پر جا کر بیٹھے۔ جبہ سامنے رکھا اور بارگاہ ایزدی میں عرض کرنے لگے۔

بار الٰہا! میری کیا حیثیت ہے کہ سفارش کر سکوں۔ تیرے نبی ﷺ نے اپنی امت میرے حوالے کی ہے۔ حضور ﷺ نے اپنا مبارک پیراہن مجھے تحفہ میں بھیجا ہے۔ مگر میں اسے اس وقت تک نہیں پہنوں گا جب تک حضور ﷺ کی امت کی مغفرت نہیں

فرمائی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے غیبی آواز میں اطلاع دی کہ آپ کی سفارش قبول کر لی گئی ہے میں نے اپنے حبیب ﷺ کی نسبت سے امت کی مغفرت کر دی ہے۔

پھر یہ دونوں حضرات (حضرت عمر، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اجازت لینے کے لئے آ گئے آپ نے فرمایا۔ اگر آپ نہ آتے تو اس وقت تک میں اپنا سر نہ اٹھاتا جب تک ساری امت کی مغفرت کی اطلاع نہ پا لیتا۔

نکتہ غیب

حضرت اویس قرنی مدینہ پاک سے میلوں دور ہیں۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر بھی نہیں ہوئے، مگر آپ ﷺ ان کے ارفع مقام سے آگاہ ہیں۔ جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے علم سے ہے۔ اور پھر یہ بھی بات فرمائی کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دیکھ پائیں گے۔ مزید یہ کہ انہیں دیکھے بغیر نہ تو عمر و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما مریں گے اور نہ ہی اس ملاقات کے بغیر حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مریں گے۔ مزید یہ کہ حضرت اویس قرنی کی بعض نشانیوں کا پتہ بتا دیا۔ تاریخ نے ان سب باتوں کو سچ ثابت کر دکھایا ہے۔

(رسالہ پندرہ روز آواز نقشبند۔ چوک پھلروان۔ شیخوپورہ)

خلفاء رسول ﷺ

مسجد نبوی ﷺ کو مدینہ منورہ کی پہلی مسجد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہ مسجد اس جگہ تعمیر ہوئی جہاں ہجرت کے موقعہ پر حضور ﷺ کی اونٹنی بیٹھی تھی۔ یہ جگہ بنو نجار کے دو یتیم بچوں کی تھی۔ ان بچوں نے یہ جگہ مسجد کے لئے مفت پیش کی۔ مگر حضور ﷺ نے نہیں لی۔ فرمایا ہم اس جگہ کی قیمت ادا کریں گے۔ چنانچہ یہ قیمت ابو بکر

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادا فرمائی۔

مسجد کی تعمیر شروع ہوئی تو حضور ﷺ نے کام کرنے والوں کے ساتھ خود مزدوروں کی طرح کام کیا۔ آپ ﷺ گارا اور پتھر خود پیش کرتے رہے۔ جب مسجد کی دیواریں اتنی اونچی ہو گئیں کہ راج سیدھی کمر کے ساتھ کام کر سکتے تھے۔ تو حضور ﷺ خود آگے بڑھے اور پتھر سے دیواریں چننے لگے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پتھر اور گارا دینے والوں میں سے تھے۔ سبحان اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سنت ادا ہونے لگی۔

پھر اچانک آپ ﷺ نے پتھر لگاتے لگاتے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔

یہاں میرے لگائے ہوئے پتھر کے ساتھ ساتھ لگاؤ۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی خوشی سے تعمیل ارشاد نبوی ﷺ کی۔ آپ ﷺ نے پتھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا۔ انہوں نے اس پتھر کے ساتھ لگا دیا۔ جسے حضور ﷺ نے لگایا تھا۔ پھر دوسرا پتھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا فرمایا جو پتھر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لگایا ہے اسے اس کے ساتھ لگا دو۔ انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اب آپ نے تیسرا پتھر پکڑا۔ اسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ فرمایا جو پتھر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لگایا ہے تم اسے اس کے ساتھ لگا دو۔ چنانچہ انہوں نے اس پتھر کو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ والے پتھر کے ساتھ لگا دیا۔

یہ چاروں پتھر (حضور ﷺ والا پتھر اور ۳ صحابہ کرام والے پتھر) لگ گئے تو کام تھوڑی دیر کے لئے رک گیا۔ یہ تینوں صحابی حضور ﷺ کے بائیں جانب اس طرح کھڑے تھے کہ حضور ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق تھے ان کے بائیں جانب

حضرت عمر فاروق تھے اور ان کے بائیں جانب عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ اب آپ نے چہرۂ انور کا رخ صحابہ کرام کی طرف کیا۔ فرمایا (یعنی اعلان کیا) ھم الخلفاء بعدی۔ یہی میرے بعد میرے خلفا ہوں گے۔

مسجد نبوی ﷺ کی بنیادیں بھرنے کے بعد جب دیواریں اتنی اونچی ہو گئیں کہ راج (معمار) سیدھی کمر کے ساتھ کام کر سکتا تھا۔ اس وقت پتھر آپ ﷺ نے خود بھی لگائے اور صحابہ سے بھی لگوائے۔ اس میں راز یہ تھا کہ اس موقعہ پر کام کرنے والا ہر ایک کو دکھائی دے سکتا تھا جبکہ بنیادوں میں یا نیچی دیواروں میں معمار کے جھک کر کام کرنے سے پتہ نہیں چلتا تھا کہ کام کون کر رہا ہے۔

آپ ﷺ نے پتھر لگانے یا صحابہ سے پتھر لگوانے کا کام اس وقت سنبھالا جبکہ ان میں سے ہر ایک کا چہرہ دوسرے بخوبی دیکھ سکتے تھے اور پہچان بھی سکتے تھے۔ تاکہ کوئی شک و شبہ نہ رہے۔

اب جس ترتیب سے انہوں نے پتھر لگائے اسی ترتیب سے کھڑے کر کے فرمایا۔ کہ یہ میرے بعد میرے خلفا ہوں گے۔ یعنی سب سے پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق۔ دوسرے حضرت عمر فاروق اور تیسرے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوں گے۔

ایک اور پہلو سے اس بات پر دھیان دیں کہ یہ اس وقت فرمایا جا رہا ہے جب ایک اسلامی ریاست کی تاسیس کے قصر کی دیواریں اٹھائی جا رہی ہیں۔ چنانچہ تاریخ نے ثابت کر دیا کہ حضور ﷺ کے بعد خلافت اسی ترتیب کے ساتھ ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حصے میں آئی۔

نکتۂ غیب

اندازہ کریں حضور ﷺ نے بہت پہلے آنے والے واقعات سے پردہ اٹھایا۔ اور

اس بات کی نشان دہی کر دی کہ میں خود تو ان تینوں سے پہلے رخصت ہو جاؤں گا اور میرے بعد خلافت ان کے حصے میں آئے گی۔

چونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس محفل میں شریک نہ تھے اگر وہ بھی ہوتے تو یقیناً ان کے بارے میں حضور ﷺ جو اطلاع دیتے وہ حرف بحرف درست ثابت ہوتی۔ (ازالۃ الخلفاء عن خلافۃ العلفاء، از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

وصال

عام لوگ موت کو ایک ایسا سانحہ قرار دیتے ہیں جس سے کوئی جسم بے حس و حرکت ہو کر ایک ہنستی کھیلتی دنیا کو چیخ و پکار میں مبتلا کر دیتا ہے۔ قرآن پاک اسے ایک ذائقہ کہتا ہے۔ جو ہر ذی روح کو چکھنا ہے اور اسلام اس ساعت کو برحق فرماتا ہے اس سے کسی کو مفر نہیں ہے۔ لہٰذا وہ اپنے متبعین کو اس سے بے خوف و خطر ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور ایسی حد قرار دیتا ہے جسے عبور کرنے سے ہی حقیقی زندگی میسر آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اور انبیاء اس حد کی دوسری جانب اپنے اللہ سے واصل ہونے کے لئے بے قرار رہتے ہیں۔

حضور ﷺ کو اس ساعت کا علم بہت پہلے ہو گیا تھا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یمن کا گورنر مقرر فرمایا تو ان کو بہت طویل وصیتیں کیں اور ساتھ ہی فرمایا اگر میری اور تمہاری ملاقات ہونا ہوتی تو میں آج کی بات کو مختصر کرتا۔ مگر اب چونکہ قیامت تک ہم ایک دوسرے سے نہ مل سکیں گے اس لئے بات مفصل کی ہے۔

حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ ﷺ نے تکمیل دین کا اعلان فرمایا تو یہ بھی کہا کہ اس کے بعد شائد میں حج نہ کر سکوں۔

صفر ۱۱ ہجری میں آپ شہدائے احد کی قبور پر تشریف لے گئے اور انہیں رقت

انگیز انداز میں الوداع کہا۔ آپ ﷺ کی آنکھیں اشکبار تھیں اور انہیں ایسے وداع کر رہے تھے جس طرح ایک رحلت کرنے والا اپنے عزیزوں سے رخصت ہوتا ہے۔ احد سے ہٹ کر آپ ﷺ نے ایک خطبہ دیا کہ میں تم سے آگے جانے والا ہوں اور تمہاری شہادت دینے والا ہوں اور یاد رکھو میرے بعد تم شرک میں، فسق میں اور بت پرستی اور قبر پرستی میں مبتلا نہ ہونا۔ اس کے بعد آپ گورستان بقیع میں آدھی رات کے وقت تشریف لے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں بھی تمہارے پاس آرہا ہوں۔

یہ باتیں وہ روشن دلیلیں ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نیر عالمتاب کو عام لوگوں کی نگاہوں سے چھپ جانے کے وقت کا اندازہ ہو گیا ہے۔

۲۹ صفر کو دوشنبہ کا دن تھا آپ ﷺ ایک جنازے کو زمین کی گود کے سپرد کر کے گھر واپس تشریف لائے۔ تو درد سر شروع ہوا اور ساتھ ہی بخار تیز ہو گیا جسم انگارے کی طرح تپ رہا تھا اور آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ چونکہ انبیاء کو اجر بھی زیادہ ملتا ہے اس لئے تکالیف بھی کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ آخری سات دن آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حجرہ میں رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شفایابی کی معروف دعا پڑھ کر آپ ﷺ کے جسم اطہر پر ہاتھ پھیرنا چاہا تو آپ ﷺ نے ہاتھ ہٹا دیا اور فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَالْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی

اے اللہ میری مغفرت فرما اور مجھے سب سے اچھے دوست کے ساتھ ملادے

نکتہ رغیب

حضور ﷺ نے بیماری کے دوران میں حضرت سیدہ طاہرہ و مطہرہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا۔ ماتھے پر بوسہ دیا اور ان کے کان میں کچھ باتیں کیں۔ حضرت

سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے آپ رونے لگ گئیں۔

حضور ﷺ سے پیاری صاحبزادی فاطمہ کی آنکھوں سے آنسو دیکھے نہ گئے۔ محبت و شفقت والے ہاتھ آگے بڑھے اور فاطمہ کے سر تک پہنچ گئے اور سایہ بن گئے اور پھر آپ کو سینے پر لٹا کر کان میں کچھ باتیں کیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا چہرہ کھل گیا اور آپ مسکرانے لگیں۔

ازواج مطہرات میں سے کسی نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اولاً رونے اور ازاں بعد ہنسنے کی وجہ پوچھی۔

آپ نے فرمایا۔ یہ ایک راز ہے جو میرے اور میرے بابا جان کے درمیان ہے۔ میں اسے افشا نہیں کرنا چاہتی۔

آخر حضور ﷺ کی رحلت ہو گئی۔ کچھ دن کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رونے اور ہنسنے کی وجہ دریافت کی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میرے بابا نے میرے کان میں ایک راز کی بات کہی کہ بیٹی میں آپ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہونے والا ہوں۔ یہ جدائی میری قوت برداشت سے باہر ہوئی اور میری آنکھیں بے قابو ہو کر چھلک پڑیں۔ پھر انہوں نے فرمایا۔ فاطمہ! سب سے پہلے تو مجھے جنت میں ملے گی۔ یہ خوشخبری سن کر میرا دل باغ باغ ہو گیا اور مسکرانے لگی۔

نکتۂ غیب

اندازہ کریں ایک سانحہ عظیم کی اطلاع آپ کس وثوق سے دے رہے ہیں جیسے فرشتہ تقدیر ان کی آنکھوں کے روبرو ہو اور وہاں سے آپ ﷺ زندگی کی ایک ایک ساعت کے ختم ہونے کو دیکھ رہے ہوں۔ اور یہ بات آپ ﷺ کی آنکھوں سے

او جھل نہیں ہے کہ اہل بیت میں سے جس کی وفات سب سے پہلے ہوگی وہ فاطمۃ الزہراء ہوں گی۔

چنانچہ وقت نے اس بات کو ثابت کر دیا کہ حضور ﷺ کی وفات سے صرف ٦ ماہ بعد حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہو گیا۔ اس چھ ماہ کے عرصے کے دوران اہل بیت میں سے کسی کو بھی سانحہ وفات پیش نہیں آیا۔

اعتراضات وجوابات

"نکات الغیب" میں آپ نے وہ وہ واقعات پڑھ لئے ہیں جن سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا۔ ان کے علاوہ بھی کئی ایسے واقعات ہوں گے جن تک ہماری رسائی نہیں ہو سکی۔ حضور ﷺ سے محبت کرنے والوں کو تو حضور ﷺ کی ایک ایک بات خوشی سے جھوم جھوم جانے کی دعوت دیتی ہے۔ مگر جن کو اللہ توفیق نہیں دیتا ان کے اعتراضات کی انگلی ہر وقت حرکت میں رہتی ہے۔ یہ معترضین ان واقعات صداقت میں خدا کے فضل سے انکار نہیں کریں گے۔ مگر نئی نئی باتیں کر کے ایوان محبت کی دیواروں میں دراڑیں ضرور بنائیں گے۔

یہاں چند اعتراضات اور ان کے جوابات اسی امکان کے پیش نظر دیئے جاتے ہیں۔ شاید ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

اس سلسلہ میں ایک بات ذہن میں رہے کہ نہ جاننا اور نہ کہنا دو الگ الگ امور ہیں۔ اگر حضور ﷺ نے کسی معاملہ میں سکوت فرمایا ہے تو وہ نہ جاننے میں شامل نہیں ہوگا بلکہ نہ کہنے کے امور میں آئے گا۔ اور نہ کہنے میں کیا مصلحت ہے اسے اللہ تعالیٰ اور اللہ کا حبیب بہتر جانتا ہے

محبت منتظر محبوب کے ارشاد کی ہر دم
اسی سے راحتیں اس کی اسی سے زندہ اس کے غم

گیت

ایک دفعہ حضور ﷺ ایک نکاح کی تقریب میں تشریف لے گئے۔ وہاں انصار کی کچھ بچیاں دف بجا کر جنگ بدر کے مقتولین کے مرثیہ کے گیت گا رہی تھیں۔ اس دوران کسی بچی نے یہ مصرع پڑھا۔

وَفِینا نَبِیٌّ یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ

ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں

تو حضور ﷺ نے ان بچیوں سے فرمایا۔ یہ چھوڑ دو۔ وہی گاتی جاؤ جو پہلے گا رہی تھیں۔

اعتراض: بچیوں نے حضور ﷺ کے علم غیب کی بات کی تو آپ نے ناپسند فرمایا اور منع بھی کیا کہ اسے چھوڑ دیں۔ وہی گاؤ جو تم پہلے گا رہی تھیں۔ یعنی آپ کو معلوم تھا کہ آپ غیب نہیں جانتے۔ بچیوں نے خواہ مخواہ یہ بات کر دی ہے لہٰذا روک دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو علم غیب نہ تھا۔

جواب: جس عمر کی بچیاں گیت گا رہی تھیں وہ بہت چھوٹی تھیں۔ وہ تو شاعری کی ابجد سے بھی واقف نہ تھیں۔ ظاہر ہے یہ شعر انہوں نے خود موزوں نہیں کئے تھے نہ ہی کسی منافق و مشرک نے بنائے تھے۔ وہ بھلا حضور ﷺ کی تعریف کیوں کریں۔ لازمی امر ہے یہ شعر کسی صحابی شاعر کا ہے ممکن ہے یہ شعر آپ ﷺ کی بارگاہ میں کسی وقت پڑھا بھی جا چکا ہو صحابی مشرک نہیں ہو سکتا۔

حضور ﷺ نے اس شعر کی نہ مذمت کی اور نہ ہی شعر بنانے والے کو برا کہا۔ صرف گانے سے روکا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی ہمارے سامنے ہماری تعریف کرے تو ہم بطور انکساری کہہ دیتے ہیں ارے میاں یہ بات چھوڑ دو۔

ویسے بھی یہ گیت بچیوں کے ایک کھیل کا حصہ تھے۔ ان کے درمیان نعت کے اشعار پڑھنا ادب کے خلاف تھا۔ اس لئے بھی روکا گیا۔

تلقیح

مدینہ پاک کے لوگ اپنے باغوں میں درختوں کی تلقیح کرتے تھے۔ یعنی نر درخت کی شاخ مادہ درخت سے لگاتے تھے۔ یہ ایک خاصا محنت طلب کام تھا۔

حضور ﷺ نے دیکھا تو اس کام میں توکل نہ تھا۔ کیونکہ ان کا یقین تھا کہ تلقیح کرنے سے پھل زیادہ آتے ہیں۔ حضور ﷺ نے انہیں منع فرمادیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے تلقیح نہ کی اتفاق ایسا ہوا کہ اس سال درختوں پر پھل تھوڑا اور ناقص آیا۔ اس کی شکایت ان لوگوں نے حضور ﷺ سے کی۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا۔

اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ

اپنے دنیاوی معاملات تم زیادہ جانتے ہو۔

اعتراض: معلوم ہوا کہ آپ کو یہ علم نہ تھا کہ تلقیح کرنے سے پھل گھٹ جائیں گے۔ اور دوسرے انصار کا علم (معاذاللہ) حضور سے زیادہ ہوا۔

جواب: پھل توقع کے مطابق نہ آنے کی وجوہات اور بھی ہو سکتی ہیں۔ بارش کا نہ ہونا، نلائی نہ کرنا، کھاد وغیرہ نہ دینا، تلقیح کا کام ایک عرصے سے مدینہ کے لوگ کر رہے تھے۔ ان کا یہ پختہ یقین ہو گیا تھا ان میں یہ توکل اور ایمان پیدا کرنا تھا کہ تلقیح سے پھل زیادہ نہیں آتے بلکہ خدا پر بھروسہ کرنے سے آتے ہیں۔ اس لئے آپ نے تلقیح سے روک دیا۔

کم پھل آنے پر جو انہوں نے شکایت کی تو آپ نے اظہار ناراضگی فرماتے ہوئے کہا کہ اپنے دنیاوی معاملات تم جانتے ہو۔ جیسے ہم کسی سے کوئی بات اس کے فائدے کی کہیں اور وہ اس میں تامل کرے تو ہم کہتے ہیں "اچھا میاں تم جانو اور تمہارا کام"

حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ لوگ حضور ﷺ کی بات مان جاتے اور ایک سال کا نقصان برداشت کر لیتے تو اس زائد محنت سے بچ جاتے۔

آج کیمیاوی کھادیں استعمال ہو رہی ہیں۔ جب ان کا آغاز ہوا تو کھیتوں نے خوب پیداوار دی مگر اب وہی کھیت ان کھادوں کے استعمال کے باوجود اسی پیداوار پر آ گئے ہیں۔ اور کوئی کھیت بیماریوں اور کیڑے سنڈیوں سے محفوظ نہیں ہے۔ ان کیلئے دوائیوں پر بھی خرچ ہو رہے ہیں۔ اور قدرت نے جن کھادوں کا انتظام فرمایا تھا یعنی کوڑا کرکٹ اور گوبر وغیرہ انہیں ٹھکانے لگانے کا مسئلہ بن چکا ہے۔ گندگی کے ڈھیر جگہ جگہ دکھائی دے رہے ہیں۔

دھوکہ

قبیلہ بنو عامر کے رئیس مالک بن جعفر جس کی کنیت ابو براء ہے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا حضور ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے نہ اسلام قبول کیا نہ انکار کیا۔ مگر عرض کی کہ اگر حضور ﷺ اپنے اصحاب میں سے چند لوگوں کو نجد کی طرف روانہ فرمائیں تو مجھے امید ہے کہ اسلام کی اشاعت ہو گی۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہاں کے لوگ میرے آدمیوں کے ساتھ غداری کریں گے۔

ابو براء نے کہا۔ میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں۔

حضور ﷺ نے اس کے کہنے پر ستر صحابہ کرام کو نجد کی طرف روانہ کر دیا۔ جب یہ لوگ بئر معونہ پر پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے ان سب کو شہید کر دیا۔ صرف صہیب بن زید جو بری طرح زخمی ہوئے مگر زندہ بچ گئے۔

حضور ﷺ کو ان صحابہ کے شہید ہونے کی خبر معلوم ہوئی تو آپ ﷺ کو بڑا سخت صدمہ ہوا۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ کو علم غیب تھا تو بئر معونہ کے منافقین دھوکے سے ستر صحابہ کرام کو کیوں لے گئے۔ جنہیں وہاں لے جاکر شہید کر دیا گیا جس کی وجہ سے حضور ﷺ کو بڑا صدمہ ہوا۔

جواب: ابو براء نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو بئر معونہ لے جانے کے لئے عرض کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہاں کے لوگ میرے آدمیوں کے ساتھ غداری کریں گے۔

غداری کرنے والے تو بئر معونہ میں تھے مگر ان کے دلوں کے ارادے کو آپ یہیں سے جان گئے ہیں۔[۱۲]

آپ یہ بھی جانتے تھے کہ مرضی الٰہی یہی ہے کہ ان ستر آدمیوں کی شہادت کا وقت آگیا ہے۔ آپ یہ بھی جانتے تھے کہ بندے کی شان اسی میں ہے کہ وہ رب تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے۔

اگر آپ ﷺ انکار فرمادیتے تو منافقین مدت تک کہتے رہتے کہ اللہ کے رسول کو ہمارا ایمان مطلوب نہیں ہے۔ ہم نے تو گھر جاکر دعوت اسلام قبول کرنے کی خواہش کی ہے مگر ٹھکرا دیئے گئے ہیں۔

ہار

غزوۂ مریسیع یا غزوہ بنی مصطلق، یہ ایک ہی غزوہ دو ناموں سے مشہور ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ غزوہ مریسیع کے مقام پر خاندان بنی مصطلق کے ساتھ پیش آیا یہ ایک معمولی قسم کا غزوہ تھا۔ اس خاندان کا رئیس حارث بن ابی ضرار قریش کے اشارہ پر مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ حضور ﷺ اس خبر کی تصدیق کر کے مریسیع کی جانب اپنے لشکر کے ساتھ چل دیئے۔

اس غزوہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ساتھ تھیں۔ جنہوں نے جاتے وقت اپنی بہن حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہار گلے میں پہن رکھا تھا۔ لشکر نے مقام بیداء یا ذات الجیش میں قیام کیا تو وہ ہار کہیں گم ہو گیا۔ جس کی تلاش حضور علیہ السلام کے حکم سے دیر تک ہوتی رہی۔ آخر وہ ہار حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اونٹ کے نیچے سے بر آمد ہوا۔

اعتراض: جب ہار گم ہو گیا تو جگہ جگہ اسے تلاش کیا گیا نہ ملا پھر اونٹ کے نیچے سے مل گیا۔ اگر حضور ﷺ کو علم تھا تو لوگ اور حضور ﷺ خود اتنی دیر تک پریشان کیوں رہے۔ فوراً بتا دیتے کہ اونٹ کو اٹھاؤ۔ ہار اس کے نیچے پڑا ہے۔

جواب: اس واقعہ کو اخیر تک دیکھیں اور حکمت پر نگاہ ڈالیں۔

ہار تلاش کرتے کرتے اس قدر دیر ہو گئی کہ نماز فجر کا وقت ہاتھ سے جانے لگا (روایت بعض کے نزدیک ظہر کی نماز) پانی وہاں موجود نہیں تھا۔ وضو کے لئے لوگ پریشان تھے کہ قرآن کا نزول ہونے لگا جس میں تیمم کی یہ آیت بھی تھی۔

فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِنْهُ

(اگر پانی نہ پاؤ) تو پاک مٹی سے تیمّم کرو۔ تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو۔

مرضی الٰہی یہ تھی کہ حضرت صدیقہ کا ہار گم ہو جائے۔ مسلمان اس کی تلاش میں رہیں اتنی دیر تک رکیں کہ نماز کا وقت تنگ ہو جائے۔ تب حضور علیہ السلام سے [illegible] کے لئے عرض کیا جائے۔ تب آیت تیمّم کا حکم نازل ہو۔ تاکہ قیامت تک آنے والے مسلمان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احسان مند رہیں کہ تیمم کی سہولت انہی کی وجہ سے ملی ہے۔

بہتان

اسی سفر (غزوۂ بنی مصطلق) میں واپسی پر مدینہ کے قریب ایک مقام پر قیام کے

دوران [illegible] حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار پھر گم ہو گیا۔ آپ نے حاجت ضروری سے فارغ ہو کر دیکھا تو گلے میں ہار نہیں تھا۔ آپ کو فکر لاحق ہوئی۔ آپ اسے تلاش کرنے کی غرض سے ادھر کو نکل گئیں جس طرف آپ حاجت ضروری کی غرض سے تشریف لے گئی تھیں۔ آپ کو دیر زیادہ لگ گئی۔ جب واپس آئیں تو قافلہ کوچ کر گیا تھا۔ آپ وہیں چادر لپیٹ کر بیٹھ گئیں۔ تاکہ قافلے کا کوئی شخص انہیں تلاش کرنے آئے تو اسے دقت نہ ہو۔

جلد ہی حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے صحابی آ گئے جن کے سپرد یہ کام تھا کہ وہ فوج کی گری پڑی چیزیں اٹھایا کرتے تھے۔

انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہچان لیا کہنے لگے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ یہ تو رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں۔

انہوں نے اپنا اونٹ آپ کے قریب بٹھا دیا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس پر سوار ہوئیں اور حضور ﷺ تک پہنچ گئیں۔

لوگوں نے بڑی چہ میگوئیاں کیں۔ خصوصاً عبداللہ بن ابی بن سلول نے نبی ﷺ کی اہلیہ کی پاک دامنی پر شک کیا۔ پھر اس واقعہ کی تشہیر ہونے لگی۔

حضور ﷺ بڑے مغموم ہوئے۔ ایک دن خطبہ میں فرمایا ایک شخص نے میرے اہل کے بارے میں مجھے تکلیف دی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پورا گھر اور خود حضور ﷺ بے حد پریشان تھے۔ اس پریشانی میں دن گزرتے گئے آخر قرآن پاک کا نزول ہوا دس آیتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں نازل ہوئیں۔

اعتراض: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر حدیث افک میں تہمت لگی آپ ﷺ اس میں پریشان تو ہوئے مگر وحی آنے تک نہ فرماتے کہ یہ تہمت صحیح ہے یا غلط۔ اگر علم غیب ہوتا تو پریشانی کیسی! اور اتنے روز تک خاموشی کیوں؟

جواب: جس حدیث سے یہ واقعہ اخذ ہوتا ہے اسی کے متن میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

مَا عَلِمْتُ عَلٰی اَھْلِی اِلاَّ خَیْرًا

میں اپنی بیوی کی پاک دامنی ہی جانتا ہوں

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ جانتے تو ہیں لیکن وقت سے پہلے اظہار نہیں چاہتے اور نہ ہی اس موقعہ پر فوراً، ھٰذَا اِفْکٌ مُّبِیْنٌ فرمانا واجب تھا۔ کیونکہ آپ کے گھر کا معاملہ تھا۔

رہی پریشانی اور اتنا سکوت۔ پریشانی لاعلمی کی وجہ سے نہ تھی۔ بلکہ جھوٹے الزام کی وجہ سے تھی۔ اور اگر سکوت نہ فرماتے اور جلدی سے عصمت عائشہ کا اظہار فرما دیتے تو منافقین کہہ سکتے تھے کہ اپنی اہل کی حمائت کی ہے۔ اور مسلمانوں کو تہمت کے مسائل و احکام کا پتہ نہ چلتا۔ پھر مقدمات کی تحقیق کرنے کا طریقہ نہ آتا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو صبر کرنے پر جو ثواب ملا وہ نہ ملتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی شان میں آیات قرآنی کا نزول کیسے ہوتا۔

خبر ناقص

تبوک کا واقعہ سخت گرمی کے موسم میں پیش آیا۔ آپ ﷺ تیس ہزار مردوں کے لشکر کے ساتھ اس معرکہ میں تشریف لے گئے لیکن تبوک میں جا کر پتہ چلا کہ ہرقل اور عیسائیوں کی آمد کی خبر غلط تھی۔ آپ ﷺ نے وہاں دس راتوں سے اوپر قیام فرمایا اور واپس آ گئے۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ کو علم غیب تھا تو غلط خبر پر کیسے یقین کر لیا اس طرح قحط کے دنوں اور گرم موسم میں جبکہ مدینہ والوں کے کھجوروں کے باغ پکے ہوئے تھے ان کو لے جا کر خواہ مخواہ پریشان کیا۔

جواب: یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ غلط خبر پر غیب جاننے والے نبی نے کیسے یقین کرلیا۔ اور گرمی کے موسم میں قحط کے دنوں تنگی اور عسرت کی حالت میں اور اس موقعہ پر جبکہ مدینہ والوں کے کھجوروں کے باغات پکے ہوئے تھے آپ تیس ہزار مردوں کے لشکر کو اس معرکہ کے حوالے سے لے کر چل دیئے۔

دیکھنا یہ مقصود تھا کہ حضور ﷺ کے صحابہ کرام کو اپنے باغوں سے زیادہ محبت ہے یا حضور ﷺ کے ارشاد گرامی سے۔ وہ اپنی مرضی سے گرم دن گھر پر گزارتے ہیں یا حضور ﷺ کے کہنے پر باد سموم کے تھپیڑے سہنے کے لئے صحرا کا سفر پسند کرتے ہیں۔

اور کیا وہ منافقین کے بہکاوے میں آکر خوفزدہ ہو جاتے ہیں یا انہیں خدا کے رسول کی باتوں پر پختہ یقین ہے۔

غزوۂ تبوک کے لئے نکلنے سے یہ دکھانا بھی مقصود تھا کہ مسلمانوں کی دھاک دور دور تک بیٹھ جائے۔

تحریم شہد

حضور نبی کریم ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ آپ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد ازواج مطہرات کے ہاں تشریف لے جاتے تھے۔ ان کے مکانات قریب قریب تھے۔ آپ مقررہ اور برابر وقت اپنی ازواج کو دیا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ مغرب تک چلتا مگر ان سب کی خواہش یہ تھی کہ آپ ﷺ ان کے ہاں زیادہ دیر تک ٹھہرا کریں۔ آپ تو انصاف کے خوگر تھے۔ آپ اس میں ذرا بھی تبدیلی نہ فرماتے تھے۔

ایک دن ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ ترکیب کی کہ جب آپ ان کے ہاں آئے اور مقررہ وقت گزار کر جانے لگے تو انہوں نے آپ کی خدمت میں شہد پیش کر دیا۔ شہد آپ کو بے حد پسند تھا۔ اس طرح شہد کھانے سے

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں ٹھہرنے کا وقت زیادہ ہو گیا۔ تو دوسری ازواج کے ہاں کے وقت میں اختصار ہو گیا۔

حضور ﷺ کی خدمت میں زیادہ دیر رہنے کا طریقہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا روز استعمال کرنے لگیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ بات ناگوار گزری۔ انہیں رشک ہوا اور باہم مشورہ کیا کہ جب حضور ﷺ تشریف فرما ہوں تو عرض کیا جائے کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کے دہن مبارک سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ اور مغافیر کی بو حضور ﷺ کو ناپسند تھی۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔ مغافیر تو میرے پاس نہیں اور نہ میں نے استعمال کی ہے میں نے تو حضرت زینب کے ہاں سے شہد پیا ہے۔ اب اسے میں اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ یعنی اگر حضرت زینب کے ہاں شہد کا شغل ہونے سے تمہاری دل شکنی ہوتی ہے تو ہم اسے ترک کئے دیتے ہیں۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاَاَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ (التحریم: ۱)

اے میرے پیارے نبی ﷺ آپ اپنے اوپر وہ چیز کیوں حرام
کرتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لئے حلال کی ہے۔

اعتراض: حضور ﷺ کے دہن مبارک سے مغافیر کی بو آرہی تھی۔ مگر حضور ﷺ کو پتہ نہیں تھا۔ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن اجمعین (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے اس طرف آپ کی توجہ دلائی گویا کہ آپ کی قوت شامہ اس قدر کمزور تھی کہ اس بو کا احساس تک آپ نہ کر سکے۔ غیب جاننے والا تو قوت شامہ کمزور ہونے کے باوجود جان جاتا ہے کہ کس چیز میں کس قسم کی بو شامل ہے۔ معلوم ہوا کہ غیب نہیں تھا۔

جواب: مغافیر ایک قسم کے درخت کے گوند کو کہتے ہیں۔ جس میں بو ہوتی ہے چونکہ آپ نے مغافیر کھایا ہی نہیں تھا اس لئے بو کیسی اور بو کا گمان کیسا۔ علاوہ اس کے حضور ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مشورہ کر لیا تھا کہ ہم کہیں گے یا رسول اللہ ﷺ آپ کے دہن مبارک سے مغافیر کی بو آتی ہے اور بو کا تعلق عالم محسوسات سے ہے عالم غیاب سے نہیں۔

علاوہ ازیں اگر یہ کہا جائے کہ ممکن ہے شہد کی مکھیاں مغافیر پر بیٹھی ہوں اور شہد میں بو شامل ہو گئی ہو تو یہ بات بھی موجودہ سائنس کی تحقیق کے خلاف ہے۔ کیونکہ شہد اور شہد کی مکھیوں پر تحقیق کرنے والے کہتے ہیں۔

شہد کی مکھیاں پھولوں کا جو رس جمع کرتی ہیں وہ سب کا سب شہد نہیں ہوتا اس کا صرف ایک تہائی حصہ شہد بنتا ہے شہد کی مکھیوں کو ایک پونڈ شہد کے لئے ۲۰ لاکھ پھولوں کا رس حاصل کرنا پڑتا ہے۔ اس کے لئے مکھیاں تقریباً ۳۰ لاکھ اڑانیں کرتی ہیں۔ اس دوران میں ۵۰ ہزار میل کی مسافت طے کرتی ہیں۔ رس جب مطلوبہ مقدار میں جمع ہو جاتا ہے۔ تو اس کے بعد شہد سازی کا عمل شروع ہوتا ہے۔

شہد اپنے ابتدائی مرحلے میں پانی کی طرح رقیق ہوتا ہے۔ شہد تیار کرنے والی مکھیاں اپنے پروں کو پنکھے کی طرح استعمال کر کے فاضل پانی بھاپ کی مانند اڑا دیتی ہیں جب یہ پانی اڑ جاتا ہے تو اس کے بعد ایک میٹھا سیال مادہ باقی رہ جاتا ہے۔ جس کو مکھیاں چوس لیتی ہیں۔ مکھیوں کے منہ میں ایسے غدود ہوتے ہیں جو اپنے عمل سے اس میٹھے سیال مادہ کو شہد میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ اب مکھیاں اس تیار شہد کو چھتے کے مخصوص طور پر بنے ہوئے سوراخوں میں بھر دیتی ہیں۔ یہ سوراخ دوسری مکھیاں موم کے ذریعہ حد درجہ کاریگری کے ساتھ بند کر دیتی ہیں تاکہ انسان کے کام آئے۔

اندازہ کریں اس طرح اگر مکھیاں مغافیر پر بیٹھی بھی ہوں تو اتنے طویل عمل کے بعد شہد میں مغافیر کی بو نہیں رہ سکتی۔ ازواج مطہرات نے یہ محض ایک حیلہ کیا تھا۔ حضور ﷺ کی طبع نازک پر یہ بات بھی گراں گزری اور آپ ﷺ نے فرمادیا کہ ہم شہد کو ترک کئے دیتے ہیں۔

چونکہ شہد کا ترک کرنا محض ازواج مطہرات کی خوشنودی کے لئے تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ایک حلال چیز کو اپنے اوپر اپنی بیبیوں کی خاطر حرام کیوں کر رہے ہیں؟

یہاں حرام سے مراد بھی ترک کرنا ہے۔ ہمارا دھیان اس طرف بھی جانا چاہئے کہ اگر حضور ﷺ اپنے فیصلے کو تبدیل نہ فرماتے تو آپ ﷺ کے دیوانے زندگی بھر شہد کا استعمال ترک کر دیتے۔

قرآن کتاب ہدایت ہے۔
مکمل ضابطہ حیات ہے۔

قرآن ہماری دنیوی اور اخروی کامیابی کا ضامن ہے۔

قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

پیر محمد کرم شاہ صاحب ازہری کی معرکہ آراء تفسیر

خوبصورت ترجمہ — بہترین تفسیر

ضیاء القرآن

فہم قرآن کا بہترین ذریعہ ھے

ترجمہ: جس کے ہر لفظ سے اعجاز قرآن کا حسن نظر آتا ہے

تفسیر: اہل دل کے لیے درد و سوز کا ارمغان

ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور